سید خورشید حسین بخاری

میری لائبریری

الکمال

سیرت، تجزیہ، تاریخ

حضرت مجدد الف ثانی کے
والد کے قادری مرشد کے سوانح

(ترمیم و اضافہ کے ساتھ)

میری لائبریری میں

آفسٹ طباعت

قیمت ——— ۱۲/-

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کیلئے جو درویش، فقراء اور مبلغین بیرون ملک سے تشریف لائے ان میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سر فہرست ہے حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ کا تعلق بھی حضرت غوث الاعظم کے خاندان سے تھا۔ آپ مغل بادشاہ ظہیرالدین بابر کے عہد کے آخری دنوں میں عراق سے برصغیر میں تشریف لائے، اور بلوچستان، سندھ اور ملتان کے علاقوں میں اسلام کی اشاعت کرتے ہوئے پنجاب کے شہر کیتھل میں جا آباد ہوئے اور یہاں ایک ایسے مرکز کی تشکیل کی جہاں سے نور و عرفان کے وہ سوتے پھوٹے جنہوں نے ایک عالم کو منور کر دیا۔ لاکھوں غیر مسلم آپ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہوئے اور ہزاروں گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت آپ کی توجہ سے راہ راست پر آئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد کابلیؒ اور پاکستان کے سابق وزیر اعظم لیاقت علیخان کے مورثِ اعلیٰ کے علاوہ بہت سے نامور اولیاء نے آپ سے براہ راست فیض حاصل کیا۔ حضرت شیخ عبدالاحد کابلی سرہندی نے سلسلۂ قادریہ میں خلافت اور نسبتِ فردیت آپ ہی سے حاصل کی اور پھر عرفان و فیضان کا یہ سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خاندان میں بھی جاری ہوا۔

سلسلۂ چشتیہ کے معروف بزرگوں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور شیخ جلال الدینؒ تھانیسری کے ساتھ آپ کی صحبتیں رہیں آپ ہی کے پوتے اور سلسلۂ قادریہ کے مردِ جلیل حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ کے یہاں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوریؒ ایسے عالی مرتبت بزرگوں نے سلوک کی منزلیں طے کیں۔ حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی کے افکار و خیالات نے اس دور کے عوام و خواص کو بہت زیادہ متاثر کیا اور انہیں ایک انقلابی رنگ دیا۔ آپ نے سلسلۂ قادریہ کو برصغیر پاک و ہند کے علاوہ افغانستان، ترکی، روم اور عرب تک پہنچایا۔

حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ کے علمی و روحانی مرتبہ کے پیشِ نظر حضرت مجدد الف ثانیؒ ایسے عظیم المرتبت بزرگ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔ کہ :

وہ جب مجھے بزرگوں کا عروج حاصل ہوتا ہے تو مجھے سلسلۂ قادریہ میں حضرت غوث الثقلینؓ کے بعد حضرت شاہ کمال قادریؒ کیتھلی، ایسی کوئی عظیم المرتبت ہستی کم ہی نظر آتی ہے۔ گویا حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ کو وہ بزرگ مرتبہ حاصل ہے جس سے اوپر سوائے حضرت غوث الاعظمؓ کے کسی کا پایہ نہیں۔

الکمال

حضرت مجدد کی بشارت ص ۱۲۶

میری لائبریری

(۱۳۶)

میری لائبریری میں تعمیر کردار شخصیت کے لیے دوسری کتابیں

تاریخ

حلال وحرام قرآن کی روشنی میں، عطاءاللہ پالوی

ابوبکر صدیق اکبرؓ، محمد حسین ہیکل

عمر فاروق اعظمؓ، ″

دس بڑے مسلمان، محمد اسمٰعیل پانی پتی

خالد سیف اللہ، ابوزید شلبی

المامون، مولانا شبلی نعمانی

الہارون، عمر ابوالنصر

الحسین، ″

الزہرا، ″

ابوذر غفاری، عبدالحمید جودۃ السحار

امیر معاویہ، انیس زکریا

امام زین العابدین، عبدالعزیز سیدالاہل

سلطان محمد فاتح، محمد مصطفےٰ صفوت

دبدبۂ سکندری، خورشید حسین بخاری

تذکرہ، ابوالکلام آزاد

قلوپطرہ، آرتھر ویگل

رابعہ بصری، ددا والسکاکینی

انتالیس بڑے مسلمان، ڈیل کارنیگی

نفسیات

ترقی کی راہیں، حکیم وڈاکٹر نعمان ساجد

روزمرّہ نفسیات، محمد اکرم طاہر

دولت نامہ، ″

زندگی کے موڑ پر، مرتب بشیر احمد چودھری

نفسیات کی روشنی میں، ″

نفسیات اور عمل، ″

ہماری عادتیں، ہمارے جذبات، دیانند ورما

جینے کی اہمیت، لن یوتانگ

گفتگو اور تقریر کا فن، ڈیل کارنیگی

میٹھے بول میں جادو ہے، ″

پریشان ہونا چھوڑیے، ″

شادی اور کامیابی، یوسٹیس چیسر

بچے اور ان کی تعلیم وتربیت، صوفی گلزار احمد

لباس کا سکہ اور ٹیڈی ازم، محمد خان اشرف

عبداللہ بن عباس، سلام اللہ صدیقی

روزانہ چوبیس گھنٹے کیونکر زندہ رہا جائے، آرنلڈ بنٹ

بیسویں صدی کا فلسفہ، قاضی جاوید حسین

وجودیت، ″

الکمال

سوانح

حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی رح

تاریخ — تجزیہ — تنقید

سیّد خورشید حسین بخاری

مکتبہ میری لائبریری لاہور ۲

"میری لائبریری" میں دوسری بار (باضافات جدیدہ): ۱۹۷۶ء

ناشر و طابع: بشیر احمد چودھری
ڈائرکٹر مکتبہ میری لائبریری لاہور ۲

طابع: آل بشیر پرنٹرز لاہور ۲

چراغِ دودمانِ قادریہ کمالیہ سکندریہ

قدوۃ السالکین سید علی احمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جو قیامِ پاکستان کے بعد کیتھل سے ڈیرہ غازیخاں

تشریف لائے اور یہاں خلقِ خدا کو فیضِ رُوحانی

سے سرشار فرماتے رہے۔ اور یہیں وصال فرمایا

آج بھی آپ کی ذات

عقیدت مندوں کے لیے روحانی تسکین کا باعث ہے

روضۂ مبارک
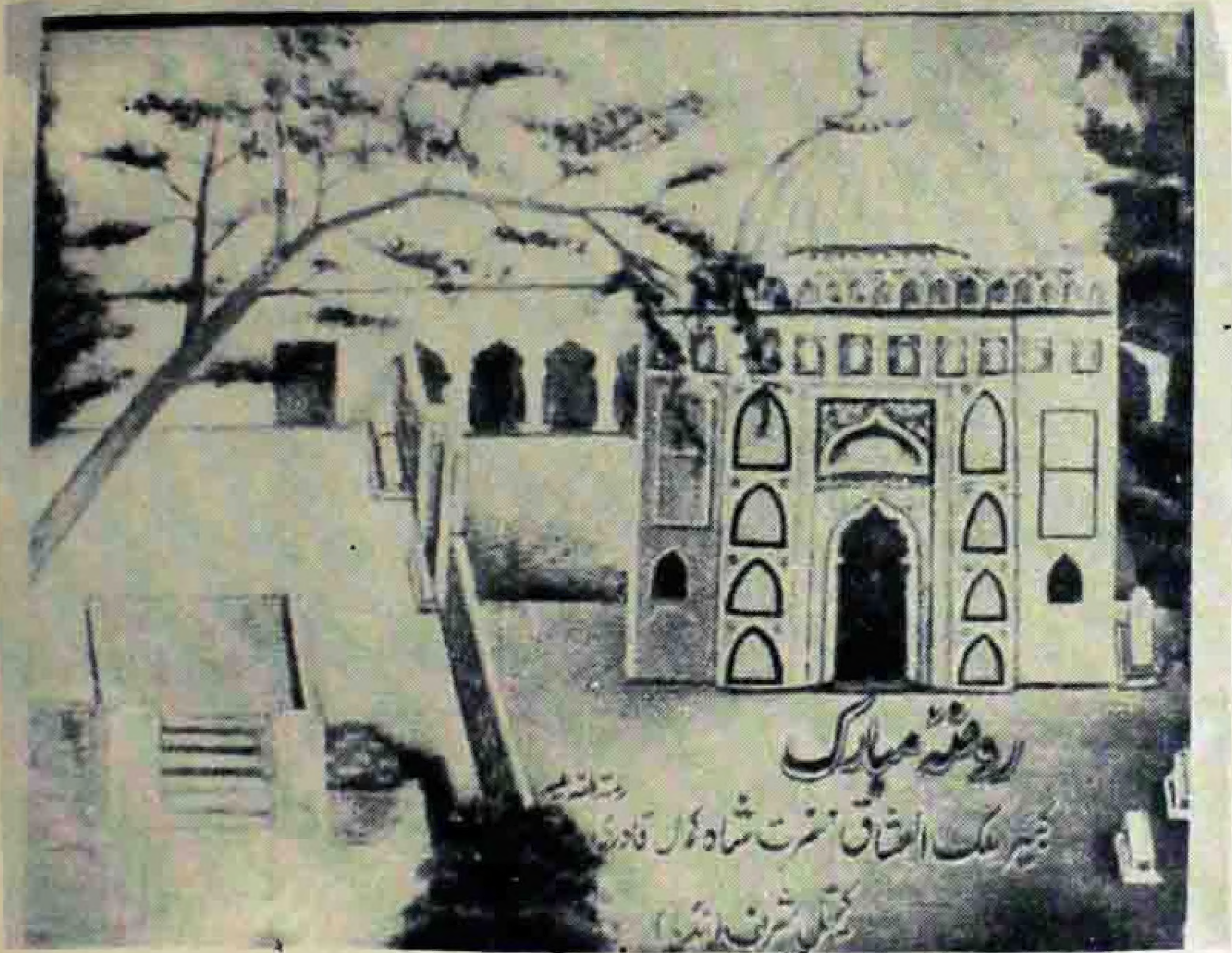
تعارف مؤلف

پیدائش ۔ ۵۔ اپریل ۱۹۲۳ء ۔ بمقام ترادڑی (مشرقی پنجاب)

تعلیم ۔ فاضل فارسی، ایم اے (اردو)۔ ایم اے (فارسی) ایم۔ او۔ ایل، ایل ایل۔ بی۔

پیشہ ۔ ملازمت لیکچرار گورنمنٹ گورونانک کالج ننکانہ صاحب (ضلع شیخوپورہ)

تالیفات ۔ (۱) الکمال۔ سوانح حضرت شہ کمال قادری کیتھلی رح۔

(۲) ریاض التاریخ (تاریخ اسلام زمانہ جاہلیت سے زمانہ حال تک مسلم ممالک کی تاریخ کے بارے میں پہلی اردو کتاب)۔

(۳) مطالعہ ادبیاتِ ایران (۴) ترجمہ مکتوباتِ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رح۔

(۵) شعرائے کلاسیک فارسی (۶) ترجمہ گلستانِ سعدی۔

(۷) تاجِ فصاحت وبلاغت (۸) ترجمہ کیمیائے سعادت

(۹) بہترین اردو گرامر اینڈ کمپوزیشن (۱۰) دہلی کا آخری یادگار مشاعرہ (مرتبہ)

(۱۱) تذکرۂ حضرت شاہ سکند کیتھلی (۱۲) شاہانِ مغلیہ کے مذہبی رجحانات (مسودہ مکمل)

(۱۳) پاکستان میں تصوف زیرِ ترتیب

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ ۱۹۶۲ء سے اب تک ادبی اور تاریخی موضوعات پر بے شمار مضامین ومقالات اخبارات ورسائل میں چھپ چکے ہیں۔

ترتیب

اظہارِ عقیدت

شاہا بہ خمارِ شوق مستم　　بعشقِ تو مخمر از الستم
دل در طلب کمال بستم　　من بوسہ زنِ درِ تو ہستم
یا شاہ کمال گیر دستم

اے مُرشدِ مرشدم کمالی　　محبوبِ جنابِ ذوالجلالی
ابرِ کرم دیمِ نورانی!　　جسمِ کرمِ آں جناب عالی
یا شاہ کمال گیر دستم

اے گوھرِ لجۂ شریعت　　اے رہبرِ رہبرِ طریقت
اے ہادیٔ ہادیٔ طریقت　　چگویم زتو رتبۂ رفیعت
یا شاہ کمال گیر دستم

وصفِ توز گفتنم فزون است　　قدرِ تو ز مدرکم برون است
کزین نہ بچشمِ تو زبون است　　حدِ نظرِ تو بے چگون است
یا شاہ کمال گیر دستم

اے مہرِ سپہرِ غوثِ اعظم ماہِ فلک وشاہِ معظم
اے بحرِ کرم و حدِّ مکرم در قادریان کریم و اکرم

یاشاہ کمال گیر دستم

ذاتِ تو اسمِ بامسمّیٰ است مرأتِ ضمیرِ تو مُجلّیٰ است
جسمِ تو منوّر و مصفّیٰ است عرفانِ تو عالی و مُعلّیٰ است

یاشاہ کمال گیر دستم

ہستم بارادت مریدت تو دولتِ مقیم آفریدت
من بندۂ ہر درت از عقیدت مانندِ غلامِ زرخریدت

یاشاہ کمال گیر دستم

در دو جہان اعانتم کُن ! در کون ومکان حمایتم کُن
شاہا چو شہاں رعایتم کُن در روزِ جزا شفاعتم کُن !

یاشاہ کمال گیر دستم

زنگی بدلم ہنوز باقی !! از صیقلِ لطف ساز صافی
برحم چو من حبیب عاصی یک چشم توجہ تو کافی

یاشاہ کمال گیر دستم

غوثِ دو جہاں گرفت دستت از بادۂ خویش کردہ مستت
دینِ گل زنسیمِ او بُر ستت دین موج ز بحرِ غوث ہستت

یاشاہ کمال گیر دستم

اے شاہِ سریرِ رشد و ارشاد من زانِ توام تراکنم یاد !
شور و شغب بہر دم اُفتاد وقتِ مدد است روزِ امداد

یاشاہ کمال گیر دستم

اسمم بغلامیِ رسول ﷺ است — کہ اے شاہا سگ کوی توِ ملول است

عرضِ تو مقبولِ رسول ﷺ است — از یمنِ تو مقصدم حصول است!

یا شاہ کمال گیر دستم

(خواجہ عبدالرسولؒ قادری فاضلی)

پیش لفظ

ڈاکٹر رانا محمد بہاؤالحق اشک

ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات) ایم اے (فارسی) ایم، او، ایل (عربی)
ایم او، ایل (فارسی) پی۔ ایچ۔ ڈی۔ مولوی فاضل، منشی فاضل، ادیب فاضل
ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لندن) صدر شعبہ اسلامیات۔ گورنمنٹ کالج۔ لاہور

اے کہ آگاہ نہٖ عالم درویشاں را
تو چہ دانی کہ چہ سودا و سراست ایشاں را

الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمدؐ المصطفٰی واصحابہٖ مصابیح الدجیٰ وعبادہ الذین اصطفیٰ۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ بنی نوع انسان میں انبیائے کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی شخص افضل نہیں کیونکہ یہ مقدس گروہ بارگاہ ایزدی سے عامۃ الناس کی ہدایت کا براہ راست فرمان لے کر اہل دنیا پر اتمام حجت کیا کرتا ہے۔ ان کی تعلیمات کو ماننے والا نجات پاتا ہے اور نہ ماننے والا مورد عذاب الٰہی ہوتا ہے۔ نبوت جیسے جلیل القدر منصب کے لئے ایک ایسی پاکیزہ اور زبردست فطرت کی ضرورت ہے۔ جو انوار الٰہی کے متحمل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اور تمام اخلاق حسنہ مثلاً دیانت تقویٰ عبادت خشیت استقلال صبر و رضا، رحم و مروت حلم وغیرت ایسے اوصاف میں اعلیٰ ترین نمونہ ہو۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات طیبہ ایسے ہی کارناموں کا مرقع ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ بلاواسطہ ان کی تعلیمات سے مستفیض ہوتے ہیں وہ نہ صرف خود انبیائے کرام کے نقش قدم پر

؛ پورا پورا حق ادا کرتے ہیں بلکہ دین حق کی اشاعت میں جان توڑ کر کوشش کیا کرتے ہیں ایسے گروہ کی بہترین مثال حضرات صحابہ کرام کا پاک گروہ ہے۔ جن کی شان میں سورۂ فتح کی آخری آیات نازل ہوئیں[1] ان بزرگوں نے بلاواسطہ جناب پیغمبر علیہ السّلام سے وراثتِ ظاہرو باطن کو حاصل کیا۔ اسی لیے علما کو وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء کہا جاتا ہے۔ مابعد کے علمائے امت درحقیقت ورثۃ الانبیاء کے وارث ہیں۔ جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا۔ اس وراثت کی مقدار میں فرق آتا چلا گیا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جوں جوں مورثِ اعلیٰ کے بعد پشتیں زیادہ ہوتی چلی جاتی ہیں۔ ہر ایک وارث کے حصے میں کمی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ جو کچھ اصحابہ کرام کو ملا تھا وہ بعد کے علمائے امت کی نسبت بہت زیادہ تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس وراثت کی نوعیت کیا تھی۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ شریعت اسلام کو جس طرح انسانی ہستی کے ظاہری امورِ زندگی کی اصلاح مدِّنظر ہے۔ اسی طرح وہ انسان کے باطنی کمال اور روحانی ترقی کی بھی متکفل ہے۔ اس ظاہری اصلاح اور باطنی کمال کی غایت ایک ہی ہے۔ اس لیے یوں کہنا چاہیئے کہ وراثت مذکورہ کے دو حصے تھے۔ اور ہر دو کے وارث مختلف الفطرات لوگ تھے۔ بعض نے وراثت ظاہری (سنّت وفقہ) کا بیڑا اٹھایا اور بعض حضرات ہر دو پہلوؤں میں کامیاب نکلے۔ وارثانِ فقہ وسنّت علمائے امت کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور تصفیۂ باطن کی مسند پر بیٹھنے والے اولیاء اللہ کہلائے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب "فتوحات" میں لکھتے ہیں کہ " وارثانِ انبیاء علما اور اولیاء اللہ ہیں۔ اولیاء تو باطنی حالات اور عمیق احکام کے پاسبان ونگران ہوتے ہیں جو عوام کے فہم سے بالاتر ہیں۔ اور علماء شریعت کے ظاہری احکام کے محافظ ہوتے ہیں جو بذریعہ افہام وتفہیم سمجھ میں آسکتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی انہیں علماء میں سے بعض حضرات ایسے نکل آتے ہیں جو انبیائے کرام کی وراثتِ باطنی کے بھی مالک ہوتے ہیں۔ چنانچہ سلف صالحین میں ایسے بے شمار عالی رتبہ حضرات تھے جو علماء بھی تھے اور اولیاء بھی مگر جب لوگوں کی عملی حالت میں فتور آنے لگا تو صرف علما ہی پیدا ہونے لگے۔ ورنہ درحقیقت علماء اولیاء اللہ ہی ہیں۔ سو موجودہ حالت میں ہر ایک ولی اللہ یقیناً عالم کہلا سکتا ہے مگر ہر ایک عالم ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔"

---

[1] محمد رسول اللہ والذین معہ .... الآیۃ

پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ "وارثان انبیائے کرام سے تمام وہ لوگ مراد ہیں جن کے علم کو عقول وحواس ادراک نہیں کر سکتے۔ بلکہ عقول ان کے علم کو محال سمجھتی ہیں اور وہ لوگ وارثانِ انبیاء نہیں۔ جن کے علم کو بذریعہ عقول وحواس ادراک کیا جا سکتا ہے کیونکہ ایسے علم میں وراثت نہیں چلتی۔"

موجودہ دور میں جب کہ ہر طرف مادہ پرستی کا دور دورہ ہے اس قسم کے اولیائے کرام کا وجود عنقا ہو چلا ہے: تاہم کسی زمانے میں بھی حق صفحۂ ہستی سے پوری طرح محو نہیں ہو سکتا۔ اب بھی ایسے بزرگوں کا وجود پایا جانا ناممکن نہیں۔ لیکن ایسے حضرات کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے دیدۂ بینا کی ضرورت ہے۔ جبھی تو کہا جاتا ہے "ولی را ولی مے شناسد" چونکہ یہ ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔ اس لیے عوام الناس کو ایسا موقعہ بہت کم حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ واقعی کسی مرد کامل کو پہچان کر اس کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے اس سے تزکیۂ تصفیۂ باطن کا طریقہ سیکھ لیں ایسے لوگوں کی سہولت کے لیے ضروری ہے کہ سلفِ صالحین میں سے جو حضرات اولیاء اللہ کے لقب سے مشہور اور مسلّم سمجھے جاتے ہیں ان کے حالات عوام کے سامنے پیش کیے جائیں: تاکہ وہ ان کی زندگی سے اپنی فطری استعداد کے مطابق کوئی عبرت یا درس حاصل کر سکیں۔ اس امر کی ضرورت اس وقت اور زیادہ ہے جب کہ آج کل کئی ایک ولی نما حضرات اپنے آپ کو ولایت کا علمبردار ظاہر کرتے ہیں اور اپنی مشیخت کا سکہ جماتے پھرتے ہیں اور ان کی موجودگی میں جو اور گندم میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ سچ ہے ؎

دیو با مردم نیامیزد مترس   بل بترس از مردمانِ دیو سار

قَالَ اللہ ما سمعی۔

اسی خیال کے پیش نظر تلمیذِ عزیز سیّد خورشید حسین بخاری متعہ اللہ الباری بالعلم والعمل نے الکمال کے نام سے حضرت شیخ شاہ کمال قادری کیتھلی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات پر مشتمل یہ کتاب لکھ کر نہ صرف اپنا شوقِ دل پورا کیا بلکہ ایک دینی خدمت بجا لا کر زمانۂ موجودہ کے نوجوانوں کے لیے ایک قابلِ تقلید مثال پیش کر دی ہے۔ اگر ہمارے تمام تعلیم یافتہ نوجوان اس قسم کی دینی خدمت سے اسی طرح سرشار ہو جائیں۔ تو کتنی خوشی کی بات ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء عنا وعن سائر المسلمین۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی نئی بات نہیں کہنا چاہتا۔ کیونکہ عزیز موصوف نے قریباً قریباً ان کے تمام ضروری حالات مختلف کتب سے اخذ کر کے تحریر کر دیئے ہیں۔ میں نے اس کتاب کو متعدد جستہ جستہ مقامات سے دیکھا ہے اور مجھے خوشی ہے کہ عزیز نے

خاصی محنت اور دلچسپی سے مختلف حالات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور غالباً حضرت موصوف پر جو ممکن مواد انہیں مل سکا ہے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ شاید نزھۃ الخواطر مولفہٗ علامہ عبدالحیٔ صاحب الحسنی لکھنوی (المتوفی ۱۳۴۱ ہجری) ان کی نظر سے نہیں گزری۔ یہ کتاب حیدر آباد دکن میں سات جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں حضرت موصوف کا ذکر چوتھی جلد کے صفحہ ۲۷۶ پر موجود ہے اور وہاں آپ کا سال وفات بحوالہ کتاب "مہر جہاں تاب" ۹۷۱ ہجری لکھا ہے۔ اس اختلافِ تاریخ کا ذکر عزیز نے نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے صرف ۹۸۱ ھ لکھا ہے اور بعض مادہ ہائے تاریخ بھی درج کیے ہیں۔ عزیز نے حضرت شیخؒ کی زندگی کے قریب قریب تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے اور اس میں وہ بہت حد تک کامیاب رہے ہیں۔

پھر بھی ممکن ہے کہ کہیں کوئی خامی رہ گئی ہو لیکن اس سے عزیز مذکور کے خلوص، شوقِ دین اور محنت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ہمیں اس قسم کے نوجوانوں کی ہمت افزائی کرنی چاہیئے۔ جو موجودہ فاسد ماحول میں خود بھی صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں اور دوسروں کو بھی راہ ہدایت دکھانے پر کمربستہ ہیں۔ امید ہے قارئین کرام کو اگر کتاب میں کوئی خامی بالفرض نظر آئے تو عزیز موصوف کی عمر، علم اور تجربۂ تصنیف و تالیف کے پیشِ نظر دامنِ عفو میں جگہ دیں گے ؎

ان تجد عیبا فسدّ خللا   جلّ من لا عیب فیہ وعلا

گورنمنٹ کالج لاہور   خاکپائے درویشاں

(رانا) محمد سہام الحق اشک کان اللہ لہٗ

دیباچۂ طبع دوم

"الکمال" کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۷ء میں طبع ہوا تھا۔ قارئین اور ناقدین دونوں نے اس کتاب کو تحسین وستائش کی نظروں سے دیکھا اور ہماری کاوش کو سراہا چنانچہ بہت ہی قلیل عرصے میں اس کا یہ ایڈیشن ختم ہوگیا۔ اور اسے دوبارہ طبع کرنے کے لئے تقاضے پہ تقاضا ہونے لگا۔ ہمارا بھی ارادہ تھا کہ ابتداء میں کتاب چونکہ جلدی میں طبع ہوئی تھی اور کاغذ اور طباعت کا معیار بھی اتنا بلند نہ تھا، اس لیے اسے دوبارہ مزید تحقیق کے ساتھ مرتب کیا جائے۔ تاکہ اس میں صاحب تذکرہ، اُن کے معاصرین و اخلاف اور اُن سے متعلقہ مزید معلومات جامع طریقہ پر منضبط ہو جائیں لیکن چونکہ "تذکرۂ حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ" کی ترتیب و تسوید کا کام بھی شروع تھا، اور ابھی اس سلسلے میں تحقیقی کام جاری تھا، اس لیے "الکمال" کی ترتیبِ نو کا معاملہ تعویق میں پڑا رہا۔ مزید برآں ہمیں بھی بعض ایسے حالات سے گزرنا پڑا، جن کا ذکر نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ بہر حال۔ "الکمال" کی طبع ثانی کے لیے احباب کا اصرار پیہم بڑھ رہا تھا۔ اس لیے جب "تذکرۂ حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ" پریس میں چلا گیا، تو زیرِ نظر کتاب پر نظر ثانی شروع ہوئی۔ اور اب یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

"الکمال" کی پہلی اشاعت سے لے کر "تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلؒ" کی ترتیب تک کے عرصے میں ہمیں بہت سے حضرات کے خطوط موصول ہوئے جن میں حضراتِ کیتھل کے بارے میں بہت سی نئی معلومات بھی تھیں اور مفید مشورے بھی اور اسی دوران میں چند کتب بھی تصنیف ہو کر مارکیٹ میں آئیں انہی مشوروں اور نئی تصانیف کی روشنی میں ہم نے اس دفعہ "الکمال" میں معتد بہ اضافے کئے ہیں چنانچہ سالارِ سلسلۂ عالیہ قادریہ غوث صمدانی حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت شاہ فضیل قادری تک خواجگانِ قادریہ کے حالاتِ زندگی اور ان کے روحانی و عمرانی کارنامے بیان کئے گئے ہیں۔ کیتھل شہر کے اُن دیگر بزرگانِ دین کا اجمالی تذکرہ بھی کیا گیا ہے جو یا تو اس سرزمین میں آرام فرما رہے ہیں یا ان کا تعلق اس سرزمین سے تھا اور وہ دوسرے علاقوں میں

تبلیغ دین کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اولادِ امجاد کے عنوان سے ایک نیا باب قائم کر کے حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کی اولاد کا تذکرہ کیا گیا ہے حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے بعد از وصال روحانی تصرفات پر بھی ایک نئے باب کا اضافہ کیا گیا ہے حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ، حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام حضرت شاہ عبدالاحد کابلی سرہندی اور باوا ستیل داس (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مناقب اور دینی خدمات پر مشتمل ابواب بالکل نئے سرے سے لکھے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد مقامات پر عبارات میں ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے۔

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ صاحبِ تذکرہ سے متعلق ہر بات کا احاطہ کر لیا جائے۔ اور اُن کے بارے میں کوئی چیز بھی چھوٹنے نہ پائے۔ لیکن "اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِّنَ السَّھْوِ وَالنِّسْیَانِ" کے مصداق ہم بھی سہو و خطا سے مبرّا نہیں، ممکن ہے زیرِ نظر تذکرہ میں کوئی واقعہ یا روایت درج ہونے سے رہ گئی ہو یا درج کرنے میں غلطی ہو گئی ہو۔ ہمیں توقع ہے کہ قارئین ہماری کوتاہیوں سے چشم پوشی فرمائیں گے اور اگر اس کتاب میں انہیں کوئی خامی نظر آئے تو اس کی نشاندہی کر دیں گے۔ اس کے لیے ہم اُن کے ممنون ہوں گے اور ہر احسن تجویز کا خیر مقدم کریں گے۔

ہم اُن تمام مؤلفین و مصنفین کے شکر گزار ہیں جن کی تالیفات و تصنیفات سے ہم نے استفادہ کیا ہے اور اُن حضرات کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں جنہوں نے ہمیں اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

سید خورشید حسین بخاری
۲۷ رجب ۱۳۹۶ھ ۲۶ جولائی ۱۹۷۶ء

گورنمنٹ گورونانک ڈگری کالج
ننکانہ صاحب

تعارف

بغداد کے وسیع و عریض شہر میں باہر کی طرف مشرقی جانب یگانۂ روزگار حاجی حافظ سید عمرؒ نامی ایک طبیب کا اچھا خاصہ کشادہ مکان تھا۔ موصوف نے خاندانی روایات کے مطابق بچپن میں حدیث، فقہ، اصول معقول و منقول اور فلسفہ کی تحصیل کی۔ اور قرآن مجید الہی نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ور ہوئے۔ ان علوم میں وہ دستگاہ حاصل کی کہ ملک عراق میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، اولیائے عظام، صوفیائے کرام، محدثین و مشائخین وقت آپ سے باریک ترین مسائل میں صلاح مشورہ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ ان مسائل کی گتھیوں کو اس طرح سلجھاتے اور سمجھاتے کہ وہ آپ کی اصابت رائے کے قائل ہو جاتے اور سمجھنے پر مجبور ہو جاتے۔ "حقا! در جہانِ خلائق دانندۂ ایں اسرار و رموز تنہا تو ئی مانند تو ہمہ قبیلہ من عالمانِ دیں بودند" کے مصداق آپ کا گھرانہ علمی وجاہت اور مذہبی تقدس کے لحاظ سے تمام بغداد میں ممتاز تھا۔ آپ کے خاندان میں اعلیٰ پائے کے علمائے دین اور بلند مرتبہ اولیاء اللہ ہو گزرے تھے جو علمیت و روحانیت کے لحاظ سے جامع اوصاف تھے اور یہ سب خدا رسیدہ حضرات اپنے ہی خاندان کے بزرگوں سے علمی اور روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ اہلِ بغداد آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ آپ کا طبابت کا کام بھی زوروں پر تھا۔

حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہٗ آپ کے مشکوئے دولت میں پیدا ہوئے۔ حضرت اقدس کا پورا نام شاہ کمال الدین حسن ہے، اور ابو البرکات کنیت سلطان الاوتاد، قطب ارشاد غوث زمن، سید الاکابر، لال دیال، سلب الاحوال، سلطان السالکین، غوث الآفاق اور کبیر ملک العشاق وغیرہ کے القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ صوفیائے کبار بیان کرتے ہیں۔ کہ آسمان پر قطب ارشاد کا نام عبد الرب یا عبد اللہ ہوتا ہے کائنات کی ہر شے اس کے اشارے پر کام کرتی ہے۔ اور یہ مرکز کائنات کے طور پر دور و نزدیک پر حاوی ہوتا ہے۔ چونکہ آپ قطب

ارشاد کے منصب جلیلہ پر فائز تھے۔ لہٰذا آپ کا ملکوتی نام عبد اللہ یا عبد الرب ہے۔ آپ کی زندگی کا پیشتر حصہ مشرقی پنجاب کے علاقہ کیتھل میں گزرا۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ جس کی وجہ سے "کیتھلی" مشہور ہو گئے۔

آپ اپنے زمانے کے بڑے صاحب فیوض و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کا طریقہ صبر و شکر، زہد و اتقا اور عشق و محبت الٰہی تھا۔ تصوف فاقہ بہت عزیز تھا۔ اور آپ ہر وقت یاد الٰہی میں مستغرق رہتے تھے ہندوستان اور دور دراز سے بیشمار لوگ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے۔ اور فیوضات ظاہری و باطنی سے مشرف ہوتے، ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کو آپ سے بہت فروغ ہوا۔ آپ ہندوستان میں قادری سلسلے کے بانی اور برگزیدہ بزرگ مانے جاتے ہیں۔ بیشمار لوگوں کو آپ سے فیض و نعمت حاصل ہوئے اور آپ کے مریدین و خلفا کے ذریعے مخلوق خدا کو بے حد فیض پہنچا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد ماجد حضرت شیخ عبد الاحد کابلی السرہندی نے آپ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ نسبت فردیت حاصل کی اور خلافت بھی پائی۔ اور پھر فیضان قادریہ کا یہ سلسلہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خاندان میں شیخ عبد الاحد کابلیؒ اور حضرت شیخ آدم بنوری رحمہم اللہ تعالیٰ کی وساطت سے جاری ہوا۔ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی اور حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری سے بھی آپ کی صحبتیں رہیں۔ آپ نے اپنی علمیت اور روحانیت سے ان کی شخصیات کو متاثر کیا اور اپنی خاندانی شرافت، عزت نفس حفظ مراتب اور روحانی سربلندی کی وجہ سے ایک عالم کو اپنا گرویدہ کر لیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ آپ کی دعا سے پیدا ہوئے اور بعد میں وہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کے پوتے حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ سے بیعت ہو کر خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو ان کے بچپن میں اپنی انگلی چوسا کر فیضان روحانی سے نوازا تھا۔ اور ان کے عظیم المرتبت بزرگ ہونے کی خوشخبری بھی دی تھی۔ ایک طرف آپ نے اپنے عہد کی شخصیات کو متاثر کیا تو دوسری طرف آپ کی اولاد امجاد نے اپنے خلفاء مریدین اور معتقدین کی تربیت اس انداز سے کی کہ انہوں نے اپنی تعلیمات سے برصغیر ہند و پاک کی قسمت بدل دی۔ آپ کے اخلاف میں اردو اور فارسی زبان کے بلند پایہ ادیب اور صوفی شاعر ہوئے ہیں۔ اور انہی بزرگوں نے برصغیر کے مسلمانوں میں دو قومی نظریہ کو نہ صرف رائج کیا۔ بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ مقبول بنا کر تحریک پاکستان میں نمایاں کردار بھی ادا کیا۔ غرض آپ آسمان معرفت کے آفتاب تھے اور آپ کی ضیائے

باطن سے ایک عالم منور ہوا۔ اور آپ کے علمی و عرفانی فیوض سے برصغیر پاک و ہند کے عوام و خواص نے بلا امتیاز مذہب و ملت استفادہ کیا۔

حسب و نسب اور شجرہ طریقت

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ صحیح النسب سادات عظام اور اولاد امجاد حضرت غوث صمدانی سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب بارہویں پشت میں حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ حضرت شاہ فضیل قادری عرف زندہ پیر سے بیعت تھے۔ اور انہی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ آپ کا شجرۂ طریقت گیارہ واسطوں سے حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔

حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کو نسبت بیعت و اجازت حضرت شاہ فضیل سے انہیں حضرت شاہ گدا رحمٰن ثانیؒ سے انہیں حضرت شاہ شمس الدین عارف ثانیؒ سے، انہیں حضرت شاہ گدا رحمٰن باخدا سے، انہیں حضرت شاہ شمس الدین صحرائی سے، انہیں حضرت شاہ عقیلؒ سے انہیں حضرت بہاؤ الدینؒ سے، انہیں حضرت عبد الوہابؒ سے، انہیں حضرت سید شرف الدین قتالؒ سے، انہیں حضرت عبد الرزاقؒ سے انہیں حضرت سیدنا عبد القادر جیلانیؒ سے، انہیں حضرت ابو سعید مخزومیؒ سے، انہیں حضرت ابو الحسن ہنکاریؒ سے، انہیں حضرت ابو الفضلؒ سے، انہیں حضرت ابو یوسف طرطوسیؒ سے، انہیں حضرت شیخ ابو بکر شبلیؒ سے انہیں حضرت جنید بغدادیؒ سے، انہیں سری سقطیؒ سے، انہیں حضرت معروف کرخیؒ سے، انہیں حضرت موسیٰ رضاؒ سے، انہیں حضرت امام کاظمؒ سے، انہیں حضرت امام جعفرؓ سے، انہیں حضرت امام باقرؓ سے، انہیں حضرت امام زین العابدینؓ سے، انہیں حضرت امام حسینؓ سے انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، انہیں سرور کونین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

حضرت شاہ فضیلؒ سے حضرت عبد الرزاقؒ تک کے خواجگان قادریہ کا ذکر بہت کم تذکروں میں ملتا ہے۔ لہٰذا بے محل نہ ہو گا۔ اگر یہاں ان حضرات کا مختصر طور پر تذکرہ کر دیا جائے ان کے ساتھ ہی سالار سلسلہ عالیہ قادریہ حضرت غوث الاعظم سیدنا عبد القادر جیلانیؒ کا تذکرہ بھی تیمناً شامل کیا گیا ہے کہ اس کے بغیر بزرگان سلسلہ عالیہ قادریہ کا ذکر خیر نامکمل رہے گا۔

۱۔ غوث الاعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

غوث صمدانی سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے بانی ہیں۔ آپ کی ولادت نیعت میں ۱۱/ربیع الاول ۴۷۰ھ (۲/اکتوبر ۱۰۷۷ء بروز پیر) کو ہوئی یہ قصبہ بحیرہ خزر کے جنوب میں گیلان کے قریب واقع ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے شانۂ مبارک پر نبی اکرم ؐ کے قدم مبارک کا نقش موجود تھا۔ آپ کے والد کا نام ابو صالح جنگی دوست اور والدہ کا نام فاطمہ اور کنیت ام الخیر ہے۔ آپ والد کی طرف سے حسنی الاصل سید والدہ کی طرف سے حسینی الاصل سید تھے۔ شجرۂ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ تک اس طرح ہے۔ شہباز لامکانی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن حضرت ابو عبداللہ بن سید یحییٰ زاہد بن سید محمد مورث بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ ثانی بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن مثنےٰ بن سیدنا امام حسین ؑ بن سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) آپ کا نام عبدالقادر ہے۔ جیلان کی نسبت سے جیلانی کہلائے۔ پیرانِ پیر پیر دستگیر، قطب ربانی، غوثِ صمدانی، محبوب سبحانی، غوث الاعظم، غوث الثقلین، غوث العلمین، غوث الارض والسما اور محی الدین وغیرہ کے القاب سے مشہور ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے۔

آپ کی ولادت سے تھوڑا عرصہ پیشتر آپ کے والد کا وصال ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ کے نانا سید عبداللہ صومعی نے آپ کی پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم انہی کے زیر اثر حاصل کی۔ اور اٹھارہ برس تک جیلان میں ہی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ دورانِ تعلیم آپ کو ایک عجیب مشاہدہ ہوا۔ جب آپ مکتب میں جاتے تو اپنے پیچھے عجیب نورانی صورتوں کو چلتا دیکھتے اور جب آپ مدرسہ پہنچتے تو ان صورتوں کو یہ کہتے سنتے کہ "اللہ کے ولی کو جگہ دو۔۔۔ اللہ کے ولی کو جگہ دو"۔۔۔

گیلان میں تعلیم مکمل کر لینے کے بعد آپ نے بغداد شریف کا رخ کیا۔ یہاں آپ نے ابوالوفا علی بن عقیل حنبلی ابو غالب محمد بن حسن باقلانی، ابو سعید بن عبدالکریم، ابوالقاسم محمد بن علی بن احمد، ابوالحسن محمد بن قاضی ابو یعلیٰ، شیخ ابو الخطاب محفوظ الکلوذانی حنبلی، ابو البرکات طلحہ العاقولی، ابو ذکریا یحییٰ ابن علی تبریزی، ابو سعید بن مبارک مخزومی اور ابوالخیر حماد بن مسلم الدباس ایسے نامور علماء اور محدثین سے تفسیر، حدیث، قرأت، لغت، فقہ، طریقت اور شریعت کے تمام علوم

حاصل کئے۔ اور وہ کمال حاصل کیا کہ روئے زمین پر آپ کا ثانی نہ ملتا تھا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے مجاہدات و ریاضات کی طرف توجہ دی چنانچہ ۴۹۵ھ سے ۵۲۱ھ (۱۱۰۲ء سے ۱۱۲۷ء) تک پچیس سال کی طویل مدت میں بہت سے جانکاہ مجاہدے کئے۔ اور زیادہ وقت جنگلوں بیابانوں اور صحراؤں میں مجاہدے کرتے ہوئے گزارا۔ اس کے بعد آپ شیخ ابوسعید مخزومی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت فرمائی ——— اور انہی سے خرقہ خلافت بھی پایا۔

غوث صمدانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا زمانہ بہت ہی پرآشوب تھا۔ افق سیاست پر بے شمار تبدیلیاں نمودار ہو چکی تھیں۔ خلافت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اسلام کی حالت بھی بہت نازک ہو گئی تھی۔ عالم اسلام تین حصّوں میں تقسیم ہو چکا تھا یعنی بنواُمیہ، بنو فاطمہ بنو عباس۔ لیکن یہ حکومتیں اب برائے نام تھیں ان کے آخری حکمران کمزور اور نااہل ثابت ہوئے ان میں زمانے کے خلفشار اور بے چینی کو دُور کرنے اور اسلام میں ایک نئی روح پھونکنے کی سکت بالکل نہ رہی تھی۔ اگرچہ ۳۹۹ھ سے ۴۹۹ھ (۱۰۰۹ء تا ۱۱۰۶ء) تک کے زمانے میں بغداد میں علامہ خطیب بغدادی، علامہ ابن جوزی اور امام غزالی ایسے جیّد علماء اور نامور محدثین و مفسرین نے اپنے طور پر ان پُرآشوب حالات کو درست کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اُن کی یہ کوششیں بارآور نہ ہوئیں۔ اس زمانے میں حسن بن صباح اور اس کے ساتھیوں کا بہت زور تھا ان کی تحریک جسے باطنی تحریک کے نام سے بھی یاد کیا جا رہا ہے کا مقصد یہ تھا کہ علماء و فضلائے وقت کے علاوہ نامور سیاسی شخصیتوں کو بھی قتل کر دیا جائے اور اہل سنّت والجماعت اور عباسی حکومت کو ختم کر دیا جائے مستزاد یہ کہ خلق قرآن کا مسئلہ اور معتزلہ کے عقائد بھی مسلمانوں کے لئے خطرہ بنے ہوئے تھے علمائے سوء نے اسلامی عقائد کی تاویل بالکل مختلف انداز میں کرنا شروع کر دی تھی۔ اس زمانے میں آل بویہ کو بہت عروج حاصل ہو چکا تھا عباسی خلفاء کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ برسرِ عام شیعی مسلک کی تبلیغ کرتے تھے اور عباسی خلفاء خاموش تماشائی بنے سب کچھ دیکھتے لیکن ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکتے عضد اللہ ابوشجاع خسرو بویہ نے حکم دے دیا تھا کہ بغداد کے کسی محلے میں بھی کوئی واعظ صحابہ کرام یا خلفائے راشدین کے فضائل و مناقب علی الاعلان بیان نہ کرے ورنہ اسے سزا دی جائے گی۔

حکمرانوں کی کمزوری، باطنیوں کی چیرہ دستیوں اور علمائے سوء کی زبان درازیوں کے پیش نظر بہت سے علمائے وقت بغداد چھوڑ کر مختلف علاقوں میں چلے گئے تھے۔

ایسے حالات میں ضروری تھا کہ کوئی مردِ خدا پیدا ہوتا جو ان حالات کو سدھارتا اور اسلام کو صحیح معنوں میں عوام اور ریاست میں رائج کرتا۔ سیدنا غوث اعظمؒ نے اپنی توجہ اسی امر پر مرکوز کی اور اپنے خطبات اور تصانیف کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو عام کیا۔ آپ کی یہ کوششیں بار آور ہوئیں اور نہ صرف یہ کہ اسلام صحیح معنوں میں رائج ہوا بلکہ لاکھوں یہود و نصاریٰ نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ آپ کی انہی خدمات کی بناء پر آپ کو محی الدین کہا جاتا ہے۔ آپ کے مشن کا آغاز ۱۶ شوال ۵۲۱ھ (۲۵ / اکتوبر ۱۱۲۷ء بروز منگل) سے ہوا جب آپ کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خواب میں آپ کو لوگوں کو فسق و فجور اور گمراہی سے بچانے کے لئے وعظ و نصیحت کی تلقین کی اور آپ کے منہ میں اپنا لعابِ دہن سات مرتبہ ڈالا چنانچہ آپ نے بیدار ہو کر وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ سب سے پہلے آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ اپنے پیر و مرشد حضرت ابو سعید مبارک مخزومی کی خانقاہ میں شروع کیا۔ آپ کے کلام معجز بیان کی شہرت جلدی ہی چاروں طرف پھیل گئی۔ اور لوگ جوق در جوق آپ کی مجلس میں شرکت کرنے لگے۔ آپ کا وعظ حکمت و دانش سے معمور اور وجد آفریں ہوتا تھا۔ مجلس میں اکابر مشائخ عراق اور علمائے کرام کے علاوہ ملائکہ، جنات اور رجال غیب بھی شرکت کرتے۔ آپ کے ایک شاگرد شیخ عبداللہ جبائی بیان کرتے ہیں کہ آپ کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر ایک لاکھ سے زائد لوگ جو فسق و فجور میں مبتلا تھے، نے آپ کے دستِ حق پرست پر توبہ کی اور ہزار ہا یہودی و نصرانی اسلام سے سرفراز ہوئے ۔۔۔

ایک مجلس میں سیدنا غوث اعظمؒ نے فرمایا کہ "میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے"۔ یہ سن کر شیخ علی بن ابی نصر الہیتی اٹھے اور منبر پر چڑھ کر آپ کا قدم اپنی گردن پر رکھ لیا۔ تمام حاضرین نے بھی ایسا ہی کیا۔ تذکروں میں ہے کہ روئے زمین کے تین سو تیرہ اولیائے کبار نے مختلف مقامات میں آپ کے ارشاد کے مطابق اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں۔

سیدنا غوث صمدانیؒ کے مناقب اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر انہیں لکھا جائے تو کئی مجلدات درکار ہوں۔ یہاں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ آپ تمام اولیاء اللہ میں ایک بلند مقام کے حامل ہیں اور تمام اولیاء اللہ آپ سے فیوض برکات حاصل کرتے ہیں۔ اور ولی کی ولایت کی تکمیل کے لئے آپ کی منظوری نظر کا ہونا ضروری ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات شریف میں لکھا ہے کہ سیدنا غوث الاعظمؒ کے وسیلے کے بغیر کسی ولی کو مقام ولایت نہیں ملتا۔

سیرت وکردار کے لحاظ سے سیدنا غوث صمدانی تمام اولیاء اللہ میں ممتاز ہیں اگر ایک طرف آپ کے مسلمان معاصرین آپ کی تعریف کرتے ہیں تو دوسری طرف غیر مسلم بھی آپ کی توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ آپ اسلامی کردار اور حریت فکر کے پیکر تھے۔ آپ انتہائی کریم النفس، رقیق القلب، فراخ دل اور خوش اخلاق تھے۔ ساری عمر کسی بادشاہ، وزیر یا امیر کے دروازے پر نہ گئے اور نہ ہی عطیات شاہی قبول کئے۔ دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ پاس ہوتا سب غریبوں اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دیتے۔ گھر کا کام کاج خود کر لیا کرتے تھے۔

سیدنا غوث صمدانی نے وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا۔ اور اس طرح عوام الناس کو اسلامی افکار و عقائد سے روشناس کرانا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ بہت سی کتب آپ کی یادگار ہیں جن میں سے یہ مشہور ہیں۔ غنیۃ الطالبین۔ فتوح الغیب، فتح ربانی، مکتوبات قطب صمدانی، دیوان پیران پیر، قصیدہ غوثیہ، چہل کاف، جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر، بوافیت والحکم۔ الیسوع شریف، درود کبریت احمر، سیدنا غوث صمدانی رض نے ۸/ربیع الثانی ۵۶۱ھ (۱۱ فروری ۱۱۶۶ء بروز جمعۃ المبارک) کو بغداد شریف میں وصال فرمایا جہاں آپ کا مزار شریف آج بھی رشد و ہدایت اور عرفان الٰہی کا مینار ہے۔

سیدنا غوث جیلانی نے مختلف اوقات میں چار شادیاں کیں۔ ان ازدواج سے آپ کے ہاں بیس لڑکے اور انتیس لڑکیاں پیدا ہوئیں جو سب کے سب پیدائشی ولی اللہ تھے۔ اور اپنے زمانے میں یہ حضرات اپنے مواعظ حسنہ اور عمل کردار سے اسلام کی تبلیغ کرتے رہتے۔ البتہ آپ کی اولاد میں سے جن صاحبزادوں کو شہرت دوام حاصل ہوئی ان کے نام یہ ہیں۔ شیخ سیف الدین عبدالوہاب، شیخ تاج الدین عبدالرزاق، شیخ شرف الدین عیسیٰ، شیخ ابو اسحٰق ابراہیم، شیخ ابوبکر عبدالعزیز، شیخ ابو زکریا یحییٰ، شیخ عبدالجبار، شیخ ابو نصر موسیٰ، شیخ ابو الفضل محمد اور شیخ عبداللہ،

سیدنا غوث صمدانی سے پہلے تصوف کے بہت سے سلسلے موجود تھے۔ مثلاً ادہمیہ طیفوریہ لوزیہ، تستریہ، قصاریہ، جکمیہ اور جنیدیہ وغیرہ۔ لیکن سیدنا غوث صمدانی نے (جن کا سلسلہ جنیدیہ سلسلہ سے وابستہ تھا) ایک نئے سلسلہ سلوک یعنی سلسلۂ قادریہ کی بنیاد رکھی جس کے آگے سلوک کے تمام سلسلوں کی رونق ماند پڑ گئی۔ اور آہستہ آہستہ وہ لوگوں کے ذہن سے بھی اتر گئے۔ سلسلہ قادریہ کو سلوک کے تمام سلسلوں کی نسبت بہت زیادہ ترقی ہوئی۔ اور اس کی بہت سی شاخیں دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں موجود ہیں۔ دوسرے سلسلوں کے بزرگوں نے بھی سلسلہ

قادریہ سے منسلک ہونے کو باعث فخر سمجھا ہے۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو کسی قسم کا خوف اور فکر نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس کی نسبت حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے ہو جاتی ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ ؎

مُرِیْدِیْ ھِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَاَغْنِیْ ✽ وَاِفْعَلْ مَاتَشَاءُ بِالْاِسْمِ عَالٍ

(میرے مرید! عزم و ہمت سے کام لو، خوش رہو، غنی ہو جاؤ، کسی سے مت ڈرو، جو چاہو کرو، کیوں کہ تمہاری بیعت کی نسبت میرے نام سے ہے جو عظیم و بزرگ ہے)

اور اسی طرح ؎

مُرِیْدِیْ لَاتَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ ✽ عَطَانِیْ رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِ

(میرے مرید! کسی سے خوف مت کرو۔ کہ اللہ میرا پروردگار ہے، اور اس نے اپنی مہربانی و عنایت سے مجھے ایسا بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ کہ میں اس سے ہر آرزو اور دولت کو حاصل کر سکتا ہوں)

اس سلسلے کو ثبات دوام حاصل ہے۔ اس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ جس طرح اس کے سامنے سلوک کے پچھلے سلسلے پھل پھول نہ سکے اسی طرح اس سلسلہ پر زمانہ کے سرد و گرم کا کوئی اثر نہ ہو گا بلکہ یہ سلسلہ تا ابد قائم و دائم رہے گا۔ غوث صمدانی سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں ؎

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا ✽ اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَاتَغْرُبُ

(گزشتہ تمام بزرگوں کے آفتاب غروب ہو چکے ہیں۔ لیکن ہمارا آفتاب ہمیشہ اُفق اعلیٰ پر چمکتا رہے گا اور غروب نہ ہو گا)

سلسلہ قادریہ کی ایک خصوصیت یہ رہی ہے کہ اس سلسلہ عالیہ کے فروغ میں سب سے زیادہ حصہ اُن اکابر اُمت کا ہے جو نسبتاً بھی صاحب سلسلہ یعنی غوث صمدانی سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں ایسے بزرگوں میں حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ اور ان کے اخلاف، حضرت مخدوم محمد گیلانی، حضرت مخدوم عبدالقادر ثانی، حضرت سید حامد گنج بخش، اور حضرت شاہ موسیٰ پاک شہید (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے نام نمایاں طور پر لئے جا سکتے ہیں جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں اس سلسلۂ سلوک کو فروغ دیا۔ اور اسلام کی تبلیغ کر کے یہاں کی کثیر غیر مسلم آبادی کو مسلمان کیا۔

۲۔ حضرت سید تاج الدین عبدالرزاق قدس سرہٗ

آپ کی کنیت عبدالرحمٰن اور ابوالفرح ہے۔ آپ غوث الثقلین حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے فرزند دلبند تھے۔ ۵۲۸ھ (۱۱۳۳ء) میں پیدا ہوئے۔ مروجہ علوم کی کتابیں اپنے والد گرامی سے سبقاً سبقاً پڑھیں۔ اور انہیں سے بیعت ہوئے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا حدیث کی تعلیم اپنے والد ماجد کے علاوہ وقت کے نامور محدثین سے حاصل کی۔ ولایت و امامت میں نہایت بلند درجات کے حامل تھے اور اپنے وقت کے علماء و صلحاء میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ علوم عقلی و نقلی پر گہری نظر رکھتے تھے۔ جلیل القدر، زبردست فقیہ اور عظیم المرتبت محدّث ہونے کی وجہ سے تاج الدین کہلائے اور امام وقت تسلیم کئے گئے۔ آپ کی علمیت کے پیش نظر آپ کو عراق کا مفتی مقرر کر دیا گیا تھا گوشہ نشینی بہت پسند تھی منکسر المزاج اور صابر و شاکر تھے۔ آپ ہی نے حضرت غوث الاعظمؒ کے ملفوظات کو "جلاء الخواطر" کے نام سے جمع کیا ایک روز اپنے والد ماجد کی محفل میں تھے۔ آسمان پر مردانِ غیب کو جاتے ہوئے دیکھ کر ڈر گئے۔ والد بزرگوار نے فرمایا "عبدالرزاق ڈرو نہیں یہ رجال الغیب ہیں۔ اور تو بھی انہی میں سے ہے۔" اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ فرزند عطا کئے تھے، جو سیرت و اخلاق حسن و کردار اور علم و فضل میں بے مثال تھے۔ سید عبدالرزاقؒ کا وصال ۶ / شوال ۵۹۵ھ (یکم اگست ۱۱۹۹ء بروز اتوار) کو ہوا جنازہ پر فقید المثال ہجوم تھا اس لئے نمازِ جنازہ بار بار پڑھی گئی مزار پُرانوار بغداد شریف میں ہے منکسر المزاج، متواضع طبع اور پاکیزہ اخلاق بزرگ تھے۔ آپ کے بارہ خلفاء میں سے حضرت شاہ شرف الدین بہت مشہور ہوئے ہیں۔

۳۔ حضرت شاہ شرف الدین قدس سرّہٗ

آپ بغداد میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلۂ نسب غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔ چونکہ طبیعت میں جلال کا عنصر غالب تھا اس لئے قتال کے لقب سے مشہور ہوئے علم و عمل میں امتیازی شان کے مالک تھے، شریعت و طریقت کے ماہر تھے انشاپردازی میں کمال حاصل تھا۔ شعر گوئی اور ادبی ذوق کے لحاظ سے بھی منفرد تھے عمر کا بیشتر حصہ اپنے مُرشد کی صحبت میں بسر کیا۔ حضرت سید عبدالرزاقؓ فرمایا کرتے تھے۔ کہ خالق حقیقی نے ہم کو امور خلقت

میں مشغول کیا۔ اور شرف الدین کو اپنی ذات کے عشق میں مستغرق کر رکھا ہے۔" آپ کو اویسیہ طور پر فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضان حاصل تھا۔

"خطہ پاک اوچ" کے مصنف نے خانوادہ گیلانیہ وسلسلہ عالیہ قادریہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سندھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے اولین بزرگ شیخ عیسےٰ تھے۔ جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ حضرت شیخ عیسےٰ شرف الدین قتالؒ کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کا قیام کچھ عرصے تک سندھ کے مشہور تاریخی شہر "بالہ" میں رہا۔ خزینۃ الاصفیا" سے بھی ایسا ہی مترشح ہوتا ہے۔ خزینۃ الاصفیا کے مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کے صاحبزادے تھے، حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں رہ کر تمام علوم حاصل کئے تھے۔ اور حدیث وفقہ و وعظ کا درس دیا کرتے تھے۔ تصوف کے موضوع پر ایک کتاب جواہر الاسرار آپ کی تصنیف بتائی جاتی ہے اس سے آپ کے علمی مرتبے کا اندازہ ہو سکتا ہے بقول مفتی غلام سرور حضرت غوث الاعظمؒ سید عبدالقادر جیلانیؒ نے فتوح الغیب آپ کے لئے ہی تصنیف فرمائی تھی۔ آپ نے ۱۷ ارشعبان المعظم ۵۷۳ھ (۱۶/ جنوری ۱۱۸۰ء بروز منگل) کو وصال فرمایا۔ مزار شریف بغداد کہنہ میں مرجع انام ہے آپ کے خلفاء کی تعداد دس بتائی جاتی ہے۔

۴۔ حضرت شاہ عبدالوہاب قدس سرہٗ

آپ حضرت شرف الدین عیسیٰ قتال کے نامور خلیفہ تھے۔ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ تمام وقت ریاضت اور مجاہدہ میں صرف کرتے اپنے وقت کے یگانۂ روزگار عالم تھے آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ ہمیشہ اپنی خانقاہ میں معتکف رہتے تھے۔ عیدین اور جمعۃ المبارک کے سوا کبھی کسی ضرورت سے باہر نہ نکلتے آپ کی ذات سے بے شمار مخلوق خدا فیوض علمی وروحانی سے بہرہ ور ہوئی سینکڑوں علمائے عصر نے آپ سے کسب فیض کیا۔ عمدہ عادات و اطوار اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ خوش گفتار اور رحم دل تھے سخی اس درجے کے تھے کہ غرباء اور مساکین کی پرورش فرماتے۔ طویل عمر پاکر ۲۵ رشوال المکرم ۶۰۳ھ (۲۵/ مئی ۱۲۰۷ء بروز بدھ) کو موضع یبوع سرزمین عرب میں وصال فرمایا اور یہیں آسودہ بخواب ہیں۔ آپ کے سولہ خلفاء ہوئے ہیں۔

۵۔ حضرت شاہ بہاؤالدین قدس سرہ

آپ حضرت شاہ عبدالوہاب کے کامل ترین اور عزیز ترین خلفاء میں سے تھے۔ اپنے مُرشد کی خدمت میں رہ کر ظاہری اور باطنی فیوض سے بہرہ مند ہوئے۔ بچپن ہی سے عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ تسخیر قلوب کا سکہ قدرت کی جانب سے عطا ہوا تھا۔ مُرشد کی ہدایت پر بمبئی میں قیام فرمایا، اور یہاں آپ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ ہزاروں مشرکین اور کفار نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور بے شمار گم کردہ راہ آپ کی تبلیغ سے راہِ راست پر آئے۔ ۱۰ رمضان المبارک ۸۰۲ھ (۱۹ جون ۱۴۰۳ء بروز پیر) کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ مزار مبارک قلعۂ بمبئی میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔ آپ کے آٹھ خلفاء کے نام ملتے ہیں جن میں سے حضرت شاہ عقیلؒ نے بہت نام پیدا کیا۔

۶۔ حضرت شاہ محمد عقیل قدس سرہ

حضرت شاہ بہاؤالدین کے خلیفۂ اجل تھے اور اپنے پیر و مُرشد سے بہت ہی زیادہ عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ زہد و تقویٰ میں وحید العصر تھے۔ جذب و استغراق غالب تھا حالتِ جذب میں جنگل میں چلے جاتے اور مراقبہ اور مجاہدہ میں مشغول رہتے۔ جلال کا یہ عالم تھا کہ کوئی شخص قریب نہ جاسکتا تھا۔ عمر کا بیشتر حصہ بخارا میں گذرا۔ ایک مرتبہ امیر بخارا جب آپ کی زیارت کی غرض سے حاضر خدمت ہوا تو آپ نے حاضرین مجلس کی موجودگی میں اس سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے بادشاہ! بڑھاپے میں بھی تیرا دل خدا کے خوف سے خالی ہے۔ رعایا پر جو کہ بمنزلہ اولاد کے ہے سختی کرتا ہے"۔ بادشاہ پر ان الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ دیر تک روتا رہا اس نے ظلم و تعدی سے توبہ کرلی اور آپ کی صحبت کے اثر سے وہ عاجز و خاکسار بن گیا۔ آپ کا وصال ۱۷ رمضان المبارک ۸۴۲ھ ۲۳ فروری ۱۳۴۲ء بروز ہفتہ کو ہوا۔ مزار شریف بخارا کی سرحد پر موضع کوکان میں واقع ہے کہ جہاں ہر وقت خلق خدا کا ہجوم رہتا ہے۔ آپ کو روحانی فیضان سید عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی حاصل تھا۔ آپ کے خلفاء کی تعداد چھ ہے۔ جن میں سے حضرت شمس الدین صحرائی خلیفہ اکبر تھے۔

۷۔ حضرت شاہ شمس الدین صحرائی قدس سرہٗ

آپ بڑے جلیل القدر عالم اور صاحب ارشاد و طریقت بزرگ تھے۔ فقہ، حدیث، اور تفسیر کے بہت بڑے علامہ تھے۔ آپ کا قیام سمرقند کے قریب صحرا نامی قصبہ میں تھا۔ چنانچہ صحرائی مشہور ہوئے۔ امیر سمرقند اکثر آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوتا اور آپ کے پند و نصائح کو اپنے لئے موجب افتخار تصور کرتا۔ حضرت خواجہ عبید اللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت بابرکت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ شب و روز خلق خدا کی ہدایت و اصلاح میں کوشاں رہے۔ بے شمار بندگان خدا آپ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ یکم ربیع الثانی ۸۱۹ھ (۲۹ / مئی ۱۴۱۶ء بروز جمعہ) کو واصل بحق ہوئے۔ صحرائے سمرقند میں آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہِ خلائق ہے۔ آپ کے چھ خلفاء میں سے حضرت شاہ گدار حمٰنؒ باخدا نے بہت نام پایا۔

۸۔ حضرت شاہ گدار حمٰنؒ باخدا قدس سرہٗ

آپ کی کنیت ابو الفضل ہے۔ علم ظاہری و باطنی میں کامل و اکمل تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ کشمیر کے مشائخ عظام میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے۔ مناسک حج ادا کرنے کے بعد اپنے مرشد کے فرمان پر کشمیر کے خطۂ بے نظیر میں اقامت اختیار کی۔ یہ خطہ اسلام کی ترقی اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی تبلیغی کوششوں کے لئے آپ کا مرہون منت ہے۔ یہاں آپ کی بدولت بہت سے گم گشتہ راہ لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ لوگ لاکھوں کی تعداد میں آپ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ آپ نے عراق و عجم کی سیاحت بھی کی۔ دوران سیاحت حضرت شیخ شمس الدین ثانیؒ آپ کی خدمت اقدس میں باریاب ہوئے۔ بعد از بیعت خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ حضرت شیخ شمس الدینؒ ثانی کے علاوہ آپ کے پانچ اور خلفاء کا پتہ چلتا ہے آپ نے ۳ / جمادی الاوّل ۸۸۰ھ (۴ / اکتوبر ۱۴۷۵ء بروز جمعرات) کو وصال فرمایا۔ مزار مبارک سرینگر میں مسجد بلند سرخ کے نزدیک ہے۔

۹۔ حضرت شاہ شمس الدین ثانی عارف قدس سرہٗ

آپ حضرت گدا رحمٰن با خدا کے اُن نامور خلفاء میں سرفہرست ہیں۔ جن کے فیض روحانیہ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ کو علاقہ طبرستان میں بڑا فروغ حاصل ہوا۔ غایت درجہ بیہلائی وذکر وفکر سے آپ کا رُواں رُواں ذکر میں مشغول رہتا۔ آپ کی نگاہ میں غضب کی تاثیر تھی۔ بیمار اور اپاہج آپ کی نگاہ کیمیا اثر سے شفایاب ہوتے۔ ۶ ربیع صفر المظفر ۹۰۴ھ (۲۳ ستمبر ۱۴۹۸ء بروز اتوار) کو آپ کا وصال طبرستان کے مقام پر ہوا۔ جہاں آپ کا مزار اب بھی عوام وخواص کے لئے زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ آپ کے سولہ جلیل القدر خلفاء ہوئے۔

۱۰۔ حضرت شاہ گدا رحمٰن ثانی قدس سرہٗ

آپ پر حضرت شمس الدین ثانیؒ کی نظر خاص تھی۔ آپ ظاہری وباطنی کمالات کے جامع اور صوری ومعنوی خوبیوں کے حامل تھے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد سلوک ومعرفت کی تربیت حضرت شمس الدین ثانیؒ سے پائی۔ جو شخص آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوتا وہ بہت جلد ادرج طریقت پر پہنچ کر مرتبۂ حضوری حاصل کر لیتا۔ آپ کی ذات بابرکات سے بیشمار بندگان خدا نے استفادہ کیا۔ ہزاروں گم گشتگان بادیہ ضلالت کو راہِ نجات اور صراطِ مستقیم کی دولت ملی ۱۲ ربیع الاوّل ۹۱۷ھ (۹ جون ۱۵۱۱ء بروز پیر) کو وصال فرمایا۔ مزار شریف خیبر بالائے اوسط میں واقع ہے آپ کو اویسیہ رنگ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فیض تھا آپ کے خلفاء کی تعداد بائیس بتائی جاتی ہے۔

۱۱۔ حضرت شاہ فضیلؒ قدس سرہٗ

آپ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے چچا اور مرشد تھے تفصیلی ذکر کے لئے ملاحظہ ہو باب بعنوان مرشد حضرت شاہ کمالؒ۔

ولادت

۸۹۵ ہجری کی ۳ رشوال المکرم (۲۰ راگست ۱۴۸۹ء) تھی۔ اور جمعۃ المبارک کا روز مسعود

یہ جمعہ رہا جبیں مسرت و انبساط خانۂ عمر میں لے کر داخل ہوا۔ خورشید نے سنہری تھال میں سجا کر روپہلی و سنہری شعاؤں کا حسین امتزاج پیش کرنے کے لئے پیش قدمی کی، نہالان چمن لالہ و گل شگوفے برگ و بار اور بلند و بالا اشجار ان کا استقبال کرنے کے لئے آگے بڑھے نکہت باد بہاری اور نسیم روح فزا نے حضرت ممدوح کو مژدہ سنایا۔ کہ مبارک ہو اے صاحب بخت۔ اللہ کریم نے تجھے ایک چاند عطا فرمایا ہے، جو مہر کو بھی خجل و شرمگین کر دے گا۔

اس قمر کا نام "کمال" تجویز کیا گیا۔ جو آپ کے والد ماجد کے حسن ظن کا نتیجہ تھا کسے معلوم تھا کہ یہ بچہ جس کا نام آج کمال تجویز ہو رہا ہے کل اسلام کی ڈگمگاتی کشتی کو سہارا دے گا۔ ملک عراق کا یہ باشندہ ایک دور دراز علاقے برصغیر پاک و ہند میں جاکر خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کردے گا۔ یہ کمال واقعتہً درجہ کمال کو پہنچ کر آسمان ولایت پر خورشید بن کر جلوہ ریزی کرے گا۔ اور اسے دنیائے تصوف میں وہ کمال و مرتبہ حاصل ہوگا جو کہ شاذ و نادر ہی کسی اور کو ملا ہو اس کی بدولت نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے مسلمان چشمۂ اسلام سے اپنی پیاس بجھائیں گے، بلکہ غیر مسلم بھی حلقہ بگوش اسلام ہو کر سعادت دارین حاصل کرنے کے علاوہ اہم ترین خدمات سرانجام دیں گے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت عبدالاحد سرہندیؒ حضرت مجدد الف ثانی حضرت شہ ہاشم بنوتوی، حضرت شیخ طاہر بندگی اور با داستیل پوری رحمہم اللہ تعالیٰ ایسی باکمال ولازوال عظیم المرتبت ہستیاں اس آفتاب سے جلا و بقا حاصل کریں گی، سلسلۂ نقشبندیہ اور سلسلۂ چشتیہ کے حضرات بھی اس کے نام کو حرز جان بنالیں گے، اور نہ صرف یہ کہ یہ سلسلہ قادریہ کو ایک نئے سلسلے "قادریہ کمالیہ" کا بانی بھی ہوگا اور ارض ہند میں سلسلہ قادریہ کا سرتاج بھی قرار پائے گا۔

آپ کی ولادت باسعادت کے تھوڑے عرصے بعد حضرت شاہ فضیل قادریؒ تشریف لائے اور آپ کے والد ماجد سے یوں مخاطب ہوئے کہ "خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ غوث اعظم کی پیشین گوئی پوری ہوئی اور آپ کو ولی کامل وہادی افضل ودیعت ہوا ہے اس کی تربیت صحیح طور پر کیجئے کیونکہ یہ بچہ" اولیاء کے زمرے میں مراتب عالیہ پر فائز ہوگا۔ اور اس کی پرواز سدرۃ المنتہیٰ تک ہوگی اس کا نام کمال ہے، اس کا علم وسیع اور عمر دراز ہوگی۔"

آپ کے سال ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض تذکرہ نگار حضرات سال ولادت ۸۹۵ ہجری لکھتے ہیں اور بعض ۸۳۵ ہجری بتاتے ہیں۔ لیکن اوّل الذکر تاریخ پیدائش ہی صحیح ہے۔ اس کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت حضرت شاہ فضیلؒ بقید حیات تھے۔ جن کی تاریخ پیدائش تاریخ آئینۂ تصوّف کے مصنّف نے ۱۴ صفر ۸۷۱ ہجری بیان کی ہے۔ اب اگر ۸۳۵ ہجری کو تاریخ پیدائش قرار دیا جائے، تو آپ حضرت شاہ فضیلؒ سے ۳۶ سال بڑے ہو جاتے ہیں۔ جو ناممکن ہے۔

راقم الحروف نے حسب ذیل شعر میں شاہ کمال کیتھلیؒ زائیدؒ سے مادہ تاریخ نکالا ہے۔

بخاری چوں پئے سال ولادت سر بجیب آورد
بگفتا ہاتفے "شاہ کمال کیتھلیؒ زائید"!

۸۹۵ھ

ابتدائی عمر اور حصولِ تعلیم

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کی ابتدائی عمر کے حالات بہت کم دستیاب ہوئے ہیں۔ متعدد تذکرے اس بارے میں قطعاً خاموش ہیں۔ اور اگر کچھ نے اس مہم کو سر کرنے کی کوشش کی بھی ہے تو انہوں نے صرف خوارق عادات اور کرامات ہی کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ابتدائی عمر کے حالات ان میں بھی مفقود ہیں۔ جو تاریخی تذکرے اس تاریکی میں ہمارے لئے مشعلِ راہ بنا سکتے ہیں وہ یا تو بالکل نایاب ہیں یا بالکل کم یاب۔

بہر حال جو تذکرے دستیاب ہو سکے ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا دل شروع ہی سے اس دارِ فانی سے سرد ہو چکا تھا یہی وجہ تھی کہ سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی آپ کئی کئی روز متواتر جنگلوں اور صحراؤں میں صحرانوردی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ زمین میں سیر کرو۔ اور قدرت الٰہیہ کے نشانات دیکھو۔ حضرت شہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ سازندہ دل کیے اس فضیلت سے محروم رہ سکتا تھا۔ حضرت اقدس نے مشاہدۂ قدرت الٰہی کے لئے سالوں سیر و سیاحت کی، سمرقند، بخارا، روم و ایران مصر و فلسطین، عراق و حجاز کے بیابانوں اور تپتے ہوئے صحراؤں میں اور اٹلی و سسلی الجزائر و قبرص کی سنگلاخ چٹانوں میں مدتوں پھرا کئے اور قدرتِ حق کا مختلف رنگوں میں نظارہ کرتے رہے زوائد دنیوی سے آپ کو کوئی سروکار نہ تھا۔ محض یاد سے کام تھا سوا اس کی قدرت کے خوب نظارے کئے۔ زبدۃ المقامات کے مصنف نے لکھا ہے کہ "شیخ کمال از شوریدہ سری و آشفتہ سری بیشتر بہ جزائر و مقادیر بسر بُردی"۔

مروی ہے۔ کہ ایک مرتبہ آپؒ کو گھر سے غائب ہوئے زیادہ عرصہ گذر گیا۔ تو آپ کی والدہ محترمہ کو فکر دامن گیر ہوئی، انہوں نے آپؒ کے والد بزرگوار کو با صرار بھیجا کہ آپ کو

تلاش کر کے لائیں۔ سیدنا حاجی عمرؒ نے ہر چند آپ کو تلاش کیا۔ مگر ناکام رہے۔ آخر بہت کوشش کے بعد ڈھونڈ ہی نکالا۔ دیکھا کہ آپ ایک درخت کے نیچے مراقبے کی حالت میں بیٹھے ہیں۔ ماسوا اللہ سے قطع تعلق ہے اور تجلیات ومشاہدات ربانی میں مصروف ہیں آپ کے والد ماجدؒ نے چاہا کہ اپنے فرزند کو گلے سے لگائیں اور آتش فراق سے کباب شدہ سینے کو ٹھنڈا کریں، مگر وہاں تو اور ہی عالم تھا آپؒ اپنے والد بزرگوار کے ارادے سے آگاہی پاتے ہی چل کھڑے ہوئے۔ سیدنا حاجی عمرؒ نے محسوس کیا کہ راستے میں ایک شیر بیاباں حائل ہے۔ یہ حال دیکھا تو واپس جانا ہی مناسب سمجھا اور دل کو تسلی دی کہ ہمارا فرزند جس کیفیت میں ہے اسی میں اس کے لئے اور ہمارے لئے بہتری ہے" واپس آکر آپؒ کی والدہ سے احوال بیان کئے اور فرمایا کہ ہمارا کمال اب دنیا اور علائق دنیا سے آزاد ہو چکا ہے اور رتبہ بلند پر پہنچ چکا ہے۔ اس کو واپس لانا ہماری طاقت سے اور نہ ہی مناسب ہے، وہ اب مشائخ کبار میں سے ہو گیا ہے۔

اور اسی روز سے آپ کو حضرت شاہ فضیلؒ قادری کی شاگردی میں دے دیا گیا۔ آپ نے علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل فاضل استاد کی زیر نگرانی کی۔ قابل جوہری نے بھی اس جوہر کی قدر کی۔ اس کی صلاحیتوں کو مزید جلا دی۔ اور اس عقیق کو تراش کر نگینہ بنا دیا۔ یہیں آپ نے سلوک وتصوف کی تمام منزلیں طے کیں۔ ریاضت ومجاہدہ میں وہ نام پیدا کیا کہ تاریخ تصوف کبھی نہیں بھلا سکے گی ایک عالم آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ حضرت شہ فضیلؒ سے ہی بیعت ہو گئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو اویسیہ رنگ میں حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ سے براہ راست فیض حاصل تھا اور حضرت شہ فضیلؒ کی ارادت محض رسمی تھی۔

محمود علی مائل نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ فضیلؒ کے ہاں غلبہ شوق نے دل کی دنیا ہی بدل دی۔ اور پھر ایک دفعہ بحالت جذب والدین، اہل وعیال اور اعزہ واقربا کو خیرباد کہہ کر مطالعہ قدرت کے لئے جنگلوں اور صحراؤں کی راہ اختیار کی۔ ترقی کیفیات اور وسعت جوش کے لئے اب بغداد اور اس کے مضافات کی زمین تنگ ہو گئی۔ اور یہ دریائے پرجوش ان کوزوں میں کیسے سما سکتا تھا! اس لئے آپ سیر وسیاحت عالم کی مہم پر روانہ ہو گئے۔ غلبہ شوق، شدت احساس، اور کیفیات کی بے تابی، کسی ایک مقام پر کب ٹھہر سکتے ہیں۔

اس لئے آپ کبھی سمرقند، تاشقند اور بخارا کے سرسبز میدانوں میں تو کبھی وسطی عرب کے ریگزاروں میں پہنچ گئے ہیں کبھی روم و شام کے علاقوں میں ہیں۔ تو کبھی بحر خضر اور بحر ظلمات کے ساحلوں پر پھر رہے ہیں۔ اور مصر اور طرابلس کے علاقوں اور بیابانوں میں تسکین فرما رہے ہیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ اس سیر و سیاحت میں مرشد کامل حضرت شاہ فضیل بھی اکثر طور پر ہمراہ رہے اور اس دوران میں مرشد اور مرید نے کئی بار ایک ساتھ حج کیا۔ اس دور میں مختلف ممالک میں آپ سے بیشمار کرامات کا ظہور ہوا۔ اور آپ کی فیض رسانیوں کا چرچا ہر طرف پھیل گیا۔ اس سیر و سیاحت کا مقصد صرف وہی سمجھ سکتا ہے۔ جو اس میدان میں سرگرم عمل ہے عشق ایک شراب ہے، جس کا نشہ بہت تیز ہوتا ہے، اور جس کے ذریعے انسان میں روحانی چمک پیدا ہوتی ہے۔

جب ایک مردِ خدا عشق حقیقی میں کامل ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ علائق دنیوی سے کنارہ کش ہو جاتا ہے، اسے اپنے گرد و پیش کی کوئی خبر نہیں ہوتی اور وہ ان تمام علائق سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ عشق حقیقی کی منازل طے کرتا ہوا نہ معلوم کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے پھر جذب کی حالت تو سونے پر سہاگہ کا کام کرتی ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تک پہنچنے کے دو طریقے ہیں۔ بعض لوگوں کو خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے برسوں جد و جہد کرنا پڑتی ہے، اور کسی کامل مرشد کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ تب کہیں جا کر انہیں یہ دولت ہاتھ آتی ہے۔ اور بعض ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ اللہ انہیں خود اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور پھر مرشد کی نگاہِ کرم برسوں کا راستہ لمحوں میں طے کر دیتی ہے۔ اوّل قسم کی حالت کو حالتِ سلوک کہا جاتا ہے اور موخر الذکر حالت کو حالتِ جذب کہتے ہیں۔

حضرت اقدس بھی سالک مجذوب تھے۔ آپ کی مجذوبیت کے بارے میں زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ ان ایام میں حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ بحالتِ جذب شب و روز جنگلوں اور بیابانوں میں رہا کرتے تھے کئی کئی ماہ تک خورد و نوش کی پروا بھی نہ رہتی تھی۔ ایسا بھی ہوتا تھا۔ کہ صحرائے لق و دق میں یک دم کوئی شہر آباد نظر آتا۔ اور اس شہر کے باشندے آپ کو باعزاز تمام لے جاتے۔ آپ کی دعوت کرتے اور انواع و اقسام کے کھانے آپ کے سامنے چنتے آپ اس شہر میں رات بھی بسر فرماتے۔ لیکن صبح ہوتے ہی وہ شہر نظروں سے غائب ہو جاتا تھا۔ ایک طالب ہی مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے ان صحرا نوردیوں، ان تکالیف اور ریاضات

دعبادات سے کا حقہ لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ کوئی دوسرا نہیں کیا جاتے۔ اور کیا مجھے بلے کاش اب پھر ایک دفعہ وہ روحانی دور آجائے اور ایسے افراد پیدا ہوں جو عوام کو من اللہ کیطرف کی رغبت دلائیں۔ حضرت اقدس کس تمنا کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیشہ جنگل اور بیابانوں میں پھرا کروں۔ دنیا سے علیحدگی اختیار کر کے چپ چاپ اس کے دھیان میں مصروف رہوں لیکن اللہ تعالےٰ نے جو خدمت میرے سپرد کی ہے۔ وہ اس امر سے مانع ہے :

آپ اس صحرانوردی کے دوران میں چھ چھ ماہ کھانے پینے سے بے نیاز رہتے۔ لیکن اس کے باوجود جسامت میں کوئی فرق ظاہر نہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ اس صحرانوردی و بادیہ پیمائی کے عالم میں آپ کا گزر ایک گاؤں سے ہوا۔ جہاں ایک شخص سجنؒ نامی بیری کے پتے اپنے جانوروں کو کھلا رہا تھا اس کے پاس دو روٹیاں تھیں۔ حضرت اقدس نے سجنؒ سے کہا۔ کہ اگر ایک روٹی سے کسی مرد خدا کی مدد کرے گا تو تجھے بے شمار دینی و دنیوی فائدے حاصل ہوں گے۔

سجنؒ نے آپ کو دیکھ کر کہا "عجیب قسم کا درویش ہے جس نے مفت کی روٹیاں کھا کھا کر اپنے جسم کو موٹا کر رکھا ہے۔ اور پھر میری روٹیوں پر بھی نظر جما رکھی ہے جن پر میں بمشکل دن بسر کرتا ہوں"

آپ مطلق ترش رو نہ ہوئے۔ اور اسی عالم مستی میں آگے نکل گئے۔ آپ نے ابھی بمشکل کوس بھر مسافت طے کی ہو گی۔ کہ سجنؒ کے دل میں عشق الٰہی کا ایک تلاطم خیز طوفان برپا ہوا۔ وہ بے تاب ہو کر بے اختیار کلہاڑی کو وڑی، دو شاخہ لکڑی اور روٹیاں لے کر نالہ و فریاد کرتا دواں دواں آپ کے تعاقب میں چلا۔ تجلیات اور مشاہدات نے اس قدر غلبہ کیا کہ عالم بے شعوری اور شوق حضوری میں اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ تمام سامان اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ لیکن سجنؒ کو اس کا مطلق علم نہ ہوا طویل مسافت طے کرنے کے بعد آپ تک پہنچا اور قدموں پر سر رکھ دیا۔ فرش سے عرش تک ہر چیز اس پر واضح ہو گئی۔ اور تکمیل باطنی میں یگانۂ روزگار ہو کر حضرت کی ہمراہی میں مصروف سیر و سیاحت ہو گیا۔

اس صحرانوردی و دشت پیمائی میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جس کی وجہ سے روم کے علاقے میں آج بھی ایک ایسا خاندان موجود ہے۔ جو اپنے آپ کو حضرت شاہ کمالؒ کیتھلی کی اولاد ظاہر کرتا ہے۔ دراصل یہ سلسلہ صلبی و نسبی نہیں۔ بلکہ نظری ہے۔ مصنف گلزار خوارق نے یہ واقعہ خود حضرت اقدس کی زبانی تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ۔ ایک مرتبہ اپنے پیر و مرشد شاہ فضیلؒ کے ہمراہ عالم صحرانوردی میں میرا گذر ایک ایسے مقام سے ہوا۔

جہاں ایک خوفناک اژدھا رہتا تھا۔ اس نے لوگوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ یہ اژدہا وہاں کے بادشاہ کی ایک لڑکی پر عاشق تھا، جو حسن و جمال میں بے مثال تھی۔ بادشاہ کا محل سمندر کے کنارے پر واقع تھا۔ جب یہ اژدھا لڑکی کے دیدار کے لئے پانی سے باہر نکلتا، تو آبادی کے تہائی یا چوتھائی حصے کو ہضم کر جاتا۔ اس کے ختم کرنے کے لئے ہر ہتھیار آزمایا گیا۔ لیکن جب اس کا خاتمہ کسی ہتھیار سے نہ ہوسکا، تو فیصلہ ہوا کہ یہاں سے نقل مکانی کی جائے، لہٰذا آبادی اور بادشاہ اس لڑکی کو چھوڑ کر ایسے مکان پر جا آباد ہوئے کہ لڑکی کو ان کے نام و نشان کا کچھ پتہ نہ چلا خزائن و دفائن ساز و سامان، اشیائے خورد و نوش گوناگوں میوہ جات کا انبار، دو عدد گائیں اور ایک خدمت گار عورت کو اس کے پاس چھوڑ دیا گیا ہمیں اس واقعہ کی اطلاع ملی تو میں اور میرے مرشد شاہ فضیلؒ محل میں پہنچے، دیکھا کہ لڑکی چارپائی پر سو رہی ہے۔ جب بیدار ہوئی۔ تو رو کر کہنے لگی: "اے مردانِ خدا میں اس خوبی و خوبصورتی کی وجہ سے مصیبتِ ناگہانی میں گرفتار ہوں۔ اور دن رات سختی اور مصیبت کی آگ میں جلتی ہوں۔ کیا آپ کو یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ خود کو ہلاکت میں لا ڈالا ہے۔ اب کچھ وقت گذرنے پر اژدھا برآمد ہوگا وہ آپ کی بو سونگھے گا۔ تو فوراً آپ پر حملہ کر دے گا۔ ابھی وہ بہت دور ہے۔ اپنی حفاظت کے لئے یہاں سے کہیں دور نکل جاؤ تو بہتر ہے۔" ہم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ جب ہمیں یہاں لے آیا ہے تو اب بھی وہی ہمارا حامی و ناصر ہوگا۔" مقررہ وقت پر جب اژدہے کے آنے کا شور و ہنگامہ برپا ہوا۔ اور اسے آدم بُو آئی۔ تو وہ سراسیمہ ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا مرشد اکبر حضرت اقدسؒ نے مجھ فقیر کو ایک کنکر دے کر اس موذی کو مارنے کے لئے فرمایا۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ کنکر لگتے ہی اس کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔ لڑکی یہ حال دیکھ کر کوٹھے سے نیچے اُتر آئی۔ اور میرے مرشد اکبرؒ کے قدموں پر گر پڑی۔ اور بعد ازاں وہ اپنی دایہ کے ہمراہ ہماری خدمت کے لئے ہمارے ساتھ ہو گئی۔ ہم پایۂ تخت روم میں پہنچے اور سوداگری کے طور پر ایک دکان کھول لی۔ ہر قسم کی جنس سے دوکان کو آراستہ کیا۔ اور ایسے ایسے قیمتی نوادر جہیا کئے جو اس سے پہلے کسی نے نہ سنے تھے اور نہ ہی دیکھے تھے۔ جب شاہ روم کو اس حال کی اطلاع ہوئی، تو وہ نمائش دیکھنے کے لئے بذاتِ خود آیا۔ ایسی چیزیں دیکھ کر متعجب ہوا۔ اور اس شوق کی تشنگی بجھانے کے لئے روزانہ دکان پر آنے لگا۔ اور حضرت کی خدمت میں گھنٹوں بیٹھنے لگا۔ ایک دن میں نے اپنے پیر و مرشد سے عرض کیا کہ میری یہ منہ بولی بیٹی شاہی خاندان سے ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے

کہ اس کا عقد بادشاہ سے کر دیا جائے۔ حضرت نے میرے خیال کی تائید فرمائی۔ اور جب بادشاہ کے کانوں تک یہ بات پہنچی وہ بھی راضی ہوگیا۔ تاریخ مقررہ پر یہ مبارک رسم ادا کر دی گئی۔ اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے لوٹ آئے۔ قصرِ عارفان میں بھی اس روایت سے ملتی جلتی ایک روایت ملتی ہے جس سے آپ کی سیر و سیاحت کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ بیان ہو چکا ہے کہ دورانِ سیاحت حضرت اقدس کو طعام وغیرہ کی فکر مطلق نہ ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات اپنے برگزیدہ بندے کے لئے آب و دانہ کا بندوبست خود ہی کرتی تھی۔ حضرت اقدس نماز باجماعت میں بھی شاذ و نادر ہی شریک ہؤا کرتے تھے۔ اور علیحدگی میں دیگر اولیائے کبار اور صوفیائے عظام کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ اور ان کے امام ہوتے تھے۔

زبدۃ المقامات میں ہے کہ ایک روز حضرت اقدس کے مریدین میں سے کسی کو حوائج ضروریہ کی وجہ سے باہر جانا پڑا۔ جب جائے طہارت پر پہنچا تو دیکھا کہ اس جگہ ایک دروازہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور اس میں ایک باغ نمودار ہو گیا۔ وہ درویش اس باغ میں چلا گیا۔ وہاں ایک حوض دیکھا۔ جو پانی سے لبالب بھرا تھا، اس کے کنارے ایک جماعت نے بنیان مرصوص کی طرح نماز کے لئے صفیں باندھ رکھی تھیں۔ اور حضرت اقدس اس جماعت کی امامت کر رہے تھے۔ وہ بہت حیران ہوا۔ اور اس حیرانی میں جب اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو اسی جگہ کھڑے پایا۔ جہاں اس نے قصدِ خلا کیا تھا۔

مُرشدِ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ

حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ نے حضرت شاہ فضیل قادریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور آپ ہی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ آپ زندہ پیر کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ رشتہ اور رتبہ کے لحاظ سے حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ کے چچا بھی تھے آپ کا نام شاہ محمد فضیل ہے۔ ابوالمحاسن کنیت اور لقب زندہ پیر (حیات المیر) ہے سلسلہ نسب دس واسطوں سے غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ سے جا ملتا ہے آپ کو روحانی فیض براہِ راست اویسی طریقہ پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ سے تھا۔ تاریخ آئینہ تصوف کے مصنف نے لکھا ہے کہ آپ ۱۴ صفر ۸۲۹ھ (۲۴ ستمبر ۱۴۲۶ء) کو بدھ کے روز مغرب کے وقت بغداد میں پیدا ہوئے۔

سولہ سال تک مسلسل محنت، ریاضت اور عبادت کرنے کے بعد ۱۴ ربیع الثانی ۸۸۷ھ رکیم جون ۱۴۸۲ء بروز ہفتہ) کو عصر کے وقت حضرت شاہ گدا رحمٰن ثانیؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ اور ۱۷ محرم ۹۳۴ھ (۲۴ اکتوبر ۱۵۲۷ء بروز جمعرات) کو ٹھٹھہ (سندھ) میں وصال فرمایا۔ اور یہیں دفن ہوئے۔

قصرِ عارفان کے مصنف نے حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہٗ کا وصال بغداد میں بتایا ہے۔ جو محلِ نظر ہے۔ کیوں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ حضرت سید عبداللہ اصحابی) حضرت شاہ مبین اور حضرت شکر اللہ شیرازی (قدس اللہ اسرارہم) کے ہمراہ برصغیر پاک وہند میں تشریف لائے۔ اور ٹھٹھہ (سندھ) میں وصال فرمایا۔ وہاں آپ کا مزار شریف مرجع انام ہے۔ ٹھٹھہ میں آپ کا مزار حضرت سید عبداللہؒ (اصحابی) کے سامنے چند گز کے فاصلے پر ہے۔ عمارت پرانی ہے اور آثار قدیمہ کے زیر انتظام ہے، وہاں کے عمر رسیدہ لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت شاہ فضیل قادریؒ، حضرت سید عبداللہ (اصحابی) کے ماموں تھے، اور پیر و مرشد بھی حضرت سید عبداللہ (اصحابی) کا فرمان ہے کہ میرے مزار پر آنے سے پہلے ماموں جان کے مزار مبارک پر حاضری دی۔ مزار کے سرہانے نام کا پتھر بھی نصب ہے صدر دروازے پر "حضرت مجدد صاحب کے پڑدادا پیر" جلی حروف میں لکھا ہوا ہے مزار شریف پر زائرین کی آمد و رفت کافی ہے حضرت شاہ فضیل قادریؒ قدس سرہٗ کے مزار کی ٹھٹھہ میں موجودگی کے پیش نظر قصرِ عارفان کی روایت کو درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت کا وصال بغداد شریف میں ہی ہوا ہو وہیں (بطور امانت؟) دفن ہوئے ہوں بعد میں نعش کو کسی وجہ سے) یہاں دفن کر دیا گیا ہو۔ لیکن یہ محض قیاس ہی قیاس ہے۔ سر دست کوئی ثبوت اس کی تائید میں ہمارے پاس نہیں ہے۔

قصرِ عارفان میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ فضیل قدس سرہٗ عالی نسب سید تھے۔ حقائق آگاہ اور عرفان دستگاہ تھے۔ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے خدام سے فرمایا کہ ہمارے لئے قبر تیار کرو۔ فرمان کی تعمیل ہوئی۔ آپ نے غسل کیا۔ اور خاندانی تبرکات مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا موئے مبارک اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کنگھی وغیرہ کے علاوہ شاہ کمالؒ کو خرقۂ خلافت بھی عطا کیا اور فرمایا کہ ان تبرکات اور خرقۂ خلافت کو لے کر جلدی ہی ہندوستان چلے جاؤ۔ ہمارے اسلاف

ابھی نہیں آئے ہیں۔ اور ان کا رجحان سیر و شکار کی طرف زیادہ ہے۔ اگر انہیں اس بات کی اطلاع ہو گئی تو تمہارے ساتھ الجھ پڑیں گے ——— اس کے بعد حضرت شاہ فضیلؒ نے کفن پہنا اور اس قبر میں جو کہ بغداد کے ایک نواحی باغ میں اُن کے لئے بنائی گئی تھی لیٹ گئے اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ شاہ کمالؒ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور قبر کو درست کر کے حسب وصیت ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت شاہ فضیلؒ (قدس سرہٗ) کے صاحبزادے بھی آ گئے۔ اور جب انہیں صورتِ حال کا پتہ چلا۔ تو وہ شاہ کمالؒ (قدس سرہٗ) کے پیچھے دوڑے۔ تاکہ وہ نعمات و تبرکاتِ خاندانی اُن سے واپس لے سکیں اور بغداد سے بارہ کوس کے فاصلے پر حضرت شاہ کمالؒ قدس سرہٗ کو آ لیا۔ آپ نے وہ تمام تبرکات زمین پر رکھ دیئے اور کہا کہ میں تو اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق یہ تمام چیزیں لے جا رہا ہوں۔ اگر آپ اُٹھا سکتے ہیں تو اُٹھا لیجئے۔ حضرت شاہ فضیلؒ قدس سرہٗ کے صاحبزادے نے ان چیزوں کو زمین سے اُٹھانے کے لئے بہت زور لگایا لیکن اُٹھا نہ سکے۔ مجبوراً کفِ افسوس ملتے ہوئے بغداد کو واپس آ گئے۔ اور حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ بخیر و عافیت ہندوستان روانہ ہو گئے۔

حضرت شاہ فضیلؒ قدس سرہٗ کے والد بزرگوار حضرت سید عثمانؒ ایک بلند پایہ عالم اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ کے دوسرے بھائی حضرت حاجی سید محمد عمر ہیں جو کہ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہٗ کے والد ماجد ہیں آپ اپنے عہد کے شیخ المشائخ، یگانۂ روزگار عالم اور علوم ظاہر و باطن میں مقتدر تھے۔ آپ کے تصرفِ باطنی اور خوارق و عادات کی عالم میں بڑی شہرت تھی۔ آپ ابھی کمسن ہی تھے کہ ایک بار حضرت شاہ گدا رحمنؒ تشریف لائے آپ اپنے گھر کے باہر کھیل رہے تھے جب حضرت شاہ گدا رحمنؒ قدس سرہٗ کی نظر آپ پر پڑی تو نہایت شفقت اور محبت سے آپ کے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کے والد بزرگوار سے فرمایا یہ لڑکا ہماری امانت ہے جو ایسا مرد کامل ہوگا۔ کہ ایک جہاں اس کے فیض سے بہرہ ور ہوگا۔ جب جوان ہوئے تو حضرت شاہ گدا رحمنؒ قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچ کر تکمیل علم ظاہری و باطنی کی۔ اور کاملانِ وقت میں سے ہو گئے۔ خرقۂ خلافت قادریہ جو غوث صمدانی حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جاری ہوا تھا وہ خصوصی طور پر حاصل کیا سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بڑا رتبہ پایا۔ اور شریعت و

طریقت میں وہ نام پیدا کیا۔ کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے آپ نے عنوان شباب میں ہی دنیا کی سیاحت فرمائی آپ وسط ایشیا، ایران اور ترکستان کے مختلف شہروں میں گھومے متعدد بار حرمین شریفین کا سفر بھی کیا اور کئی بار حج بیت اللہ شریف سے بھی مشرف ہوئے احیائے دین کے سلسلہ میں مختلف علاقوں اور شہروں میں جاکر لوگوں کو دعوت حق پہنچائی بھٹکے ہوئے ہزاروں افراد کی رہنمائی فرمائی۔ اور انہیں حق کے راستے پر گامزن کیا۔

دوران سیاحت رشد و ہدایت میں مصروف رہنے کے بعد آپ ٹھٹھہ تشریف لائے سندھ میں آپ کی ذات بابرکات سے بڑا فیض جاری ہوا۔ اور بے شمار بندگان خدا نے آپ سے روحانی فیض پایا۔ سلطان شاہ بیگ ارغون اور سلطان حسین ارغون بڑی عقیدت سے آپ کی خانقاہ میں حاضری دیا کرتے تھے۔

آپ نے مختلف ممالک میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت و فروغ کے لئے بہت سے خلفاء بھیجے تھے حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہٗ آپ کے جلیل القدر اور عظیم المرتبت خلیفہ تھے۔ آپ کو اپنے محبوب برادرزادہ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہٗ سے بہت زیادہ محبت تھی چونکہ تصوف و سلوک میں حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہٗ کا مقام بہت بلند اور ارفع تھا اس لئے آپ انہیں میاں عزیز کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

آپ پہلے پہل سندھ میں کچھ عرصہ ٹھہر کر تشریف لے گئے، دوسری مرتبہ اپنے محبوب خلیفہ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہٗ رخصت کرنے کے لئے ایران کے راستے ٹھٹھہ تشریف لائے۔ اور پھر ایام زندگی یہیں ٹھٹھہ میں ہی قیام فرمایا۔ مصنف تحفۃ الکرام کے مطابق سفر میں حضرت سید عبداللہ (المعروف بہ اصحابی) حضرت شاہ مبین اور حضرت شیخ شکراللہ شیرازی قدس اسرارہم بھی ہمراہ تھے آپ جزیرہ عبادان میں بھی بعض ابدالوں کے ساتھ رہے ہیں، اور آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے متعدد بار ملاقات کی۔ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہٗ کے خاندان میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؓ نے حضرت شاہ فضیلؒ قادری قدس سرہٗ کے لئے عالم رویا میں عمر جاوید کی دعا فرمائی تھی آپ زندہ ہیں۔ البتہ جہاں مزار مبارک ہے وہاں سے غائب ہوگئے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی معیت میں بھٹکے ہوؤں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ فضیلؒ قادری قدس سرہٗ سندھ میں ایک ایسے شہر میں تشریف

لے گئے جہاں کفار کا بڑا زور تھا۔ جس جگہ قیام فرمایا وہاں قریب ہی ایک بہت بڑا مندر تھا۔ وقفہ وقفہ کے بعد ناقوس بجتا تھا۔ چونکہ آپ کی عبادت میں خلل پڑتا تھا۔ ایک دن صبح سویرے آپ باہر تشریف لائے۔ بتکدے کے دروازے پر ایک برہمن جو ناقوس بجایا کرتا تھا۔ نظر آیا آپ نے جذبہ میں آکر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا ناقوس بجا کر اہل حق کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو خدا کی قدرت سے اس کے پیٹ میں درد ہوا۔ اور وہ اس دن بیمار ہو کر چل بسا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے۔

آپ کے بلند روحانی مرتبے اور سیر و سیاحت کی وجہ سے آپ کی شہرت ملک کے اندرونی حصوں کے علاوہ ملک سے باہر دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ پر چاروں طرف سے جو یائے حق ٹوٹ ٹوٹ پڑتے تھے۔ اور آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی تھی۔

آپ کے خلفاء کی کل تعداد اٹھارہ ہے جن میں سے حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہٗ خلیفہ اکبر اور ستر خلیفہ اصغر ہوئے ان کے علاوہ بائیس حضرات صاحب مجاز ہوئے ہیں۔ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہٗ کے علاوہ آپ کے نامور خلفاء میں حضرت سید عبداللہ (المعروف بہ اصحابی) حضرت شاہ مبین اور حضرت شیخ شکر اللہ شیرازی (قدس اسرارہم) بھی بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔

عطیۂ شیخ

جب حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہٗ کا جذب و استغراق زیادہ بڑھ گیا اور آپ نے سلوک و معرفت کی تمام منازل بصد تزک و احتشام طے کر لیں۔ اور تمام اسرارِ کائنات و الہیات آپ پر منکشف ہو گئے۔ تو وہ وقت آن پہنچا کہ آپ کو وہ مشن سونپا جاتا جس کے لئے آپ کی تخلیق عمل میں آئی تھی۔ حضرت شہ فضیلؒ نے ۹۲۶ھ / ۱۵۲۱ء میں آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز کیا۔ اور ولایت ہند آپ کو تفویض کی۔ ملک عراق کی کوئی ولائت سونپ دی جاتی، تو کوئی مضائقہ نہ تھا، اتنی دوری پر آنا کارے دارد والا معاملہ تھا۔ لیکن پیر کامل کا فرمان الامر فوق من الادب کا درجہ رکھتا تھا اس کی کسی طرح بھی نافرمانی کرنا دنیائے تصوّف سے اخراج کے برابر تھا۔ لہٰذا آپ ہندوستان کی طرف چل پڑے اور یہاں پہنچ کر نہ صرف سلسلہ قادریہ کو

ترقی و ترویج بخشی۔ بلکہ ہندوؤں کی ایک کثیر تعداد کو بھی مشرف بہ اسلام کیا۔

ہندوستان میں یہ زمانہ بڑی افراتفری اور سیاسی بے چینی کا زمانہ تھا۔ لودھی خاندان کے حکمران ابراہیم لودھی سے اس کی رعایا تنگ آئی ہوئی تھی۔ اور اُمراء و وزراء محلاتی سازشوں میں مصروف تھے۔ ابراہیم لودھی کے خلاف نفرت بڑھ رہی تھی۔ اور ہندوستان پر ظہیر الدین بابر کو حملہ کرنے کی ترغیب کے لئے امرائے حکومت جدوجہد کر رہے تھے۔ قدم پرستی جنم لے رہی تھی بھگتی تحریک جو برسوں پہلے شروع ہوئی تھی اپنا زور دکھا رہی تھی، اسلام میں ہندوانہ رسوم کثرت سے شمولیت کر گئی تھیں۔ اور اس طرح اسلام میں عجیب و غریب رخنہ اندازیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ اور وہ مذہب اسلام جو ارضِ ہند میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا تھا۔ اب ایک نڈھال مریض کی طرح سسکیاں لینے لگا۔ لازم تھا کہ ان حالات میں یہاں کوئی ولی کامل اور ہادی اکمل آتا ...... اسی لئے پیر روشن ضمیر نے یہ ولائیت ودیعت فرمائی تھی۔

آپ عراق سے ملک ایران کے راستے مشہد، نجف اشرف، تبریز اور اصفہان سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں درہ گومل کے راستے داخل ہوئے آپ ابراہیم لودھی کے آخری ایام یعنی ۹۲۷ھ-۹۲۸ (سنہ ۱۵۲۲/۱۵۲۳ء) کے مابین ارض ہند پہ وارد ہوئے۔ اوّل اوّل ٹھٹھہ میں قیام فرمایا۔ یہ مقام کراچی اور حیدر آباد کے درمیان واقع ہے، مغربی پاکستان کے اس قدیم شہر نے زمانے کے بہت سے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ کسی زمانے میں یہ شہر علم و ادب تہذیب و تمدن، فنون لطیفہ اور بین الاقوامی تجارت کا مرکز رہا ہے۔ اور یہاں بیرونجات سے طلباء اور تاجر حصولِ علم و فن اور تجارت کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ اگرچہ حادثاتِ روزگار کی وجہ سے اب یہ ایک مختصر سا قصبہ رہ گیا ہے۔ تاہم اس کے تاریخی کھنڈرات سیاحوں کو دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ جب حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہٗ یہاں تشریف لائے، تو یہاں ہر طرف محدثین و فقہاء کا زور تھا۔ اور یہاں ساداتِ عظام کے پابندِ شریعت بزرگ خاندان قیام پذیر تھے۔ آپ نے یہاں تقریباً دو سال تک قیام فرمایا متعدد بار چلہ کشی کی اپنی ریاضت و مجاہدہ سے ایک عالم کے دلوں کو مسخر کر لیا۔ اور آپ کی قیام گاہ سرمایۂ ارباب بصیرت بنی رہی۔ یہاں سب سے پہلے فاضل اجل ملا سید محمد مدرسؒ قدس سرہٗ مریدی اور خرقۂ خلافت سے شرف یاب ہوئے۔ ملا سید محمد مدرسؒ کی ارادت اور بیعت کا قصہ بہت دلچسپ ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

قیام ٹھٹھ کے زمانے میں حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہٗ پر جذب و ربودگی، اور توحید و فنا کا شدید غلبہ تھا۔ ایسے عارف اور پھر عاشق بہت کم ہوئے ہیں۔ اہل عشق میں تربیت کی شان کم ہوتی ہے کیونکہ ان پر سکر غالب رہتا ہے۔ اور عارفین پر صحو اور افاقہ کی حالت رہتی ہے۔ اسلئے صوفیا ارشاد کرتے ہیں کہ عارفین میں دونوں شانیں کم جمع ہوتی ہیں۔ آپ کے اندر دونوں شانیں جمع تھیں۔ آپ روحانی ترقی کے لئے شریعت کی پابندی کو نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ احتیاطِ شرعی کی یہ کیفیت تھی، کہ اگر کبھی عالم استغراق میں بھی ہوتے جو جذب کا شدید تقاضا ہے، تو نماز کے وقت ہوش میں آجاتے اور بروقت نماز ادا فرماتے۔ نماز باجماعت کی شدت سے کوشش کرتے آپ پر جب کبھی جذب و استغراق کی کیفیت طاری ہوتی، تو جسم پر صوف کے ایک جُبّہ کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہ ہوتا۔ انہی دنوں ٹھٹھ میں خاندانِ سادات میں ایک مدرس سید محمد انتہائی درجے کے متشرع فاضل اور علامہ روزگار رہتے تھے۔ یہ علوم ظاہری میں بڑے بلند مقام کے حامل تھے۔ ان کی ایک بہن بھی تھی جو بڑی عفیفہ، متقی اور ریاضت گزار خاتون تھی، علامہ مذکور شہر کی ایک مسجد میں روزانہ قرآن پاک کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت اقدس یہی صوف کا جُبّہ پہن کر ان کے حلقۂ درس میں کئی بار شریک ہوئے۔ کئی مرتبہ مختلف موضوعات پر ملا محمد مدرس سے بحث مباحثہ ہوا۔ سید محمد مدرس آپ کے بعض امور کو بظاہر خلاف شریعت جان کر بعض امور میں اختلاف رکھتے۔ اور آپکے جانیکے بعد آپ کی [illegible]ائی کرتے۔ سید محمد مدرس کی مخالفت نہ صرف آپ تک محدود تھی۔ بلکہ دیگر مشائخ و صوفی[illegible]ء کی نسبت بھی وہ اکثر و بیشتر سختی سے کام لیا کرتے تھے۔ مگر جب حضرت اقدس درس میں [illegible]امل ہوتے تو سید محمد مدرس کی زبان کو قفل لگ جاتا تھا۔ ان کے شاگرد بھی ان سے کہا کرتے تھے۔ جب آ[illegible] آن[illegible] سامنے ہوتے ہیں تو کچھ بھی نہیں کہتے اور ان کے جانے کے بعد اظہارِ ناراضگی کرتے ہیں بعض اوقات تو سید محمد مدرس آپ کے حق میں سخت اور دل شکن الفاظ بھی کہہ جاتے تھے۔ الغرض مفتوں آپ سے منحرف رہے ۔۔۔۔ ایک دن سید محمد مدرس کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں سید محمد مدرس کی بہن کو ہدایت فرمائی کہ اس مجذوب کی بیعت کر لو۔ اس نے اپنے عالم بھائی سے ذکر کیا۔ انہوں نے جواب دیا: "یہ شیطانی وسوسہ ہے"۔ دوسرے دن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس

عقیقہ کو خواب میں وہی ہدایت فرمائی۔ اس نے عرض کیا "حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ہی کا فرمان ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اگر ایسا کروں تو عالم بھائی کی مخالفت ہوتی ہے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تمہارے بھائی کو بھی ہدایت کر دی جائے گی۔
اسی رات سید محمد مدرس سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ "اس مجذوب کی خاطر ہی تیرے دل میں شرعی امر کو مضبوط کیا گیا ہے۔ اس کی مخالفت چھوڑ کر صدق دل سے مجذوب سے ہدایت طلب کر"۔ جب سید محمد مدرس پر حقیقتِ حال واضح ہو گئی تو وہ بھی اپنی بدگمانی سے تائب ہو کر آپ کے ظاہری و باطنی کمالات و فضائل کے معترف ہو گئے۔ اگلی صبح بیدار ہوتے ہی حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی اور پھر اپنی ہمشیرہ، تلامذہ اور دیگر اساتذہ سمیت حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ آپ نے فیض باطنی سے نوازا۔ پھر تزکیۂ نفس اور سلوک کی منازل طے کرا کر خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔
ٹھٹھہ میں آپ کی شہرت بہت جلد پھیل گئی۔ اور عوام و خواص بلا امتیاز مذہب و ملت آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ یہاں بہت سے غیر مسلموں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ جب ٹھٹھہ کی فضا درست ہو گئی، تو آپ نے ملتان کا رُخ کیا۔ یہاں شیر شاہ کے نائب ہیبت خاں نے آپ کی آؤ بھگت کی۔ اور ہر قسم کی مراعات مہیا کیں۔ لیکن حضرت اقدس نے ان تمام مراعات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور صرف ایک کٹیا میں رہنا پسند فرمایا۔ کچھ عرصے بعد لدھیانہ کی طرف چلے گئے، جہاں آپ کے فیض سے انوار الٰہی کی وہ بارش ہوئی کہ سرزمین لدھیانہ تا قیامت فراموش نہیں کر سکتی۔ تقسیم ہند سے قبل یہاں آپ کی یاد میں ایک میلہ منعقد ہوتا تھا۔ جسے مقامی زبان میں "بڑے پیر کی روشنی" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت نے اپنی مسواک جو ناکارہ ہو چکی تھی پھینک دی۔ یہ حقیر سی چیز کچھ عرصہ پڑی رہی۔ آخر اس نے جڑیں پکڑ لیں۔ کچھ عرصہ بعد اس جگہ ایک ہرا بھرا پودا اُبھر آیا۔ تھوڑی مدّت میں یہ پودا ایک مکمّل درخت بن گیا۔ جس کسی کو کوئی بیماری ہوتی اور وہ اس کی چھال اور پتّے استعمال کرتا تو فوراً شفا ہو جاتی۔ یہی حال آپؒ کے مزار مقدس کے احاطے میں کھڑی ہوئی کھرنیوں کا ہے۔
کچھ عرصہ بعد آپ نے سرزمین لدھیانہ کو بھی الوداع کہا۔ اور پایل[1] (سرہند شریف) کا

---

[1] پایل تراج سرہند میں واقع ہے۔ اور سرہند سے چھ سات کوس پر ہے۔ (مولف)

رُخ کیا کیوں کہ جس قسم کے مرکز کے لئے آپ کوشاں تھے، وہ ابھی تک بیسر نہیں آسکا تھا۔ اس لئے جگہ بہ جگہ اور مقام بہ مقام پھر رہے تھے۔ پایل میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد بزرگوار شیخ عبد الاحد سرہندیؒ قدس سرہٗ قیام پذیر تھے، جو بعد میں سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ سے بیعت ہوئے۔ اور خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے ابھی آپ کو ایسی جگہ کی تلاش تھی۔ جہاں بیٹھ کر آپ اپنے مقصد کے حصول کے لئے کام کرتے۔ چنانچہ آپ نے یہاں سے بھی کوچ کیا۔ اور آخر وہ مقام مل ہی گیا جس کی تلاش میں آپ سرگرداں تھے۔ یہ کیتھل شریف تھا۔ چنانچہ آپ نے سرزمین پایل (سرہند شریف) کو آب وحدت سے سیراب کرتے ہوئے کیتھل شریف کی سرزمین پر نزول اجلال فرمایا۔ اور اس سرزمین نے بھی کشادہ پیشانی اور خندہ لبی سے استقبال کیا۔

ہمراہانِ سفر

حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہٗ ہندوستان میں ۹۲۷ ہجری کے اواخر میں وارد ہوئے، اور سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت شکر اللہ شیرازی، حضرت سیّد شاہ عبداللہ، اور حضرت شاہ مبین قدس اللہ اسرارہم تھے، حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہٗ ہندوستان میں آنے کے بعد اوّل اوّل ٹھٹھہ میں مقیم ہوئے۔ یہ حضرات بھی آپ کے ہمراہ ہونے کی وجہ سے اسی طرف گئے۔ لیکن حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ کچھ عرصہ ٹھٹھہ میں قیام کرنے کے بعد ہندوستان کے مغربی علاقے کی طرف چلے آئے اور آخر کیتھل کو اپنا مسکن بنایا۔ تاہم آپ کی یاد میں اس جگہ جہاں آپ نے قیام فرمایا تھا، عقیدت کے طور پر عقیدت مند عرس وغیرہ مناتے رہتے ہیں۔

ذیل میں آپ کے ان تینوں ساتھیوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جو آپ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے۔

حضرت شکر اللہ شیرازی :-

شیراز کے ایک عالی نسب سیّد گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، جن کا طریقہ صبر و شکر اور اشاعتِ علومِ دینی تھا۔ آپ کے والد کا نام سیّد وجیہہ الدین تھا۔ آپ کے دادا سیّد

نعمت اللہ اور پر دادا حضرت عرب شاہ، ہرات اور شیراز کے بلند پایہ علماء میں شمار ہوتے تھے۔ اور دن رات علوم دینی کی نشر و اشاعت میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت شکر اللہ شیرازی کا شمار حضرت شاہ فضیل قادری کے خلفاء میں ہوتا ہے۔

حضرت شکر اللہ شیرازی قدس سرہٗ کا سال ولادت متعین نہیں ہو سکا ہے، البتہ تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ بن۔ لوغت کو پہنچنے کے بعد دین کی تبلیغ کے لئے ۹۰۶ ہجری میں قندھار چلے گئے اور بیس سال تک دین اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ یہ سلطان شاہ بیگ کا زمانہ تھا۔ جو نہ صرف خود عالم تھا بلکہ علماء کا قدر دان بھی تھا۔ اور درویشوں سے خاص عقیدت رکھتا تھا۔ آپ کی شخصیت سے وہ بہت متاثر ہوا۔ اور آپ سے اس کی عقیدت بڑھتی گئی جب شاہ بیگ نے سندھ فتح کر لیا۔ اور ٹھٹھہ کو دار الحکومت بنایا۔ تو آپ بھی ٹھٹھہ میں تشریف لائے۔ اور سندھ کے علاقے کو تبلیغ اسلام کے لئے ہموار کرنے لگے۔ شاہ بیگ کا بیٹا شاہ حسین بھی اپنے والد کی طرح آپ کا عقیدت مند تھا۔ اور والد کے انتقال کے بعد اس نے آپ کی عزت و تکریم میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ شاہ حسین نے آپ کو آپ کے علم و فضل اور دینی عظمت کے اعتراف کے طور پر شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا۔ اور قاضی القضاۃ کا عہدہ بھی آپ کے سپرد کیا تھا، جس پر آپ کافی عرصے تک فائز رہے لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد اس عہدے سے علیحدگی اختیار کر لی اور بقیہ عمر عبادت اور تبلیغ دین میں گذار دی۔

منقول ہے کہ جب آپ قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے، شاہ حسین نے ایک تاجر سے گھوڑے خریدے۔ لیکن اسے رقم ادا نہ کی، اس پر تاجر نے آپ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ آپ نے شاہ حسین کو طلب کر لیا۔ بادشاہِ وقت کمرۂ عدالت میں ملزم کی جگہ کھڑا ہو گیا۔ مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی، کچھ قیل و قال کے بعد بادشاہ شاہ حسین نے عدالت کے روبرو مدعی کو راضی کر کے مقدمہ ختم کر دیا۔ جب راضی نامہ ہو چکا تو شیخ شکر اللہ قدس سرہٗ نے دستور کے مطابق اٹھ کر بادشاہ کی تعظیم کی اور موزوں جگہ دی۔ دراصل شاہ حسین شیخ کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ اسی لئے اس نے یہ مقدمہ بنایا تھا۔ دوران گفتگو شاہ حسین نے مسکراتے ہوئے، اپنا خنجر نکالا اور کہا، یا شیخ آج میں اسے اس لئے کر میں باندھ کر آیا تھا کہ مبادا آپ یا آپ کا عملہ میری رعایت میں قانون شریعت کو نظر انداز کر

دے۔ تو میں خود اس خنجر سے سزا دیتا۔ حضرت شکر اللہ قدس سرہ نے تبسم کناں اپنی مسند کے نیچے سے ایک برہنہ تلوار نکالی اور فرمایا "قسم ہے اس پیدا کرنے والے کی میں نے بھی یہ برہنہ تلوار اسی ارادے سے رکھی تھی کہ اگر بادشاہ خلافِ شریعت قدم اٹھائے اور کوئی شخص اس کو ٹوکنے کی جرأت نہ کرے۔ تو میں خود اس "تلوار" سے سیاستِ شرعی بجالاؤں گا۔"

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آپ اور آپ کے دیگر ساتھیوں میں بے حد اتحاد تھا۔ اسی لئے آپ نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی "اگر کوئی مصیبت یا مشکل آپڑے تو میری وفات کے بعد ان تینوں میں سے ہی کسی سے رجوع کرنا۔"

حضرت شکر اللہ شیرازی قدس سرہ کی اولاد بھی باکمال تھی۔ اس گھرانے سے ہر کہ و مہ فیضیاب ہوتا رہا ہے۔ سندھ کا مشہور شاعر اور بے مثال مورخ میر علی شیر قانع آپ ہی کے خاندان کا ایک فرد تھا۔

حضرت شکر اللہ شیرازی قدس سرہ کا مزار مبارک ٹھٹھہ میں مکلی پہاڑی پر حضرت سید عبداللہ شاہ قدس سرہ کی درگاہ سے ملحق جانب مغرب آج بھی اہل اللہ کے لئے مرجع حاجات ہے۔

حضرت سید شاہ عبداللہ قدس سرہ :۔

آپؒ حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد میں سے تھے اور حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہ کے خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہ رشتے کے لحاظ سے آپ کے ماموں بھی تھے۔ اسی طرح آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے پھوپھی زاد بھائی بھی ہوئے۔ حضرت شاہ کمالؒ کے ہمراہ ۹۲۷ ہجری میں ٹھٹھہ میں وارد ہوئے اور یہاں مکلی نامی پہاڑی پر مقیم ہوئے اور ساری عمر اسی پہاڑی پر گذار دی اور یہیں وصال فرمایا۔ تمام عمر مجرد رہے آپ کا مزار مبارک مکلی پہاڑی پر ہی واقع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بارشوں کی وجہ سے ایک مرتبہ آپ کی لحد مبارک منہدم ہوگئی۔ ان دنوں آپ کے تایازاد بھائی حضرت حافظ اللہ گجرات (کاٹھیاواڑ) میں مقیم تھے۔ آپؒ نے بشارت پائی کہ لحد مبارک منہدم ہو چکی ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے خلیفہ ابوالبرکات گجراتی اور شیخ یعقوب کو طلب کیا۔ اور فرمایا۔

ہمارے چچا زاد بھائی سید عبداللہ ٹھٹھہ میں مکلی پہاڑی پر آرام فرما ہیں: آپ کا مزار مبارک بہت دن گذر جانے کی وجہ سے مسمار ہو چکا ہے، جس کی وجہ سے انہیں پریشانی ہے" تم جاؤ اور اسے درست کراؤ۔ ہر دو خلفاء ٹھٹھہ تشریف لائے اور لحد مبارک کی نشان دہی فرماکر مزار شریف تعمیر کرایا۔ ۹۲۱ ہجری میں مزار مبارک پر باقاعدہ گنبد بنوایا گیا۔ جس میں آپ کو اصحابی لکھا گیا ہے۔ تب سے آپ کا لقب اصحابی پڑ گیا.... ممکن ہے کہ یہ نسبت چار اصحاب کی وجہ سے ہو۔

تحفۃ الکرام میں آپ کے فیض کے بارے میں لکھا ہے کہ "مکلی کی پہاڑی پر آنے جانے والوں کو جو فیض ان بزرگ سے ہوتا ہے۔ قلم میں ان کے بیان کرنے کی طاقت نہیں"

مزار شریف کا گنبد سبز ہے۔ پاکستان بن جانے کے بعد کسی عقیدت مند نے بہت بڑا صدر دروازہ اور مسافر خانہ تعمیر کرا دیئے ہیں۔ آپ کا عرس ۱۴/شوال المکرم کو ہوتا ہے۔

حضرت شاہ مبین قدس سرہٗ:-

آپ کا اصل نام شاہ ببنہ ہے، اور عرف شاہ مبین، آپ کا شمار بھی حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہٗ کے خلفاء میں ہوتا ہے۔ حضرت شاہ کمالؒ اور حضرت شکر اللہ شیرازی قدس اسرارہم کے ہمراہ ۹۲۷ ہجری میں ہندوستان تشریف لائے آپ غوثِ اعظم سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ اور حضرت سید شاہ عبداللہ کے عزیز ہیں جب آپ ٹھٹھہ تشریف لائے تو اپنے کشف و مجاہدہ اور کمالاتِ ریاضت و عبادت سے ایک عالم کو گرویدہ بنا لیا۔ اور بڑے بڑے علماء و فصحا آپ کے در دولت پر حاضری دینے لگے اور ہزاروں کی تعداد میں مرید ہوئے۔

آپ نے بھی حضرت سید عبداللہ قدس سرہٗ کی طرح تمام عمر تجرد میں گذاری۔ اور صبر و شکر اور رضاء الٰہی کے طریقے پر عمل کرتے رہے۔ آپ تمام عمر ایک مرید کے گھر میں مقیم رہے، اس مرید کی قبر آپ کے قدموں میں موجود ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش و تاریخ وصال کی صحیح تعیین نہیں ہو سکی۔

شہر کیتھل

اندر جہاں شہرے ندیدم ہمچو کیتھل خوش مقام
تا کہ آسودند در وے اولیائے خوش کرام (تاج)

کیتھل شریف مشرقی پنجاب (ہندوستان) کے ضلع کرنال کی ایک تحصیل اور قدیمی شہر ہے جو دہلی سے ۱۲۴ میل کے فاصلے پر عرض بلد ۲۹۰، ۴۸، ۲۷ شمال اور طول بلد ۲۵، ۲۶، ۲۶، ۷۶ مشرق پر واقع ہے۔[1] اس کے نزدیک ہی مشہور تاریخی مقام اور ہندوؤں کا مقدس شہر تھانیسر (کوروکشیتر) اور پانی پت واقع ہیں۔ جہاں تین مشہور جنگیں لڑی گئیں جنہوں نے بالائی ہندوستان کی قسمت کا پانسا پلٹ دیا۔ اسی جگہ رضیہ سلطانہ دختر سلطان شمس الدین التمش کا مزار ہے۔

یہ شہر بدھ کیار نامی جھیل کے کنارے واقع ہے۔ جس میں نہانے کے لئے جگہیں اور سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ سلاطین کے عہد میں یہ بڑا اہم مقام تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے اسطوری سورما یودھشٹر نے اس شہر کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن روائتی طور پر اسے ہندوؤں کے دیوتا ہنومان سے منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ کسی زمانہ میں یہاں بندروں کی بہتات تھی۔ اس لئے اس جگہ کو کپتھل کہا جانے لگا ہندی زبان میں "کپس" بندر کو کہتے ہیں..... اور "تھل" رہنے کی جگہ کو۔ لیکن حوادثِ روزگار کی نذر ہو کر یہ لفظ کیتھل کی صورت اختیار کر گیا۔ جو اب تک زبان زدِ عام ہے۔ بعض اصحاب اس مقام کو "کیتھر" یا "کینتھل" لکھتے اور بولتے ہیں۔ جو بالکل غلط ہے ان ناموں کا کوئی شہر ہندوستان میں موجود نہیں۔

یہ شہر حوادث روزگار کی وجہ سے بہت دفعہ بسا اور بہت دفعہ اُجڑا۔ آخر اکبر کے دور میں اسے جدید صورت ملی، اور یہاں پہلی دفعہ قلعہ تعمیر ہوا۔ محمد شاہ رنگیلا کے عہد میں علاقہ کرنال پرگنے کی حیثیت رکھتا تھا اور تیرہ دیہہ پر مشتمل تھا۔ ۱۷۳۳ء میں حکومتِ دہلی نے یہ علاقہ ایک بلوچ قمر الدین خاں کو جاگیر میں دے دیا یہ شخص ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ کے

---

[1] پروفیسر رشبروک ولیمز نے اپنی کتاب A HAND BOOK OF TRAVELLER IN INDIA, PAKISTAN BURMA AND CEYLON مطبوعہ ۱۹۶۵ء میں لکھا ہے کہ آج کل کیتھل ضلع کا صدر مقام ہے (مؤلف)

دہلی کے قتل عام میں مارا گیا۔ اس کے مرنے پر عظیم اللہ خاں نامی شخص نے ایک افغان اختیار خاں کے ساتھ مل کر اس جاگیر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، لیکن ناکام رہا، اور ایک دوسرے افغان عنائیت خاں نے قبضہ کر لیا۔ اسے سید برادران نے نکال باہر کیا، لیکن کچھ عرصے بعد عنایت خاں نے پھر قبضہ کر لیا۔ قمرالدین خاں کے بھائی تہور خاں نے ۱۷۵۶ء میں ایک ہزار کی فوج لے کر عنایت خاں پر حملہ کیا۔ لیکن منہ کی کھانی پڑی۔ اور اس طرح کیتھل پر بلوچوں کا قبضہ ختم ہو گیا اور افغانوں کی حکومت شروع ہوئی ...... لیکن اس عنایت خاں کی دشمنی عظیم خاں منڈل سے تھی جو کیتھل سے شمال کی طرف بیوہا نامی گاؤں سے ۵ میل دور، بھور نامی گاؤں پر حکمران تھا۔ عظیم خاں نے عنایت خاں کو جھگڑا ختم کرنے کے بہانے بلا کر قتل کر ڈالا۔ ۱۷۶۷ء تک کیتھل پر دونوں بھائی حکومت کرتے رہے جسے صحیح معنوں میں حکومت نہیں کہا جا سکتا۔

۱۷۶۷ء میں ایک طاقتور سکھ بھائی دیسو سنگھ نے کیتھل پر حملہ کر کے افغان برادران کو شکست دی۔ بھیک بخش تو جلا وطنی میں مر گیا، لیکن نیامت خاں پر سکھ فاتح نے عنایات کی بارش کی اور کئی گاؤں جاگیر میں دیئے۔

بھائی دیسو سنگھ جیسلیر کے راجپوت خاندان کے ایک با اثر فرد گور بخش سنگھ کا چوتھا لڑکا تھا۔ ان کے کلاراں نامی علاقے میں چند گاؤں جاگیر کے طور پر ملکیت میں تھے۔ اس نے ترقی کرتے کرتے ۱۸۲۴ء سمت بکرمی (مطابق ۱۷۶۷ء) میں کیتھل پر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ کردار کے لحاظ سے بھائی دیسو سنگھ اتنا اچھا نہ تھا، لیکن رعایا کی بہبودی کی خاطر اس نے کئی کام کئے اس نے پہلی مرتبہ کیتھل کا اصلی قلعہ تعمیر کرایا اور اسی طرح کئی دوسرے قلعے بنوائے۔ سانگنکے سے کیتھل تک نہر بھی کھدوائی اور دریائے سرستی پر بہت سے بند تعمیر کروائے، بھائی دیسو سنگھ نے گیارہ بارہ برس حکومت کرنے کے بعد ۱۷۷۸ء میں وفات پائی۔ اس کی چار بیویاں، (روپ کور، مائی بھاگاں، رام کور اور مائی بھولی) اور تین لڑکے (بہال سنگھ، خوشحال سنگھ اور لال سنگھ) تھے۔ خوشحال سنگھ بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا۔

باپ کے مرنے کے بعد بہال سنگھ تخت نشین ہوا۔ کیونکہ اس کا بڑا بھائی لال سنگھ سلطنت دہلی کے تحت نظر بند تھا۔ لیکن اس کی ماں نے چالیس ہزار روپے کی رقم ادا کر کے اسے چھڑا لیا۔ اس نے آتے ہی اپنے بھائی کو تخت سے اتارا۔ بہال سنگھ نے دو ایک

دفعہ بغی وطغیان کی کوشش کی، آخر لال سنگھ کے حامیوں نے اسے قتل کر دیا۔ لال سنگھ زیادہ تر کیتھل میں رہتا تھا، پرلے درجے کا عیاش اور شرابی تھا تاہم چھوٹے سردار اس کی عزت خوب کرتے تھے۔ اور اس کی شجاعت کے معترف تھے۔ اس نے انگریز جرنیل جارج ٹامس کو شکست دے کر عظیم کارنامہ سر انجام دیا تھا لارڈ ولزلی کے رفیق کار جرنیل لارڈ لیک نے بھی اس کی کافی تعریف کی، اس کے مرنے کے بعد اس کا نابالغ لڑکا پرتاپ سنگھ تخت پر بیٹھا۔ جو بارہ سال کی عمر کو پہنچتے ہی ۱۸۲۳ء میں فوت ہو گیا اور اس کا نابالغ بھائی، اودے سنگھ تخت نشین ہوا۔ اور اس کی والدہ اس کی نگران مقرر ہوئی۔ اودے سنگھ کو عمارات بنوانے کا بہت شوق تھا۔ اس کے دور میں کیتھل کے شہر کو بہت وسعت اور خوبصورتی نصیب ہوئی۔ اودے سنگھ نے کرنال میں ایک عالی شان محل تعمیر کروایا، اور بدھ کیارنامی تالاب پر پل بھی تعمیر کرایا تھا، اس نے دریائے سرستی پر ایک بند بھی تعمیر کرایا تھا جو کیتھل سے سولہ سولہ میل اردگرد کے علاقوں کو سیراب کرتا تھا لیکن یہ بند انگریزوں نے تباہ کر دیا تھا۔ آخری عمر میں اودے سنگھ بیمار رہنے لگا تھا آخر ۱۱ مارچ ۱۸۴۳ء کو بیس سال حکومت کرنے کے بعد کیتھل میں ہی مرگیا۔ اس کے بعد سکھ بھائیوں میں کوئی قابل حکمران پیدا نہ ہوا، آہستہ آہستہ سکھوں کی حکومت بھال سنگھ کے زمانے میں قتل و غارت اور بغی وطغیان کی وجہ سے کمزور ہونے لگ گئی تھی۔ چنانچہ ۱۸۰۸ء میں انگریزوں نے اسے اپنی تولیت میں لے لیا تھا اور پرتاپ سنگھ انگریزوں کی تولیت میں ہی حکومت کرتا رہا۔ اور جب سکھوں میں کوئی قابل ذکر حکمران نہ رہا تو ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے پنجاب فتح کر کے کیتھل کو اپنی عمل داری میں شامل کر لیا۔

۱۸۶۷ء میں پہلی دفعہ کیتھل میں تیسرے درجے کی میونسپل کمیٹی قائم کی گئی۔ اور ۱۹۰۸ء میں پہلی دفعہ یہاں ایک اسلامیہ سکول ہندوؤں کے لئے علیحدہ ایک سکول، ایک گرلز سکول اور آریہ سماج قائم کئے گئے۔ جنہیں حکومت سے امداد ملتی تھی۔ اب یہاں یونیورسٹی کالج بھی کھل گئے ہیں۔

یہاں باجرے، گیہوں، دالوں، چاول، روئی اور گنے کی کاشت خوب ہوتی ہے کیتھل شروع ہی سے صنعت وحرفت کا مرکز رہا ہے اس امر کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۱۸ء میں یہاں روئی اوٹنے چاول چھڑنے اور اناج پیسنے کے پانچ کارخانے قائم تھے جن میں سے زیادہ تر ہندوؤں کی ملکیت تھے۔ اور اب تو روئی کاتنے اور اوٹنے کے کارخانے

بکثرت ہیں۔ تقسیم برصغیر کے بعد سے اب تک مزید متعدد کارخانے کھولے جا چکے ہیں اور اسے ایک صنعتی شہر بنا دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس شہر کی خوبصورتی میں اضافہ ہو گیا ہے۔

دستکاریوں میں یہاں کے کمبل اور لکڑی کا کام مشہور ہیں۔ گھریلو استعمال کے برتن، چارپائیوں کے پائے اور بچوں کے کھلونے بہت خوبصورت بنتے تھے۔ اب ان صنعتوں نے بہت ترقی کر لی ہے۔

تحصیل کیتھل کا رقبہ ایک ہزار دو سو اکیس مربع میل ہے۔ اور ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے اندازے کے مطابق تحصیل کیتھل کی آبادی تین لاکھ اکتالیس ہزار دو صد چھیانوے اور شہر کی آبادی پچیس ہزار سات سو تیئیس نفوس پر مشتمل ہے۔

ایک فصیل جو نصف پکی اور نصف کچی ہے، شہر کے مخالف سمت کو گھیرے ہوئے ہے شہر کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے مشرق کی طرف کرنالی دروازہ اور شمال کی طرف کھوکھ اور سورج کنڈ دروازے اور مغرب کی طرف قصائی دروازہ قابل ذکر ہے۔

رضیہ سلطانہ کے مزار اور قلعہ کی عمارت کے علاوہ کیتھل کی قدیم عمارتوں میں حسب ذیل عمارتیں قابل ذکر ہیں۔

۱۔ شیخ صلاح الدین بلخیؒ کا مزار:۔

یہ مزار سیون دروازے کی طرف واقع ہے کہا جاتا ہے کہ شیخ صلاح الدین بلخی جو شیخ بلخیؒ کے نام سے معروف ہیں بلخ کے شہزادے تھے ہندوستان میں ۵۹۸ء میں تشریف لائے اور کیتھل کی ایک لڑائی میں کام آئے۔ یہ مزار شیخ بلخیؒ کے پوتے نے بنوایا تھا۔ ستون اور گلبد کے اندرونی حصے میں عربی کلمات کھودے گئے ہیں۔ جن میں احادیث اور قرآنی آیات شامل ہیں کیتھل کے ایک راجہ نے شیخ بلخیؒ کے مزار کا تعویز اتار لیا تھا، لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کا معاوضہ اسے جلدی مل گیا اور وہ جلدی ہی کیفر کردار کو پہنچ گیا اس راجہ کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

مزار کی تمام عمارت سنگِ رخام سے بنائی گئی ہے۔ تاج الدین انصاری قادری (متوفی ۱۲۸۲ ہجری) نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے شیخ صلاح الدین بلخیؒ کے ساتھ شیخ نتھن کا نام بھی لیا جاتا ہے جو شیخ بلخیؒ کے ساتھ ہی شہید ہوئے تھے۔

تاج الدین انصاری قادری فرماتے ہیں۔

شیخ صلاح الدین بلخیؒ و دیگر تن شہید

روضہ اش تعمیر کردہ اند از سنگِ رخام

نزہتہ الخواطر کے مصنف نے لکھا ہے کہ شیخ بلخی نے ۹۶ سال کی عمر پائی اور جمعہ کے روز ۹ ذی الحجہ ۶۴۳ھ کو وصال فرمایا۔

نقوش (لاہور نمبر) میں منشی محمد الدین فوق کی کتاب مآثر لاہور کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو محمد عبداللہ قریشی نے مرتب کیا ہے۔ محمد دین فوق نے اس کتاب میں لاہور کے پیر بلخی کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کے آخر میں محمد عبداللہ قریشی نے اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"میں حضرت فوق مرحوم کے اس تحقیقی مضمون میں اتنا اضافہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ہماری خوش قسمتی سے لاہور کے عجائب گھر میں ایک عربی کتبہ موجود ہے جس پر کوفی و نسخ خط میں مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے یہ غالباً پیر بلخی کے مزار ہی کا پتھر ہے"۔

"ھذا مقبرۃ الشھید الشیخ ابو المحامد الحسن ابن محمد الحسین ابوبکر الذکری البلخی رحمۃ اللہ وقد عاش ثمانیہ و تسعین سنۃ وفات فی یوم الجمعۃ التاسع من ذی الحجہ وھی یوم عرفہ من ثلاثۃ واربعین وستمائیۃ"

(یعنی یہ مقبرہ شیخ ابوالمحامد الحسن بن محمد الحسین ابوبکر الذکری البلخی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے تحقیق وہ ۵۹۱ھ میں زندہ تھے اور ۶۴۳ھ میں جمعہ کے روز ۹/ذالحجہ کو جو عرفہ کا دن تھا شہید ہوئے)۔

"اس کتبے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا اسم گرامی حسن تھا اور کنیت ابوالمحامد۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام محمدؒ الحسین ابوبکر تھا۔ آپ بلخ کے رہنے والے تھے ۵۹۸ھ میں لاہور تشریف لائے اور یہیں ۶۴۳ھ میں جمعہ کے روز ۹/ذالحجہ کو شہید ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب لاہور میں سنہری مسجد تعمیر کی گئی اور وہاں تک پہنچنے کے لئے سڑک کو سیدھا کرنے کی ضرورت پیش آئی تو مزار کو چھوٹا کیا گیا اور اس شکست و ریخت میں کتبہ یہاں سے خرد برد ہو کر کسی طرح عجائب گھر میں پہنچ گیا۔ جہاں اب تک محفوظ ہے"۔

کتبے کے بارے میں محمد عبداللہ قریشی کا بیان محض ظن و تخمین پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتبہ کیتھل کے شیخ صلاح الدین حسن بلخی کے مزار کا ہے۔ جسے محمد عبداللہ قریشی نے غلطی سے

لاہور کے پیر بلخی سے منسوب کر دیا ہے۔ نزہتہ الخواطر میں شیخ صلاح الدین[1] حسن بلخی کے حالات دیئے گئے ہیں اس میں بھی شیخ صلاح الدین بلخی کے کتبے کی اس عبارت کا ذکر ہے جس کا تذکرہ محمد عبداللہ قریشی نے کیا ہے۔

دوسری جنگ عظیم سے کچھ عرصہ پہلے ان شیخ بلخی کا مزار آٹھ ستونوں پر مشتمل تھا اور یہاں ایک عربی کتبہ نصب تھا۔ ان آٹھ ستونوں کی مناسبت سے لوگ شیخ بلخی کو "آٹھ تھمبا پیر" بھی کہتے تھے۔ یہ کتبہ بہت پرانا ہونے کی وجہ سے گر گیا تھا چنانچہ حکومت نے آثار قدیمہ کے تحت لاہور کے عجائب گھر میں محفوظ کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ منشی محمد الدین فوق نے اپنی کتاب مآثر لاہور میں اس کتبۂ مزار کا ذکر ضروری نہیں سمجھا۔ علاوہ ازیں تاریخ لاہور کے مصنف نے پیر بلخی کا سالِ وصال ۶۲۹ھ تحریر کیا ہے اور محمد الدین فوق نے اسی کو تسلیم کیا ہے جبکہ کیتھل کے شیخ بلخی کا سن وصال ۶۴۳ھ ہے ان شواہد کی بناء پر کہا جا سکتا ہے، کہ محمد عبداللہ قریشی نے جس کتبہ کو لاہور کے پیر بلخی سے منسوب کیا ہے درحقیقت اس کا ان سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ کیتھل کے شیخ صلاح الدین حسن کے مزار کا کتبہ ہے۔

۲۔ مسجد شیخ طیب:۔

شیخ طیبؒ کیتھل کے بہت زاہد و عابد شخص تھے۔ انہوں نے یہ مسجد خود شہنشاہ اکبر کے عہد میں تعمیر کی تھی، مسجد کے گنبد پر ملمع کاری کی گئی ہے۔ شیخ طیبؒ نے ۹۸۳ھ میں وفات پائی۔

۳۔ شاہ ولایت کا مزار:۔

یہ مزار حضرت خواجہ عبدالرشید المعروف شاہ ولایت صوفی بدھنی کا ہے، جو قطب الاقطاب حضرت خواجہ بختیار کاکی کے خلیفہ تھے، عرصے تک کیتھل میں دین اسلام کی

---

[1] GAZETTEER OF DISTRICT KARNAL 1882 A-D میں شیخ صلاح الدین کو شیخ شہاب الدین لکھا ہے۔ لیکن تاج الدین انصاری کے تعید سے اور نزہتہ الخواطر میں شیخ صلاح الدین لکھا ہے جو زیادہ مستند ہے۔

تبلیغ کرتے رہے، یہ مزار مبارک غوریوں کے عہد میں تعمیر ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت
شاہ ولایتؒ کے والد نے یہ مزار تعمیر کرایا تھا کیتھل کے آس پاس اور سیون کے علاقے
میں کافی زمین درگاہ کے اخراجات کے لئے وقف کی گئی تھی۔

۴۔ استھان انجنی (والدۂ ہنومان)

یہ عمارت بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ ایک مندر ہے، جسے ہنومان کی ماں کے نام پر
پکارتے ہیں۔ اسے ہندوؤں نے تعمیر کیا۔ اور یہ ہندوؤں کی بہت بڑی عبادت گاہ تصور
کی جاتی ہے۔

ابوالقاسم ہندو شاہ المعروف فرشتہ نے کیتھل کے شہر کی خوبصورتی اور رونق کی
بہت تعریف کی ہے۔ ضیاء الدین برنی مصنف تاریخ فیروز شاہی نے بھی یہاں اپنی ننھیال ہونے
پر فخر کیا ہے۔ ہمارے خیال میں کیتھل کو "مدینۃ الاولیاء" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ یہاں اولیاء اللہ اور
شہدا کی ایک کثیر تعداد آسودہ بخواب ہے۔ ان اولیاء اللہ میں ہر سلسلۂ سلوک سے تعلق
رکھنے والے حضرات شامل ہیں۔ اور ان میں سے اکثر نے یہاں عہد سلاطین میں رشد وہدایت
کی شمع روشن کی۔ ان حضرات نے اپنے اپنے عہد میں اسلام کی سربلندی، اعلائے کلمۃ الحق
۔۔۔۔۔ اور تبلیغ حق کے لئے ہر ممکن ذریعے سے کام لیا اور اپنے طور پر مقدور بھر
کوشش کی ان حضرات میں سے اکثر کے احوال و مقامات کا تذکرہ، عرفاء کے تذکروں میں ملتا ہے
اس کتاب میں ان حضرات کی مساعی کا فرداً فرداً تذکرے کی گنجائش نہیں اور نہ ہی ان حضرات
کی تبلیغ و ترویج اسلام کے لئے مساعی فی الحال ہمارا موضوع ہے۔ البتہ ہم یہ ضروری سمجھتے
ہیں کہ ان حضرات میں سے نمایاں بزرگوں کے ناموں کا اندراج یہاں کر دیا جائے، تاکہ
ایک تو ان کے نام محفوظ ہو جائیں اور دوسرے اندازہ ہو سکے کہ کیتھل میں
کیسے کیسے عظیم حضرات آرام فرما رہے ہیں۔ اور ان بزرگوں کی وجہ سے مذہبی تاریخ میں کیتھل کو
کیا مقام حاصل ہے[1]۔

---

[1] ایک بزرگ تاج الدین انصاری قادری نے کیتھل کے بارے میں ایک نظم لکھی ہے جس میں اکثر اولیائے
کرام کے نام بھی منضبط ہو گئے ہیں قارئین کی ضیافت طبع کے لئے نظم ذیل میں دی جاتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۵۶ پر)

ان بزرگانِ دین کے نام حسب ذیل ہیں۔
سید کمال ترمذی چشتی خلیفہ خواجہ عثمانی ہارونی[1] خواجہ عبدالرشید شاہ ولایت عرف شیخ صوفی بدھنی مکی مدنی، سید بحلیم بالا بخت، ہفت شہدا[2]، شاہ ابراہیم سہروردی کیتھلی

حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۵

در جہاں شہری ندیدم ہچو کیتھل خوش مقام	زانکہ آسودند دروی اولیائے خوش کرام
نام پیرانِ معظم شرح سازم یک بیک	کز کرامت در جہاں ہستند مشہور العوام
شیخ صوفی مکی صاحب ولایت کیتھل است	صد درود از ما رسد بر روح پاکش والسلام
شیخ نصیرالدین رستم حاجی واحمد شکر	ہفت شہدا غازی وہم شیخ عبداللہ امام
حضرت شاہ کمال قادری پیر کبیر	بعدۂ شاہ سکندر دین پناہ قطب الانام
شیخ زیرک عرف میدانی امان اللہ شہید	ہم دگر سید کمال ترمذی پیری عظام
حضرت خواجہ ولی اللہ نیز پیری بدیہہ	شیخ ابراہیم پیری کیتھلی فرخندہ نام
سید ابراہیم غازی باصد و مردی شہید	باز قطب الدین پیری ہست با عظمت کرام
پیر بحلیم و دگر مخدوم ماموں بھانجہ	نیز پیری غیب مرداں واصل ہر صبح و شام
شیخ ابراہیم گورستانی و شاہ شہاب	بعد ازاں پیری بیابان است باصد احتشام
باوا سینتل داس را از عارفان حق بدان	زانکہ او از خاندان قادری نوشیدہ جام
ہر کہ در ہر روز و شب این نامہا یاد آورد	باشد او اندر جہاں با فتح و با نصرت مدام
وانکہ در شب جمعہ ساز طوف ایشاں را بدل	با مراد خود رسد و ز بخت گردد شاد کام
تاج محمود آنکہ مدح شان نوشت از جان دل	گشت مشہورِ جہاں طوطی صفت با خوش کلام

(تاج الدین محمود انصاری کیتھلی)

[1] مشہور اُردو انشائیہ نگار سید سجاد حیدر یلدرم اور ان کی بیٹی معروف اُردو ناول نگار قرۃ العین حیدر انہی سید کمال ترمذی کی اولاد ہیں (مولف)۔

[2] دو سو عربی افراد کی ایک جماعت تبلیغ اسلام کے لئے ہندوستان کے اس علاقے میں آئی۔ یہاں کفار سے جنگ ہوئی۔ ان عربی مبلغین میں سے اکثر شہید ہو گئے۔ ایسے ہی شہدا میں سات بھائی بھی تھے جو ایک ہی قبر میں دفن ہیں۔ اور ہفت شہدا کے نام سے مشہور ہیں ان کا مزار بدھ کیار تالاب کے شمالی طرف حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہٗ کے پچھلی طرف واقع ہے۔ (مولف)

شیخ سلیم عرف مخدوم آرام شاہ خلیفہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، شاہ زیرک المعروف بہ پیر جیلانی، سید شاہ ابراہیم عرف پیر گھوڑا، امام ناصر الدین نبیرہ حضرت امام علی موسیٰ رضا، شیخ صلاح الدین حسن بلخی، امان اللہ حسینی، شاہ ولی کیتھلی، شیخ محمد صدیق چشتی کیتھلی، تاج الدین کیتھلی، خواجہ سبز خط ہمشیرہ زادہ شاہ کمال ترمذی چشتی، مخدوم حامد خراسانی فرزند کلاں سید کمال ترمذی چشتی، حسام الدین سجادہ نشین سید کمال ترمذی چشتی، سید حسین المعروف پیر جھاڑی، سید رمضان شاہ، مبارک شہید بخاراں، غائب غازی (واقع مورتی دروازہ)، غائب غازی (واقع محلہ پنہیاریاں)، شہید، رضا شہید، مبارک ثانی شہید، حاجی دریائی، الٰہی بخش شہید، نوشہ شہید، ملک شہید، نتھن شہید، خواجہ شہید، سید شمس الدین شہید، سید جمال، فخر الدین شاہ، قطب الدین چشتی، سید عمر شاہ، شیخ عبداللہ امام، مہتاب شاہ، شیخ طیب قادری، سید جمال ثانی، بیگو شاہ، سید نظام الدین بکیری، بلّو پیر، رستم علی شاہ، شاہ محمد، سید عالم شاہ، سید وزیر شاہ، کول شاہ، حضرت بید یا، شاہ بھیک، شیخ مبارک چشتی قادری، شاہ شہاب الدین چشتی، (رحمہم اللہ تعالیٰ) —— اور ان بزرگوں کے علاوہ خاندانِ عالیہ قادریہ کمالیہ کے بزرگوں یعنی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ اور آپ کے اخلاف کے مزارات بھی کیتھل میں ہی ہیں۔

مذکورہ بالا حضرات کے مزارات کے علاوہ کیتھل میں حضرت بو علی شاہ قلندر اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی چلّہ گاہیں مرجعِ خلائق ہیں۔

کیتھل کے نواحی علاقوں میں جن بزرگانِ دین نے شہرت حاصل کی ان میں میراں شاہ سلطان احمد اکبر رفاعی، خواجہ علی شہید، سید حسین ترمذی شیر گڑھ، مردان غائب (سیرہٹہ) شاہ شہاب الدین چشتی (تہادڑ) شیخ عبداللہ امام (گھونگ) اور شاہ محمد شریف نیاولی (نیاول اور تراوڑی) (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے آنے تک کیتھل میں کفر و الحاد کا چرچا تھا، ہندوؤں اور سکھوں کا زور تھا۔ لوگ لہو و لعب میں مصروف تھے۔ اور عادات رسوم میں قدیم عربوں سے ملتے جلتے تھے۔ اس لئے اس مشرکانہ مرکز کی شکست کے لئے دو بلند پایہ ہستیاں خواجہ عبدالرشید شاہ ولایت عرف شیخ صوفی بدھنی اور سید کمال الدین ترمذی چشتی (قدس اسرارہم) بہت پہلے یہاں اپنا روحانی و باطنی کمال دکھا چکے تھے۔ انہوں نے یہاں کے لوگوں کو نیکی کا راستہ دکھایا، تعاون علی البر اور نہی عن المنکر کا درس دیا۔ یہ حضرات اپنی مساعی میں

کافی حد تک کامیاب ہوئے لیکن ابھی بہت کچھ باقی تھا جس کی تکمیل حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ اور آپ کی اولاد کے ہاتھوں ہونا تھی۔ یہاں پہنچ کر حضرت اقدس نے تشنگانِ رشد و ہدایت کے سینوں کو جامِ وحدت سے معمور کیا۔ کفر والحاد کی گھٹاؤں اور تیرہ و تار فضاؤں کو ختم کیا۔ سرکش و بیباک اور وحشت خیز بگولوں اور خلافِ اسلام رسموں کو مٹایا۔ چنانچہ آگے چل کر اسی سرزمین سے نور و عرفان کے وہ سوتے پھوٹے جس سے ایک چمنستانِ بوقلموں عالمِ وجود میں آیا۔ اس شمعِ معرفت و رشد و ہدایت پر پرشش جہات سے ایمان و عرفان کے متلاشی پروانوں کا ہجوم رہنے لگا۔ اور اس سرزمین میں سلسلہ عالیہ قادریہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔

علم و فضل

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ ایک علمی و ادبی اور خالص مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اس سے پیشتر یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت کے والد ماجد یگانۂ روزگار تھے۔ اور نواح شہر کے علاوہ بیرون جات کے بہت سے فضلاء و علماء ان سے پیچیدہ مسائل کے سمجھنے کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ اور وہ ان مسائل کو نہایت خوش اسلوبی سے سلجھایا اور سمجھایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت اقدس کی والدہ ماجدہ بھی اس وقت کی عورتوں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔ ایسے علمی گھرانے میں بچے کی پرورش کیوں کر اچھی نہ ہوگی؟ جب وہ مذہبی ماحول میں آنکھ کھولے گا، تو لازماً مذہب کا رنگ (۲۱) پر بھی چڑھ جائے گا۔ آپ کے والد بزرگوار کی صحبت، والدہ ماجدہ کی پرورش اور مرشد کامل کی تربیت نے آپ پر یہ اثر کیا۔ کہ آپ پر اس دنیائے فانی کی حقیقت واضح ہو گئی۔ اور آپ سراپا اس محبوب حقیقی کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے۔ جو سب کا رازق ہے۔ اس سرگردانی میں آپ نے مختلف ممالک کی سیر کی، اور فرمانِ خدا یعنی زمین میں سیر کرو اور قدرت الٰہیہ کے نشانات دیکھو، کے مطابق مختلف رنگوں میں فطرت کا مطالعہ کیا۔ اس سیر و سیاحت سے جہاں آپ کے دل کے لئے تسلی کا سامان بہم پہنچایا۔ وہاں آپ کے علمی و ادبی ذخیرے میں بھی اضافہ کیا۔ اس کے علاوہ ان دنوں بغداد علم و فن کا منبع و مخزن تھا۔ یہاں کی فضا نے آپ کو بے حد متاثر کیا۔ پھر حضرت شاہ فضیل قادریؒ ایسے متبحر عالم اور جید فاضل کو آپ کی تعلیم پر مامور

کیا گیا۔ جنہوں نے نگارہ اوّلین میں ہی بھانپ لیا کہ ذوق وشوق کے اس پتلے میں کوئی ایسی خامی نہیں جسے پورا کیا جائے اور علم وادب کا یہ رسیا تو رسماً ادھر آنکلا ہے۔ تاہم پرانی صلاحیتوں کو جلا بخشی اور خوب بخشی۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف آپ علم وفن کے درخشاں آفتاب۔ علم وعرفان الٰہی کے بحرِ مواج اور دنیائے ادب کے مہرِ تاباں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بلکہ آپ روحانیت فلسفۂ اخلاق ونفسیات اور علم الکلام کے ماہر اُستاد بھی ہیں۔ اس علم وفضل کے پیش نظر اور حالتِ جذب کو دیکھتے ہوئے حضرت شاہ فضیل نے بعض مریدین کو آپ کی مریدی میں دیدیا تھا۔ آپ کے ایام سیاحت کے دوران میں آپ کے علمی وادبی، اور مذہبی ذخیرے کی شہرت دُور دراز ممالک تک جا پہنچی تھی، جس کی وجہ سے مختلف مقامات سے لوگ آکر اس منبع علم وفن سے فیض حاصل کرتے۔ بلادِ ہند میں جب آپ کی شہرت پہنچی تو ہزارہا لوگ آپ کے دیدار کے مشتاق نظر آنے لگے۔ اور جب آپ ارضِ ہند میں وارد ہوئے۔ تو شش جہات سے علم و عرفانِ الٰہی کی اس شمع پر پروانے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ اور خواجہ فتح علی خانؒ، شیخ عبدالاحدؒ کابلی سرہندی، ہاشم بنوتوی، شاہ یوسف بھکری، ملا محمد مدرس سندھیؒ اور قاضی عبدالرحمان دیپالپوری وغیرہ قدس اسرارہم نے علم کے اس روشن مینار سے جس قدر ممکن تھا فائدہ اُٹھایا آپ کے علمی تبحر اور شانِ جلالت سے یہ لوگ ازحد متاثر ہوئے اور اسی لئے اس طرف کھنچے چلے آئے۔

پھر حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہٗ آپ کے پوتے ہیں جنہوں نے آپ ہی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ اور آپ ہی کی آغوشِ عاطفت میں پرورش پائی۔ اس قابل جوہری نے اس عقیق کو اس طرح تراشا کہ یہ نگیں بن گیا۔ اور جب آپ کے وصال پر نیابت غوثیہ حضرت موصوف کے ہاتھ میں آئی۔ تو ہر طرف سے لوگ اس بحرِ لامتناہی سے فیض حاصل کرنے کے لئے بیتاب نظر آنے لگے اور شیخ سرہندی حضرت مجدد الف ثانیؒ، شیخ طاہر بندگیؒ، ملا عبدالرحمنؒ دیپالپوری محمد اسلام بہاری وغیرہ قدس اسرارہم نے فیض روحانی حاصل کیا۔ ان بزرگان کی علمی حیثیت آفتاب درخشاں کی طرح ہے۔ آج اسلامی ممالک کے بیشتر علاقوں میں ایسے بہت سے بزرگ ہیں جو ان اصحاب سے فیض حاصل کرتے رہے ہیں اور اب بھی علم ودین کی اشاعت میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ میراثِ علم جو دنیا کے ایک حصے کے لئے موجبِ ہدایت بنی اس کے ایک عظیم المرتبت رکن رکین حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ ہیں۔ حضرت اقدس کے

جلیل القدر خلفاء مریدین اس امر کی شہادت ہیں کہ آپ روحانی علم و فضل کے لحاظ سے اپنے زمانے کے اولیائے کبار میں یگانۂ روزگار کی حیثیت کے مالک تھے اور آپ کا محبوب ترین مشغلہ روحانی علوم کی اشاعت رہی ہے۔

تذکروں میں حضرتِ اقدس کے مکتوبات کا ذکر ملتا ہے یہ مکتوبات ہماری نظر سے گذرے ہیں۔ اور اس وقت میز پر ہمارے سامنے کھلے پڑے ہیں ایک سالک مجذوب کے یہ خطوط علم و ادب کا ایک حسین مرقع ہیں۔ انہیں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ آپ کس قدر متبحر عالم اور جیّد فاضل تھے۔ اور روحانیت کی کیسی کیسی تجلیات آپ کے یہاں موجود تھیں۔

تنوع کے لحاظ سے آپ کے خطوط، خطبے اور پند و نصائح دنیائے علم کے لئے بہترین سرمایہ ہیں لیکن افسوس کے ساتھ تحریر کیا جاتا ہے کہ ان بیش قیمت جواہرات کو صحیح تبصرے اور تنقید کے ساتھ یکجا نہیں کیا گیا ہے۔ جو کچھ میسّر آیا ہے۔ وہ بلا تشریح و تحشیہ ہے۔ اصل خطوط فارسی زبان میں ہیں اور مخصوص طرزِ نثر میں لکھے گئے ہیں۔ جو ایک عالم و فاضل ہی کا حصّہ ہو سکتا ہے۔ خود اس زمانے کے خطوط سے ان خطوط کا مقابلہ کیا جائے۔ تو ایک بیّن فرق نظر آتا ہے۔ اگرچہ اس وقت ان خطوط کا اُردو ترجمہ ملتا ہے۔ لیکن اس میں وہ چاشنی اور وہ حلاوت نہیں جو اصل خطوط کا طرۂ امتیاز ہے۔ کیونکہ بعض الفاظ ایسے تھے جن کا یا تو ترجمہ نہیں ہو سکا۔ اور اگر ہوا بھی ہے، تو مترجم نے بہت لاپرواہی کا ثبوت دیا ہے۔ اور کچھ عجیب قسم کا ترجمہ کیا ہے۔ اس طرح وہ حلاوت باقی نہیں رہی جو اصل خطوط کا مابہ الامتیاز ہے۔ تاہم دو آتشہ شراب سہ آتشہ کا مزہ دے سکتی ہے اور انفعلائے دماغ اور ادبی ذوق کے معیار کو سمجھنے والے اصحاب ان تراجم سے بھی لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

یوں تو یہ خطوط مختلف اصحاب کے نام تحریر فرمائے گئے ہیں لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر حضرت شاہ موسےٰ ابوالمکارم اور شیخ عبدالاحد کابلی قدس اسرارہم کے نام ہیں۔ آپ زیادہ تر ایسے خطوط کا جواب تحریر فرمایا کرتے تھے۔ جو اہم مسائل کے بارے میں ہوتے تھے۔ تمام خطوط قدیم انداز میں تحریر کئے گئے ہیں۔ اوّل القاب ہیں، پھر دعائیں اور پھر احوال وغیرہ۔ اکثر و بیشتر خطوط اس طرح شروع ہوتے ہیں۔ ...

"بعد دعاء و سلام، مدحت و ثنا۔ دائم در طلب و رضائے مولا (مکتوب الیہ کا نام وغیرہ) مشتاق لقا، مسکین یعنی میلے نسکین فقیر حقیر اسیرِ نفس شریر احقر الانام

کمال تام، مقیم خطۂ کیتھل کی طرف سے مطالعہ فرمائیں۔ ہماری طرف ہر طرح خیریت ہے۔ اس محب کی سلامتی تمام عزیزوں اور متعلقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواہاں ہوں۔"

اس کے بعد آپ کو جو کچھ بیان کرنا ہوتا ہے، وہ بلا کسی تمہید و تعارف کے شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس میں گنجلک اور تعقید نام کو نہیں آنے دیتے خطوط کا ایک ایک لفظ ظاہر کرتا ہے کہ کاتب سامنے بیٹھا درس میں مشغول ہے۔ اب ہم ذیل میں خطوط میں سے چند اقتباسات درج کرتے ہیں۔

اس سے پیشتر کسی جگہ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جذب اور سلوک تصوف کی دو اہم اصطلاحات ہیں جنہیں عام آدمی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اور مختلف طریقوں سے ان کی تاویلات کرتے ہیں۔ حضرت اقدس ایک سالک مجذوب تھے۔ اپنی اس طبیعت کے بارے میں حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ کو ایک خط میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

اے فرزندا میری یہ طبیعت کچھ نفس کی رہنمائی سے پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ جو کچھ ہے۔ اللہ کی طرف سے ہے۔ پردۂ غیب میں جو کچھ پوشیدہ ہوتا ہے راز رحمانی اور حکمت سبحانی پر عیاں ہو جاتا ہے۔ جو کچھ وہ کرتا ہے، خود کرتا ہے۔ ہمیں کرنے نہ کرنے سے کیا واسطہ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ عوام اللہ کے دوستوں کی ہزار ہا شکائتیں اور ان پر بے شمار طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اس لئے کہ درویشوں پر طعن و تشنیع قدیم سے ہوتے آئے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے کرام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کی سنّت قدیم ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا نیز یہ آیۂ شریفہ کہ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ بھی اس مضمون کی آئینہ دار ہے ؎

اے خدا بر عاشقاں خوشنود باش ❊ عاشقاں را عاقبت محمود باد!

اس مقام میں زیادہ وہی قیل و قال کرتا ہے، جو راز سے ناواقف ہوتا ہے۔"[1]

دیکھئے نبی اور ولی کے فرق کو کس طرح واضح کرتے ہیں :۔

---

[1] مکتوب بنام حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ۔

"وقت اپنے موقع پر خود پکار اُٹھتا ہے۔ کہ اُٹھ اور شراب پی۔ اور جوش و خروش پیدا کر۔ جب حقیقت آشکار ہوتی ہے تو نبی نبی ہوتا ہے اور ولی ولی۔ نبی صاحبِ وحی ہوتا ہے اور ولی اپنے کام میں پوشیدہ رازوں کا محرم ہوتا۔ نبی صاحبِ اعجاز ہوتا ہے اور ولی صاحبِ کرامت۔ نبی صاحبِ نبوت ہوتا ہے اور ولی صاحبِ ولایت۔ نبی کے لئے غایت ہے اور ولی کے لئے اقامت۔ نہ ہر وقت نبی نبی ہوتا ہے، نہ ہر وقت ولی، ولی۔ دونوں کے حضور میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی نبی جس انجام سے آگاہ ہوتا ہے۔ وہ اس کا اعلان کرتا ہے۔ نبی کے پاس اصل ہوتا ہے اور ولی کے پاس اس کی نقل۔ اس کے خلاف واقع نہیں ہوتا۔ ولی شریعت کے آداب کا لحاظ رکھتے ہیں اس لئے نبی کے ساتھ مساوات کا دعوےٰ نہیں کرتے۔"[1]

دنیائے سلوک میں فقر و غنا سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ اور جسے خودی اور فقر و غنا کی دولت ہاتھ آجائے، اسے کیا چاہیئے۔ یک سوارۂ میدانِ فقر و غنا اس دنیا کا شہنشاہ ہوتا ہے۔ جس قدر ریفارمر اس دنیا میں آئے وہ تمام اس امر پر زور دیتے رہے کہ خودی کے دامن کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ حضرت اقدس ایک مکتوب میں اس طریقہ پر روشنی ڈالتے ہوئے یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں۔

"اے فرزند!

جن لوگوں نے فقر اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غنی بنا دیا۔ فقر و غنا ان کے جسم کا لباس ہے، دنیا کا مال و منال ان پر غالب نہیں آتا، اور جہانِ آب و گل کا گرد و غبار ان کے دامنِ ہمت کو آلودہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے عشقِ مولا میں گھربار اور مال و دولت سب کو ترک کر دیا اور پورے طور سے آزاد ہو گئے۔ عشق و محبت کی منزل میں ان کا یہ پہلا قدم ہے۔ دوسرا قدم یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ذات اور اپنی ہستی کو بالکل مٹا دیا۔ وہ ایک عالم بے خودی میں جیتے ہیں۔ اپنی طرف سے مردہ ہوتے ہیں اور خدا کی طرف سے زندہ۔"[2]

---

[1] مکتوب بنام حضرت شاہ موسیٰ ابو المکارم قدس سرہ [2] ایضاً

فقر و فاقہ اور خودی کے بعد وحدت میں گم ہونے کی باری ہے جو شخص دریائے وحدت میں غوطہ زن ہُوا۔ وہی دُرِّ نایاب کا حقدار قرار پایا۔ اور جس شخص نے اس دریا سے فائدہ اُٹھانے کی جرأت نہ کی، وہ یقیناً بے نیل و مرام لوٹے گا۔ حضرت اقدس کی ایک مکتوب میں فلسفۂ توحید پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

"عزیزمن! جب ایک شخص نے اپنے آپ کو دریائے توحید میں غرق کر دیا تو پھر اس میں بشریت کہاں رہی۔ نہ یہ رہا نہ وہ رہا۔ هُوَ الْاَوَّلُ۔ هُوَ الْاٰخِرُ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ بس جو شخص جلال و جمال میں محو ہے، وہی فائز المرام ہے اور درجاتِ بلند کا حقدار ہے جو شخص آپ سے گزر گیا۔ فقط خدا کا رہ گیا۔ بشریت اور غیر خدا کا قدم درمیان سے جاتا رہا۔ جب فقط ذاتِ خداوندی رہ گئی، تو زوال کہاں۔ بقا ہی بقا ہے فنا اس کے لئے مقدر ہے۔ جو حق تعالیٰ سے دُوری و مجبوری رکھتا ہے۔ اور قانون یہی ہے کہ مجبور ہمیشہ دُور رہتے ہیں۔ اور جو لوگ جلال و جمال کے مفہوم سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی آخر کار حضوری سے محروم رہتے ہیں۔ حسن و کمال کو محبوبِ مجازی کہتے ہیں اور اس کے درمیان حق کو تلاش نہیں کرتے۔ البتہ قید میں رہ کر آزاد کو تلاش کرنا مشکل ہے۔ مرشد کامل کے بغیر اس مقام پر کمال کو بھی زوال سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو شخص کہ توحید کے حرف خالص سے بہرور ہے وہ زوال سے محفوظ ہے۔ کمال وہ ہے۔ جو حق سبحانہٗ کا کمال ہے۔ یہ کمال توحید کے صرف خالص سے مالامال ہے یہاں کمال در کمال ہے۔ جس کو تغیّر ہے۔ نہ زوال اور نہ ہی جمال و جلال کی طاقت۔ وہ ہمیشہ کے لئے زوال میں ہے۔ اس کو توحید کے دعوے کی جرأت نہیں۔ اور توحید حق میں وہ ہمیشہ ناکامیاب و متغیّر ہوتا ہے اس لئے وہ وبال میں ہے۔ اور اس کا دعویٰ کمزور ہے۔" [1]

منازل سلوک و تصوف طے کرتے وقت مختلف اور متعدد منازل سے گزرنا پڑتا ہے۔ تب کہیں یہ دولت بے بہا ہاتھ آتی ہے۔ اور جب ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں۔

---

[1] مکتوب بنام شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ

سالک کے لئے تجلّی کے تین درجے ہیں۔ اوّل صوری، دوم معنوی، سوم ورائے صوری ومعنوی۔ حضرت شیخ اللہ داد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب میں حضرت اقدس سے سلوک کی منازل کے بارے میں دریافت فرمایا۔ دیکھئے حضرت اقدس ان تجلیّات کی تشریح کس طرح کرتے ہیں۔

"سنو اے عزیز من! سالک کے لئے تجلّی کے تین درجے ہیں۔ اوّل صوری۔ دوم معنوی۔ سوم ورائے صوری و معنوی... اوّل سیر صوری کہ یہ بھی ایک طرح کا مشاہدۂ حق ہے۔ کہ سالک اپنی ذات کو دیکھتا ہے۔ سیر معنوی یہ ہے کہ سالک خود تو بیٹھا رہے۔ اور اس کی روح اپنے وطن میں سیر کرے۔ اور پھر واپس اپنی جگہ پر آجائے۔

اے عزیز من یہ روح القدس کا مقام ہے۔ اگر رُوح صفائی حاصل کرلے تو پھر وہ اپنے مقام پر جاکر واپس آجاتی ہے۔ لیکن یہ مقام مکانی ہے۔ روح کے لئے ایک مقام مقرّر ہے۔ اور رُوح اپنے مقام کی سیر کرتی ہے۔ البتہ ورائے مکان رُوح کے لئے جانے کی گنجائش نہیں۔ ماورائے مکان سُبحانیّت ہے۔ عالم مکانی نہیں۔ اس مقام پر بھی پریشانی و سرگردانی ہے۔ فنا بالبقا کے بعد شہودِ دائمی کا درجہ ہے۔ یہاں جو تجلّی نظر آتی ہے۔ وہ ورائے صوری ومعنوی ہے۔ ایک مقام اس سے بھی بلند تر ہے۔ اور اس مقام پر حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرب الٰہی حاصل کیا۔ اور محرم اسرارِ ربّانی ہوئے۔ اس کے بعد واپس ہوئے اور اس عالم میں تشریف لائے۔ اور جو کچھ درگاہ رب العزّت سے سنا تھا اور جس پر مامور من اللہ تھے۔ دنیا کو اس کے کرنے کا حکم دیا۔ یہ مرتبہ ورائے صوری و معنوی ہے کہ انسان کو حق تعالےٰ کا قرب حاصل ہوا اس اسرارگاہ کا محرم کوئی نہیں ہے حضور نے اپنے اصحاب سے اور دنیا سے اس راز کا ایک کرشمہ بھی بیان نہیں فرمایا۔ جو کچھ حضورؐ نے دیکھا۔ وہ کسی کو نظر نہ آیا۔ اور جو کچھ سنا وہ کسی نے نہ سُنا۔ پس یہ قرب، جو آنحضرت نے حاصل کیا بے جہت و بے مکان تھا۔ یہاں نہ تو کون و مکان ہے۔ اور نہ این و آن[1]۔"

---

[1] مکتوب بنام شیخ اللہ داد رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ اللہ داد نے ایک مرتبہ حضرتِ اقدس کو یہ حدیث لکھ کر بھیجی کہ الانسان سری وانا سرہ الانسان بنیان الرب والانسان سری وصفتی۔ اور تحریر فرمایا۔ کہ حضرت اس کی وضاحت کیجئے کیونکہ یہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور ساتھ یہ بھی دریافت فرمایا کہ یہ حدیث عوام وخواص دونوں کے بارے میں ہے یا اس سے فقط خواص مراد ہے۔ حضرت اقدس اس کا جواب یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"اے میرے عزیز سنو! یہ حدیث خواص کے حق میں ہے، عوام سے متعلق نہیں۔ جو حیوان انسان کی صورت میں ہیں۔ ان کو انسان نہیں بلکہ حیوان ناطق کہا جاتا ہے۔ انسان وہ ہے جس میں جان نہ ہو۔ نہ کہ حیوانی صفات۔۔۔۔۔ انسان اس کو کہتے ہیں۔ جو باری تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو۔ اور حق جل و جلالہٗ کا عاشق صادق ہو۔ جو زیر و زبر سے محفوظ اور بلندی کا مشتاق ہو۔ انسان کہلانے کا مستحق وہ ہے جو اپنے آپ سے آزاد اور ہر حال سے محفوظ ہو۔ حق سے ملا ہو۔ وصل و فراق سے بے پرواہ ہو۔ اور جس نے موتوا قبل ان تموتوا کا مزہ چکھا ہو۔ اس کے دل میں عشق کی آگ بھڑکی اور حق کے سوا ہر شے جل گئی ہو عدماً لہ وجود لہ اور ہر طرف اور ہر سمت فاینما تولوا فثمہ وجہ اللہ خیال کرے انسان اسے کہتے ہیں۔ نہ کہ اسے جو کوتاہ بین ہو۔ اور یہ سری وصفتی کی تعریف میں داخل نہیں۔ آجکل کم نگاہ اور کوتاہ بین آدمی ہر ناقص اور فاسق کو انسان کہتے اور انسان سمجھتے ہیں۔ خدا محفوظ رکھے۔ سری وصفتی، ہرگز ان کا نشان نہیں ہے۔ جو لوگ کہ ظاہری احکام شریعت سے بے خبر ہیں تو باطن کی صفائی کو وہ کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ جو بہت ہی مشکل ہے ہر کس وناکس کو "سری وصفتی" کا مصداق کہتے ہیں۔ اور انسان سمجھتے ہیں۔ نہ حق کو پہنچے نہ مشاہدہ حق کیا۔ اور نہ استغراق کا مزہ چکھا۔ ہر بے بصیر مقلد تقلید کی باتیں بناتا اور ہر ناتراشیدہ آدمی انسان کہلاتا ہے۔ اگرچہ رازہائے ربانی انوارِ سبحانی اس پر نہ چمکے ہوں۔ اور نہ ہی اس نے خود کو پہچانا ہو۔ جو شخص مَن عَرَفَ نَفسَہٗ فَقَد عَرَفَ رَبَّہٗ کی صفت سے متصف نہیں اسے انسان کہنا ضروری نہیں۔

"اگر نماز کی ہزار رکعتیں ادا کرتا ہے اور زہد و عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اگر اس میں وہ صفت نہیں جو بیان کی گئی ہے تو یہ سب کچھ قطعی بے کار ہے

اور ذوق و شوق کی آگ کے سوا مطلقاً کچھ حاصل نہیں ہے۔ اس دَور میں درویش اور سالک پیدا ہوئے ہیں جو اپنے آپ میں مارنے اور پیدا کرنے کی طاقت بیان کرتے ہیں۔ اور دربدر مارے مارے پھرتے ہیں جیسا کہ شیخ شرف الدین منیری ؒ کہتے ہیں۔ کہ ایک زمانہ آئے گا۔ کہ لوگ مرید بنائیں گے تا کہ ان سے سیم و زر ہاتھ لگے۔ بلکہ بعض بزرگوں نے تو کہا ہے کہ جو شخص اس نیت سے مرید کرتا ہے کہ دنیا کا جاہ و جلال میسّر آجائے تو یہ مرتبہ غیر مجذوبیت کا ہے۔

"حضرت خواجہ اجمیری ؒ فرماتے ہیں۔ کہ سالک مجذوب کے سوا کہ اس کے دل پر جذبۂ ربانی نہ طاری ہُوا ہو۔ اور نہ اس نے خدائی رازوں کو پہچانا ہو۔ تو اس کے لئے مرید کرنا حرام ہے۔

حضرت قطب عالم شیخ نور ؒ پر نور فرماتے ہیں کہ انسان وہ ہے جس کا نفس رُوح کی صورت اختیار کرلے اور روح دل کی صفت حاصل کرلے۔ اور دل سر کی صفت اور سر میں صفاتِ حق تعالیٰ پیدا ہوں۔ یہ نکتہ ذرا دقیق ہے۔ ہر کوئی اس کے معانی نہیں سمجھ سکتا"۔[1]

حضرتِ اندس کی شانِ علم و فضل کو ظاہر کرنے کے لئے یہ اقتباسات ہی کافی ہیں۔ ان کے مطالعے ہی سے قاری کے ذہن میں آپ کی عظمت و سربلندی اُبھر آتی ہے۔ اور ایک علم و فضل سے مالا مال شخصیت سامنے آتی ہے۔ حضرت اقدس کے خطوط کا ایک ایک لفظ بذاتِ خود روشنی کی ایک ایسی مشعل ہے جو بھولے بھٹکے مسافر کی اندھیری رات میں راہنمائی کرتی ہے اور جن سے شہدِ محبّت، خُلق معرفت اور جذبۂ وحدت ٹپکتا ہے۔ طبیعت نے بہتیرا زور مارا کہ تمام خطوط نقل کر دیئے جائیں لیکن آخر کتاب کی ترتیب اور ضخامت آڑے آئی۔ اور انہیں چند اقتباسات پر قناعت کرنا پڑی۔ قاری کے لئے سکونِ قلب کا سامان پیدا کرنے کے لئے یہ اقتباسات ہی کافی ہیں۔ ممکن ہے۔ کوئی اور صاحب اس موضوع پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے گوئے سبقت لے جائیں۔

آپ کے خطوط اور خطبات میں عربی اور فارسی زبان کے بیشتر اشعار پائے جاتے

---

[1] مکتوب بنام شیخ اللہ داد ؒ۔

ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عمدہ شعری ذوق کے مالک بھی تھے۔ اور بہت سے
قدیم اور معاصر شعراء کے اشعار نوکِ زبان تھے۔ ہر شعر کو خطبات و خطوط میں مناسب اور
موزوں موقعہ پر استعمال کیا گیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے گویا انگشتری میں نگینہ جڑا ہوا ہے۔
مکتوب میں جا بجا شعروں کے استعمال نے خطوط کو اور بھی قابلِ قدر بنا دیا ہے۔ اس کے علاوہ
مکتوبات و خطبات کا مطالعہ کرنے سے آپ کے عمیق مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔

اس میں شک نہیں۔ کہ حضرت اقدس ایک سالک مجذوب تھے۔ لیکن جب یہ جذبہ
کچھ ٹھنڈا پڑتا اور آپ عام حالت میں ہوتے تھے۔ تو لوگوں کو پند و نصائح کیا کرتے۔ آپ
کے خطبات پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کس قدر فصیح البیان اور شیریں مقال
خطیب تھے۔ آپ کے خطبات علم و ادب کا ایک خزانہ ہیں۔ جو جواہر نور سے معمور ہیں۔ ایک
ایک لفظ بذاتِ خود ایک کوزہ ہے۔ جس میں ایک تند و تیز دریا کو بند کر دیا گیا ہے۔

زبدۃ المقامات کے مصنف نے لکھا ہے۔ کہ عوام و خواص آپ سے مسائلِ تصوف کا
حل دریافت کرنے کے لئے دُور دراز سے آیا کرتے تھے۔ گلزار خوارق میں ہے کہ ایک بار
حضرت شیخ عبدالاحد سرہندیؒ اور حضرت شیخ اسمٰعیل[1] بندگی قدس اسرارہم کے دل میں علوم
باطنی اور حقائق وحدانیت کو معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ وہ "العلم حجاب اکبر" کا انکشاف
چاہتے تھے۔ اپنے دل کی اس گرہ کو کھولنے کی کوشش کرنے کے لئے وہ اکثر فقرا اور اہل
صوف کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ لیکن مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ اس تگ و دو میں
وہ ولایت پورب میں ایک درویش شیخ بہار خاںؒ سے ملے۔ شیخ بہار خاںؒ کے ہاتھ میں ہر
وقت دو گز لمبی تھیلی رہتی تھی۔ جو سائل آتا تھا اس میں سے کچھ رقم نکال کر اس کو دے دیتے
تھے۔ سوالی آتے اور اپنی مرادیں پوری کرکے چلے جاتے۔ لیکن یہ پوشیدہ خزانہ کم ہونے میں نہ
آتا تھا۔ ان حضرات نے اپنا عقدہ لاینحل ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے ابھی پوری بات
کو سنا بھی نہیں تھا۔ کہ کہا۔ "ان اشکال کو منجملہ مشائخینِ نامدار حضرت شاہ کمال قادریؒ ساکن
علاقہ کیتھل و سامانہ ہی حل کر سکتے ہیں۔" یہ سن کر دونوں حضرات رخصت ہوئے۔ چونکہ شیخ
اسمٰعیلؒ کا وطن مالوف پانی پت تھا۔ لہٰذا وہ وہاں ٹھہر گئے۔ اور شیخ عبدالاحدؒ، حضرت

---

[1] یہ صاحب حضرت شیخ جلال الدین پانی پتیؒ کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ (مؤلف)

شیخ جلال الدین تھانیسری قدس اسرارہم کی خدمت میں پیش ہوئے ان دنوں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس اسرارہم تھانیسر میں مقیم تھے۔ حضرت نے ان کے دلی خطرات سے مطلع ہو کر مسئلہ لہٰذا شیخ جلال الدینؒ کے سامنے رکھا۔ شیخ موصوف نے کہا۔ کہ اس نکتۂ غریب کا جواب تنہائی طلب ہے۔ حضرت نے دوبارہ فرمایا۔ کہ عوام وخواص حصولِ فیض کی غرض سے آپ کے گرد جمع ہیں۔ مہربانی کر کے اس مسئلے کی وضاحت کیجئے۔ کیونکہ بے دانش اور بے خبر لوگ اس نکتہ کے ادراک سے خود ہی عاجز ہیں۔ ایسے میں یہی مجلس خلوت کے مترادف ہے۔ شیخ موصوفؒ نے پھر وہی جواب دیا۔ کہ یہ بات خلوت میں ہی کی جا سکتی ہے۔ حضرت اقدس یہ سُن کر وہاں سے رُخصت ہو گئے۔ شیخ عبدالاحدؒ کے اختیار کی باگ ڈور جاتی رہی اور حضرت اقدس کے اُٹھتے ہی آپ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک شخص سے پوچھا۔ کہ یہ سوار کون صاحبِ دولت ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ کہ یہ بزرگ غوث الاعظمؒ کے فرزندوں میں سے ہیں۔ جن کا اسم گرامی حضرت شاہ کمال قادریؒ ہے۔ اور جو دورِ حاضر کے عظیم الشان مشائخین میں سے ہیں۔ شیخ عبدالاحدؒ یہ سُنتے ہی حضرت کے قدمبوس ہوئے۔ آپ نے فرمایا "عبدالاحدؒ خیریت سے تو ہو" عرض کی "آپ ایسے بزرگوں کی زیارت نصیب ہو گئی ہے۔ میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خورسندی ہو سکتی ہے" حضرت اقدس نے ان کی پیٹھ پر تھپکی دی۔ اور اشکال غریب کے خلجان سے کماحقہٗ آگاہی بخشی۔ جس سے ان کی عقیدت وارادت میں یہاں تک پختگی پیدا ہوئی کہ تمام عمر حضور کی بندگی وحلقہ بگوشی میں مستعد رہے۔

میدان کشف ومجاہدات میں بھی حضرت اقدس یکتائے روزگار نظر آتے ہیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ تین چار روز سے آپ اپنے قدمبارک کو جھکائے ہوئے گھر تشریف لے جاتے۔ اور اسی حال میں باہر تشریف لاتے۔ آپ کے محرم خاص فتح خاں نامی نے خلوت میں اس کی وجہ دریافت کرتے ہوئے عرض کی کہ "یا سیدی۔ چار روز سے حضورؒ کا رعب مبارک خلاف عادت واقع ہوا ہے۔ اس حال کی کیفیت سے سرفراز فرمایئے" حضرت نے قدرے تامل کیا۔ لیکن فتح خاں کے پیہم اصرار پر آپ نے اپنے سر سے دستار مبارک اُتارتے ہوئے فرمایا۔ کہ "دیکھو۔ کثرت تجلیات وانوار الٰہی کے باعث سر زخمی ہو گیا ہے۔ چونکہ سر کا گوشت مطلق اُتر چکا ہے۔ لہٰذا سر اُٹھانے کی ہمت نہیں۔ لاجرم سر جھکا جھکا کر چلتا ہوں"

غرض اس مختصر تبصرے سے یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت اقدس علمی وادبی حیثیت سے کس قدر بلند شخصیت کے مالک تھے۔ آپ علم وفضل کے آفتاب درخشاں علم الٰہی وعرفان کے بحرِ موّاج اور دنیائے ادب کے مہر تاباں تھے۔ آپ معرفت وروحانیت، فلسفۂ اخلاق، نفسیات اور علم کلام کے اُستادِ کامل، فقر وتصوّف، عبادت وریاضت، توکل ورضا، زہد واتقاء اور علم وعرفان کے مردِ میدان تھے۔ آپ کی اس عظیم المرتبت شخصیت کے سامنے اس دَور کے بلند پایہ صوفیا، مشائخ اقطاب اور اولیاء اللہ دم بخود اور سرنگوں نظر آتے ہیں۔

شانِ بزرگی :۔

آپ ایک جلیل القدر اور باعظمت ولی ہو گزرے ہیں۔ جس کا اقرار مشائخین وقت نے کیا ہے۔ اور یہ اعتراف کچھ اس قسم کا ہے۔ کہ یہ آپ کی شخصیت کو دوبالا کر دیتا ہے اور آپ کی شخصیت رفعت بدوش نظر آتی ہے۔

حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبد الاحدؒ فرماتے ہیں کہ :۔

"مجھے نسبتِ فردیت جو اولیائے اُمت کا آخری عروج ہے۔ حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ نے عطا فرمائی۔ جو جذبہ قوی اور خوارقِ عظیم والے بزرگ تھے۔"

اسی امر کا اعتراف شیخ مجدّد الف ثانیؒ نے اپنی تصانیف میں جابجا کیا ہے۔ اور عموماً اس طرح گوہر افشانی کی ہے۔

"ایں درویش را مایہ نسبتِ فردیت کہ عروجِ اخیر مخصوص بآنست از پدرِ بزرگوارِؒ خود حاصل شدہ بود۔ پدرِ بزرگوار اور را از عزیزی کہ جذبہ قوی داشتند وبخوارق مشہور بودند بدست آمدہ بود۔"

یعنی :۔

"اس درویش کو نسبتِ فردیت کا متاع جس سے اولیائے اُمت کا آخری عروج مخصوص ہے اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوا تھا۔ والد بزرگوار نے اس نسبت کو ایک بزرگ سے حاصل کیا تھا۔ جو اپنے زمانے کے

صاحبِ جذبہ تھے اور کرامات وخوارق میں فردِ زمانہ تھے۔"

اور زبدۃ المقامات اور دوسرے تذکروں میں بصراحت لکھا ہے :-

"مراد حضرتِ ایشاں (حضرت مجددؒ) ازاں عزیزِ کثیر الجذبہ والخوارق شیخ کمال قادریؒ است۔"

یعنی :-

"عزیزِ کثیر الجذبہ والخوارق سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی مراد حضرت شاہ کمال قادریؒ (کیتھلی) ہیں۔"

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزندان کے آتالیق اور لاہور کے مشہورِ زمانہ قطب حضرت شیخ طاہر بندگیؒ یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں۔

"کبیر الملک العشاق حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی اور رئیس الاولیا حضرت شاہ سکندر کا شمار ان فقید المثال اور صاحبِ تصرف بزرگوں میں ہوتا ہے، جن کی نظیر اولیائے متقدمین میں بھی کم نظر آتی ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں :-

"چوں نظر کشفے سر دادہ مے شود۔ بعد از حضرت غوث الثقلین از مشائخ سلسلۂ عالیہ قادریہ شیخ کمالؒ اتل تلیل بنظر در آمدہ اند۔"

یعنی :-

"جب مجھے بزرگوں کا عروج حاصل ہوتا ہے۔ تو مجھے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں حضرت غوث الثقلینؓ کے بعد حضرت شہ کمالؒ (کیتھلی) ایسی کوئی عظیم المرتبت ہستی نظر نہیں آتی۔"

حضرت شیخ عبد الاحد نے فرمایا :-

"شیخ چون درمیان معارفِ علمی وتعین اسرار می در آمدند بعضے اوقات دقائقِ آں اسرار آنکہ مہارت علمی مستمعان را کامل بود۔ بعد از تفکر وتامل بسیار بمرورِ ایام حل مے شد وبفہم در آمد۔"

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک بار حضرت خواجہ محمد معشوق طوسی قدس اللہ سرہٗ کے احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ حضرت شہ کمالؒ بھی اسی عالم سے تھے۔"

(حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

حضرت اقدس کے کیتھل تشریف لے جانے سے قبل خواجہ عبدالرشید گنشاہ ولایت المعروف صوفی بدھنؒ یہاں اپنا زور باطنی دکھا چکے تھے۔ حضرت خواجہ عبدالرشید نے حضرتؒ کی آمد سے لوگوں کو ان الفاظ میں خبردار فرمایا تھا۔

۱ے خواجہ محمد معشوق طوسی کا نام محمدؒ تھا۔ عاقل اور مجنون تھے۔ بڑے بزرگ صاحب حال باکمال تھے۔ طوس میں رہتے تھے۔ آپ کا مزار مبارک بھی طوس میں ہی واقع ہے۔ جب شیخ ابوسعید ابوالخیر قصبہ مہنہ سے نیشاپور جانے لگے اور طوس کے ایک نواحی گاؤں میں پہنچے۔ تو ایک درویش سے فرمایا کہ طوس میں خواجہ محمد معشوق کے پاس جاؤ اور ان سے اجازت لے کر آؤ۔ کہ کیا ہم آپ کے شہر و ولایت میں آسکتا ہوں جب وہ درویش حضرت خواجہ کے پاس پہنچا اور حضرت شیخ کا پیغام گوش گزار کیا، تو آپ مسکرائے اور فرمانے لگے۔ جا کہہ دے کہ آجائیں۔ اس پر حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے بھی حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کا استقبال کیا۔ اور معانقہ فرمایا۔ عین القضاۃ ہمدانی نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔ کہ آپ نماز نہ پڑھتے تھے۔ مولانا عبدالرحمان جامی، نفحات الانس میں فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد حمویہ اور خواجہ امام احمد غزالی سے سنا ہے کہ قیامت کے دن تمام صدیقین کی یہ تمنا ہو گی کہ کاش ہم خاک ہوتے اور خاک ہو کر ایک دن حضرت محمد معشوق طوسی کا قدم مبارک اس خاک پر رکھتے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر طوس کی جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ خواجہ محمد معشوق نے قبا پہنی ہوئی تھی۔ اچانک آپ نے اپنی قبا پر ایک گرہ لگائی اور شیخ ابوسعید ابوالخیر کی زبان بند ہو گئی۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر نے کہا اے سلطان عصر اور اے سرور وجود قبا کے بند کو کھول ڈالو۔ کیوں کہ آپ نے تو آسمان اور زمین کے ساتوں طبقوں پر بند لگا دیا ہے۔

(نفحات الانس صفحہ ۳۴۹-۳۵۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۸ء)

"کچھ عرصے بعد اس سرزمین پر ایک شیرِ خدا آئے گا۔ اور لوگوں کو دولتِ باطن سے مالا مال کر دے گا۔ اس کی شانِ جلالت سے بچتے رہنا۔"

ایک مرتبہ حضرت باداستیل پوریؒ نے فرمایا:-

"الحمد للہ! مجھے انسانِ کامل کی صحبت میں نخلِ ہستی کا ثمر مل گیا ہے۔"

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری نے فرمایا:-

"ملک العشاق شاہ کمال کیتھلیؒ عاشقوں کے سردار ہیں۔ اولیاء اللہ کے قلوب اور احوال کو اللہ تعالیٰ نے ان کے قابو میں دے رکھا ہے۔"

متحدہ پنجاب کے ایک سابق کمشنر برائے سٹلمنٹ سکیمز مسٹر اے۔ ایم سٹو نے اپنی کتاب بندوبست ضلع کرنال میں آپ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور آپ کی اولاد کو عزّت و شرافت کی عظیم الشان یادگار مانا ہے۔

حضرت شاہ میراں بھیک قدس اسرارہم ایک مرتبہ حضرت اقدس کے مزارِ مبارک کی زیارت کے لئے کیتھل تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ سفر و حضر میں لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ جب قریب پہنچے۔ تو شاہ بھیک قدس سرہٗ نے لوگوں کو فرمایا "تم پہلے چلو۔ یا مجھے پہلے جانے دو" جب اس کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا "اس دربار کی حاضری کے لئے شان و شوکت سے جانا بے ادبی ہے۔ یہاں تو بے سروسامان ہی اولیٰ و مناسب ہے۔ اس لئے میرے تمہارے درمیان فاصلہ ہونا چاہیئے۔ ہجوم پیچھے رہ گیا اور آپ تن تنہا آستانہ عالیہ میں داخل ہو گئے آپ چوکھٹ پکڑے کھڑے تھے۔ کہ کسی نے پشت کی جانب سے کرتہ پکڑ کر جھٹک دیا۔ جب مڑ کر دیکھا۔ تو ایک عالی مرتبہ ابدال آپ کو گھور رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا "میرے اور سرکار کے درمیان تو کیوں رکاوٹ کا باعث بن گیا ہے۔" اس پر حضرت شاہ بھیک قدس سرہٗ نے وہ جگہ چھوڑ دی اور ساتھ ہی حضرت شاہ بھیک قدس سرہٗ پر ہیبت طاری ہو گئی۔

خواجہ حبیب اللہ سرہندی مصنف گلزار خوارق اپنے تذکرے میں رقمطراز ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں تلاشِ روزگار کے سلسلے میں ملتان پہنچا۔ خواجۂ خواجگان حضرت بہاؤ الدین زکریا کے مزارِ اقدس پر حاضری دینے کے بعد آیا۔ حضرت شیخ نظیر سجادہ نشین کی خدمت میں پہنچا۔ تو انہوں نے فرمایا "میاں کس سلسلے سے تعلق رکھتے ہو؟" میں نے عرض کیا "حضرت شیخ ابو المعالی قادری کیتھلیؒ کی گگ کے کتوں میں سے ہوں" فرمانے لگے "وہ شاہ کمالؒ جو

متقلب الاحوال اور تقلیب مردان خدا ہیں" اس پر میں غیرت سے آب آب ہو گیا۔ وہ صاحب نظر تھے۔ نورِ فراست سے سمجھ گئے۔ اور فرمایا "غمگین مت ہو۔ کہ حضرت اقدس درگاہِ خداوندی میں اتنا بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ کہ مردانِ خدا میں جو شخص ان کی نگاہ میں آجاتا ہے۔ ان کے ایک ہی مرتبہ دیکھنے سے تہی دست ہو جاتا ہے۔ اور کرامت و ولایت کا کوئی اثر اس میں باقی نہیں رہتا۔ ایک دن مجھ بندہ کی طرف بھی قہر آلود نگاہوں سے دیکھا تھا کہ اتنے میں حضرت بہاؤالدین زکریا (قدس سرہٗ) نے اپنا دست مبارک میرے شانے پر رکھا۔ اور ظاہری طور پر میری مدد فرمائی۔ تب میں ان کی نگاہوں سے بچا۔ یہ آپ کے پیر و مرشد کا کمال مراتب ہے اور بدیں وجہ وہ مشائخ نامدار و اولیائے کبار میں شمار کئے جاتے ہیں"

ایثار و استغناء

ایثار کے لغوی معنے ہیں "اپنے آپ پر دوسرے کو ترجیح دینا" اور استغناء کا مطلب ہے "پرواہ نہ کرنا" یہ صفات ہی کسی ایک انسان کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں۔ اور انسان کو ملکوتی صفات کا حامل بنا دیتی ہیں۔ جس شخص میں یہ صفات موجود ہیں یقیناً وہ ارفع و اعلیٰ مراتب کا حقدار ہے۔

سلوک و تصوف کی منازل طے کرنے کے لئے لازمی ہے کہ سالک یا صوفی میں یہ صفات پائی جائیں۔ کیوں کہ جب تک یہ لوگ دنیا کی زنجیروں کو نہیں توڑیں گے۔ اسوقت تک ایک قدم بھی نہیں چل سکیں گے۔ اور یہ زنجیریں اور بندھن تبھی توڑے جا سکتے ہیں کہ ایثار و استغناء کو اپنا شعار بنالیں۔ کیوں کہ فقیر تو راضی برضائے الٰہی ہوتا ہے اسے امروز و فردا سے کیا غرض۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ انسانیت کا ایک عمدہ نمونہ تھے۔ جہاں ریاضت و عبادت اور کشف و مجاہدہ میں لاثانی تھے۔ وہاں دیگر اوصاف جمیلہ و اخلاق جلیلہ سے بھی متصف تھے۔ اتباعِ سنّتِ نبوی کو عین ایمان سمجھتے تھے اور کسی حالت میں بھی اس شعار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ فقر و غنا کے پتلے تھے اور اپنے مریدین کو ہمیشہ خودی اور فقر کو برقرار رکھنے کی تلقین و ہدایت فرماتے۔ اس سلسلے میں اپنے معاصرین

اولیاء اللہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور بعض جگہ تو وہ ان سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ حضرت کو اس بات پر فخر تھا کہ میں اپنے جدِ امجد سرورِ کائنات جناب حضرت محمد مصطفٰے صلعم کی شریعت کو پورا کر رہا ہوں۔ کیوں کہ آنحضرتؐ کی متابعت میں فقر سے بڑھ کر کوئی متابعت نہیں۔ یہی خصوصیت تھی۔ جس نے بڑے بڑے کاملین وقت کو آپ کے در پر ناصیہ فرسائی پر مجبور کر دیا۔

اس سے بڑھ کر فقر و استغناء کی اور کیا مثال مل سکتی ہے، کہ اوائل سیر و سیاحت میں آپ کے پائے مبارک میں لوہے کی ایک زنجیر رہتی ہے۔ فقراء کی ایک جماعت ہمراہ ہے اور آپ پہاڑ پر چلے جا رہے ہیں۔ کہ زنجیر پارس پتھر سے مس ہو کر تمام کی تمام سونا بن جاتی ہے۔ ایثار و استغناء کا یہ پتلا فوراً زنجیر اتار کر پھینک دیتا ہے۔

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ بہت عرصے سے غلبۂ شوق کے عالم میں صحرانوردی و دشت پیمائی کرتے رہے اس دوران میں خورد و نوش کی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے۔ لیکن جب آیۂ شریفہ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ - (یعنی ہم نے انہیں ایسے نہیں بنائے ہیں کہ وہ کھانا نہ کھائیں) کا خیال آتا تو اس وقت تھوڑا بہت کھا لیا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ بحالت جذب و مستی پنجاب کے علاقہ میں صحرانوردی کر رہے تھے۔ کہ ایک طالب راہ الٰہی سے ملاقات ہوئی اس نے آپ کو اپنے ہاں مہمان رکھا، صبح کو چلتے وقت چھ عدد میٹھی روٹیاں بطور زادِ راہ رومال میں باندھ کر آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ایک جنگل میں پہنچ کر اس نے اس رومال کو درخت کی ایک شاخ سے باندھ دیا۔ اور اجازت لے کر اپنے گھر روانہ ہو گیا۔ چھ ماہ گزرنے پر اسے دوبارہ شوقِ زیارت دامن گیر ہوا۔ وہ گھر سے چل کھڑا ہوا اور اسی درخت کو ڈھونڈ نکالا جس کے نیچے آپ قیام فرما تھے۔ دیکھا کہ آپ سامنے سے تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے ملاقات کر کے اپنے دل کی پیاس بجھائی۔ اتفاقاً اس کی نظر اوپر پڑی۔ تو رومال مع روٹیوں کے اسی طرح بندھا ہوا پایا۔ متعجب ہو کر پوچھا تو حضرت نے فرمایا: "خدائے بزرگ اپنی رحمت کاملہ کی بدولت غیب سے نانہ روٹی دیتا ہے۔ پھر مجھے اس کی کیا ضرورت ہے"۔ اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا: "اس روزیٔ غیب سے مجھے بھی بہرہ ور فرمایئے"۔ آپ نے فرمایا "اگر اس میں سے تجھے ایک لقمہ بھی دے دوں تو تو یہاں سے اُٹھ نہ سکے گا۔ اور زن و فرزند سب کچھ بھول جائے گا"۔

اسی دشت پیمائی اور صحرانوردی میں سمرقند گئے تو حاکم سمرقند یاق خاں نے مہمان نوازی کی سعادت حاصل کرنا چاہی اور بخارا کی طرف بغرض سیاحت آنکلے تو حاکم بخارا برہان خاں نے خاطر مدارات کرنا چاہی لیکن آپ نے کہیں بھی سرکاری مراعات قبول نہ فرمائیں۔

تذکرۂ شرائف غوثیہ اور گلزار خوارق کے مصنفین نے لکھا ہے۔ کہ ایک روز آپکے مرید و خلیفہ باوا ستیل پوری آپکی خدمت میں حاضر ہوئے چھوٹے صاحبزادے باہر تشریف لائے ان کے چہرے سے خستگی و ناتوانائی کے آثار نمایاں تھے۔ باوا صاحب نے ان سے خستگی و توانائی کی وجہ دریافت کی۔ تو صاحبزادے نے بوجہ صغر سنی دیتے تکلفی بتا دیا کہ کئی روز سے کھانا نہیں کھایا۔ باوا صاحب نے جب یہ الفاظ سنے تو حیران رہ گئے کہ اس جلیل القدر بزرگ کے ہاں یہ ناداری و مفلسی! باوا صاحب اُلٹے پاؤں لوٹے۔ اور ایک سنگ پارس لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ سنگِ پارس پیش کرتے ہوئے عرض کیا "یا سیدی۔ اس سے لوہے کو مس کیا جائے تو وہ سونا بن جاتا ہے" آپ نے یہ سن کر اسے ایک طاقچے میں رکھنے کا حکم دیا۔ کچھ روز بعد باوا صاحب پھر تشریف لائے۔ لیکن وہی حالت دیکھ کر پھر حیران و ششدر رہ گئے۔ کہ سنگِ پارس کے باوجود یہ تنگ ترشی۔ اسی اثناء میں آپ باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا "ستیل پوری! آؤ باہر چلیں" دونوں حضرات باہر چلے گئے۔ حضرت نے استنجا کیا۔ اور ڈھیلہ زمین پر دے مارا۔ جہاں ڈھیلہ پڑا۔ وہ زمین سونا بن گئی۔ آپ نے فرمایا "کہ جتنا چاہو اٹھالو" پھر فرمایا "تنگ دستی و بے بسی کی وجہ سے یہ فاقہ کشی نہیں۔ بلکہ یہ تو میں اپنے جدِ امجد رسول کریم (صلعم) کی سنت ادا کر رہا ہوں۔ کیوں کہ آنجناب (صلعم) کی متابعت میں فقر سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں" باوا ستیل پوری بے ساختہ پکار اٹھے "الحمد للہ" انسان کامل کی صحبت میں مجھے نخل ہستی کا ثمر مل گیا ہے" آپ نے پھر فرمایا "اگرچہ اس خاک سے لوہا سونا بن جاتا ہے۔ مگر دل پر گرانی رہتی ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ دنیاوی آرزؤں سے نجات مل گئی ہے" اور پھر باوا ستیل پوری کی وہ تمام چیزیں دریا برد کرا دیں۔ یہی چیزیں ہیں جو انسان کو اپنے معاصرین سے ممتاز کرتی ہیں علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیر پہ ہے مدارِ قوتِ حیدری

جب آپ ملتان تشریف لائے تو شیر شاہ سوری کے نائب نے آپ کو سر آنکھوں

پر بٹھایا۔ اور ہر قسم کی مراعات پیش کیں۔ لیکن آپ نے ان سب کو ٹھکرا دیا اور ایک حجرے میں رہنا پسند فرمایا۔

اگرچہ آپ کے ہاں فتوحات و نذر و نیاز کثرت سے آیا کرتی تھیں۔ لیکن اس حالت میں بھی آپ نے صبر و ایثار کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا آپ اس تمام نذر و نیاز کو خیرات کر دیا کرتے تھے۔

آپ اور آپ کے نبیسہ و خلیفۂ اکبر حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ سے شیر شاہ اور اکثر تاجدارانِ وقت کو بے حد عقیدت رہی ہے چنانچہ ان کی طرف سے آپ کی درگاہ اور آپ کے خاندان کے لئے جاگیریں وقف ہوتی آئی ہیں۔ گلزار الخوارق کے مصنف نے لکھا ہے کہ ایک بار شیر شاہ سوری کو کسی مہم میں کوئی دقت پیش آئی تو اس نے غوث صمدانی حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی منت مانی کہ اگر اس مہم میں کامیاب ہو گیا تو گیارہ سو اشرفیاں حضرت کے خاندان کے کسی ذی شان بزرگ کی نذر کروں گا آخر وہ اس مہم میں کامیاب ہو گیا اور اس ایفائے عہد کی غرض سے اپنے امیر خاص میاں محمد فرعلی سے پوچھا کہ آیا کوئی شخص ایسا مل سکتا ہے۔ جو پیران پیرؓ کی اولاد یا خلفاء میں سے صاحب ولایت ہو جسے یہ نذر پیش کر دی جائے۔ امیر موصوف نے جواب دیا۔ کہ خاندانِ قادریہ کے زمرۂ مشائخ میں ایک صاحب ولایت بزرگ حضرت شاہ کمال قادریؒ ہیں جو جگر گوشۂ پیران پیرؓ ہیں اور حال ہی میں ہندوستان میں وارد ہوئے ہیں۔ اور آجکل شہر میں گوشۂ قناعت میں قیام پذیر ہیں[1]۔ گورنر ملتان کے نام فرمان جاری ہوا۔ کہ شاہی خزانے سے گیارہ سو اشرفیاں بطور نذر مخدوم پاک حضرت شاہ کمال قادری کے حضور پیش کر دی جائیں جس پر حاکم ملتان نے اپنے ایک درباری کے ہاتھ مذکورہ نذر روانہ کر دی۔ جب وہ نذر حضور

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہم مارواڑ پر حملے کے سلسلے میں تھی۔ شیر شاہ سوری نے سنہ ۹۴۹ھ ۱۵۴۲ء ملتان فتح کرنے کے بعد اگلے ہی سال مارواڑ پر حملہ کیا تھا۔ اس زمانے میں حضرت شاہ کمال کیتھل مقیم تھے۔ آپ کی شرافت نسبی، خاندانی وجاہت، بلندی مناقب اور علو استعداد کی شہرت پھیل گئی تھی اور عوام کے ساتھ ساتھ خواص بھی آپ کے حلقے میں شامل ہو گئے تھے۔ حاکم ملتان اور شیر شاہ سوری کے مقربین بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔ اس لئے میاں محمد فرعلی نے حضرت اقدس کا تذکرہ دوسرے ... کے سامنے عمدہ الفاظ میں کیا تھا۔ (مؤلف)

میں گزرانی گئی۔ تو آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا "ہم درویشوں کو
کا اسم مبارک ہی کافی ہے محتاج اور بہت ہیں۔ پھر کیا ضرورت ہے۔ کہ میں ہی یہ رقم لوں"۔ مقربان
بارگاہ سلطان لوٹ آئے۔ اور تمام گفتگو من وعن حاکم ملتان کو جا سنائی۔ اس نے یہ واقعہ
شیر شاہ سوری کو لکھ بھیجا۔ اس نے جواباً تحریر کیا کہ "تم خود جا کر حضرت کی خدمت میں ادب و
احترام کے ساتھ پیش کر دو"۔ ادھر شیر شاہ سوری کو یاد آیا کہ وہ جس وقت مختلف الجھنوں میں
گرفتار تھا تو ایک مرد خدا نے ان تمام مصائب و آلام سے نجات دلائی تھی۔ خیال ہوا کہ شاید
یہی حسنی الاصل بزرگ ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی میاں محمد فرعلی خاں کو اسی تکمیل کی غرض سے
روانہ کر دیا۔ ادھر حاکم ملتان فرمان ملتے ہی حضرت کے در دولت پر حاضر ہوا۔ اور نذر مذکور
نہایت ادب سے خدمت عالیہ میں پیش کی۔ لیکن خودی فقر و غنا اور ایثار و استغناء کے
اس پتلے کی طرف سے پھر وہی الفاظ کہ "جاؤ یہ غربا اور مساکین میں تقسیم کرا دو۔ کیوں کہ یہ لوگ
اس امداد کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور شیر شاہ کو لکھو۔ کہ تمہارا نذرانہ قبول ہو چکا ہے۔ مزید یہ بھی
لکھو۔ کہ تم جو عمائدین سلطنت سے دریافت کر رہے ہو۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ میری ملاقات
جامع مسجد دہلی میں تم سے ہو چکی ہے"۔ اور اس دوران میں جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی یاد کرائی۔
دریں اثناء میاں محمد فرعلی خاں بھی آپہنچے۔ حاکم ملتان سے بات چیت کے کچھ جملے ان کے
کانوں میں پڑے۔ جس سے حضرت اقدس کی عظمت و بزرگی ان پر کماحقہٗ ظاہر ہو گئی۔ اور یہ
لوگ ہزار جان سے زیارت کے لئے بے تاب ہو گئے۔ اختتام گفتگو پر یہ لوگ دارالسلطنت
کی طرف چلے گئے۔ اور میاں محمد فرعلی نے حضرت اقدس کا ہدایت نامہ بجنسہٖ بادشاہ کی خدمت
میں پیش کر دیا۔ جس سے شیر شاہ سوری کو حضرت اقدس کے بتائے ہوئے سارے واقعات
یاد آگئے۔

دربار نادی میں لکھا ہے۔ کہ حضرت اقدس مریدوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ
فقیروں کی خدمت کرو اور امیروں سے دُور رہو۔ حضرت اقدس کی خدمت میں فتوح و نیاز
بہت آتی تھیں۔ مگر آپ مال و متاع سے کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ جو آتا تھا، فقراء
میں تقسیم فرما دیتے۔ اکثر آپ کے گھر فاقہ ہی رہتا تھا۔ ایک دفعہ شیر شاہ سُوری شاہ ہند
نے اشرفیوں کے توڑے بھیجے حضرت اقدس نے لینے سے انکار فرما دیا۔ اور اس کو تحریر فرمایا
کہ تجھ کو دوست سمجھتا ہوں۔ اور تو میرے پاس ایسی چیز بھیجتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ امر دار فرماتا
ہے۔

گلزارِ ابرار میں ہے کہ ایک بار حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ سیر و سیاحت کی غرض سے آگرہ تشریف لے گئے۔ یہاں امیر الامراء سید حامد کے ہاں فروکش تھے۔ کہ مُلّا مبارک ناگوری آپ کی زیارت کو آئے۔ اور دعا اور نصیحت کے لئے عرض کیا آپ نے انہیں درس و تدریس میں مشغول ہو جانے کے لئے کہا۔ اور فرمایا کہ بادشاہوں کی قربت سے پرہیز کر اور معاد و معاش کے لئے کسی متموّل شخص کے دروازہ پر ناصیہ فرسائی نہ کر۔

حضرت اقدس ازل سے ایک درد مند دل لے کر آئے تھے۔ جب کبھی آپ کسی کو مصیبت میں گرفتار دیکھ پاتے۔ تو آپ کا دل پسیج جاتا اور آپ اس شخص کی مصیبت رفع کرنے کی کوشش فرماتے۔ کوئی سائل بھی آپ کے ہاں سے خالی نہیں گیا۔ مصیبت میں گرفتار برنا و پیر، زن و مرد، امیر و غریب اور شہنشاہ و گداغرضیکہ ہر کوئی آپ سے مستفید ہوتا ایک دفعہ شیخ تاج الدین قریشی حاکم ملتان کے اصطبل کا داروغہ گھوڑوں کی نگہداشت سے غفلت برتنے کے الزام میں برخاست کر دیا گیا۔ وہ حضرت اقدس کی خدمت میں شب و روز رہنے لگا۔ حضرت اقدس نے ایک روز فرمایا جو مانگنا چاہتے ہو مانگ لو۔ اس نے عرض کی "حضور افلاس و ناداری سے بے نکری اور دولت مندی میری قسمت میں ہو جائے حضرت اقدس نے فرمایا "تو نے دنیا طلب کی ہے۔ نادان آخرت پر نظر رکھ کیوں کہ آخرت پہ نظر رکھنے والوں کو نہ اس جگ میں کچھ غم نہ اس جہان میں سزا و جزا کا اندیشہ" اس نے کہا دنیا درست ہونے کے بعد دین بھی مکمل ہو جائے گا۔ اور جب حضور کا سہارا مل گیا ہے تو دین کا کیا فکر ہے" آپ نے اسے چار ہزار روپے قرض دلا دیئے۔ اور ایک عمدہ گھوڑا خرید کر اسے دیدیا تاج الدین پھر حاکم ملتان کی ملازمت میں آ گیا۔ اور اس کے حسن کارکردگی پر چار پرگنوں کی حکومت اسے مل گئی۔ اور پھر سے دولت کی ریل پیل ہو گئی۔ حضرت اقدس نے اسے ایک ہمایونی دے رکھی تھی اور فرمایا تھا کہ جب تک یہ تمہاری کمر سے بندھی رہے گی۔ دولت میں کمی نہ ہو گی۔ اگر اسے کمر سے اُتار دے گا۔ تو پھر ہماری ذمہ داری نہ ہو گی" کچھ عرصے تو تاج الدین نے یہ ہمایونی اپنے پاس احتیاط سے رکھی لیکن ایک روز تاج الدین کے مصاحبین کہنے لگے کہ تمہاری کمر سے یہ پرانی اور پھٹی ہوئی ہمایونی بندھے رہنا تمہاری شان کے خلاف ہے۔ شروع شروع میں تو اس نے ان الفاظ کی پرواہ نہ کی لیکن جب احباب بہم اصرار کرنے لگے تو اسے کمر سے کھول مخمل کے غلاف میں لپیٹ کر ایک گٹھڑی میں رکھ دیا۔ کچھ عرصے بعد حکومت کو شبہ ہوا۔ کہ اس نے

پرگنوں کی مالگزاری پوری ادا نہیں کی۔ شاہی حکم سے جانچ پڑتال شروع ہوگئی، اس کے ذمے بہت سا روپیہ نکلا۔ اس جرم میں اسے کوڑوں کی سزا ہوگئی۔ جب اس پر کوڑے پڑنے لگے تو اس نے ہر کوڑے پر صدا دی کہ پیر دستگیر مدد کا یہی وقت ہے۔ اس وقت حضرت اقدس ملتان سے دور کسی دوسری جگہ ایک مرید کے گھر مدعو تھے۔ آپ کے سامنے دستر خوان چنا گیا مگر آپ نے ایک لقمہ بھی نہ اُٹھایا۔ بلکہ ہر چوٹ کا اثر حضرت کے بازو پر نمایاں ہوتا رہا حتیٰ کہ بازو سے خون جاری ہوگیا۔ اِدھر دوسری طرف تاج الدین اس خیال میں تھا کہ اس کے پیر کا بل کا بازو اس کی پیٹھ پر ہے۔ مریدوں نے پوچھا کہ حضور یہ کیسا خون بہہ رہا ہے۔ تو آپ نے یہ سارا حال سُنایا۔ خدا کی شان دیکھئے کہ دوبارہ تحقیق ہوئی تو ثابت ہوگیا کہ اُسے بلا قصور سزا دی گئی ہے چنانچہ رہا کر دیا گیا۔ ایک مقرب نے حاکم سلطان سے کہا کہ تاج الدین اچھا آدمی ہے اس کی برخاستگی حاسدین کی سازش کا نتیجہ ہے چنانچہ حاکم ملتان نے تاج الدین کو دوبارہ تلمبہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ یہ بھی حضرت اقدس کی توجہ کا اثر تھا کہ وہ برسر روزگار ہوگیا۔

حضرت اقدس غریبوں اور حاجت مندوں کی حاجت روائی سے بہت خوش ہُوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ خشک سالی کے آثار نمودار ہوئے قحط زدہ لوگوں کی زبوں حالی دیکھ کر اس درجہ متاثر ہوئے کہ آپ نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ ایک دن خادم نے کھانا پیش کیا تو آپ نے فرمایا ہمیں پسند نہیں کہ لوگ بھوکوں مر جائیں اور ہم پیٹ بھر کر کھانا کھائیں۔ جب زیادہ اصرار ہُوا۔ تو شیخ سخیؒ خادم خاص کو بلا کر حکم دیا کہ روزانہ ایک دیگ دبلیے کی تیار کی جائے جب دیگ پک کر تیار ہو جاتی تو آپ اپنا کپڑا اس پر ڈال کر فرماتے کہ روزانہ صبح و شام لوگوں کو بلا کر تقسیم کیا کریں۔ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا جب شہر میں فارغ البالی اور خوشحالی ہوگئی تو یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ گو روزانہ صبح و شام سینکڑوں افراد آپ کے لنگر سے فیضیاب ہوا کرتے تھے۔ ہر سال ساون کے مہینے کی چار جمعراتوں کو آپ کے مزار عالیہ پر میلہ لگتا ہے اور اس شہر کے لوگ اپنے مُرشد مُربی اور محسن کی یاد میں دبلیے پر ہی ختم دلاتے ہیں۔

غرضیکہ حضرت اقدس فقر و استغناء کے پُتلے اور دردوسروں کے دُکھ درد کے ساتھی تھے۔ اور یہی صفات آج تک آپ کے اخلاق کا طرۂ امتیاز ہیں۔

حُلیہ اور لباس

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ راست قامت، قدرے کشیدہ قد تھے، جسم اطہر قدرے

جسیم تھا پیشانی فراخ، کشادہ ابرو، بینی دراز و بلند اور بڑی بڑی سیاہ آنکھیں تھیں جن سے رعب جلال ہر وقت ٹپکتا تھا۔ پر نور کتابی چہرہ، عارض گلگوں سرشک نورافشاں ڈاڑھی بمطابق سنت نبوی، جس کے موئے مبارک نہایت ملائم، باریک اور چمکدار۔ کشادہ سینہ و کشادہ شانہ، ناخن نہایت صاف و آبدار۔

آپؒ کا لباس نہایت سادہ لیکن پرشکوہ ہوتا تھا۔ بحالت جذب آپ ایک چوغہ پہنتے تھے جو سرخ رنگ کا ہو جاتا۔ اور تقریباً ٹخنوں تک لٹکا رہتا۔ اور تمام قابل ستر چیزیں اس میں ڈھک جاتی تھیں۔ اور جب یہ حالت نہ ہوتی تو عموماً آپ کا لباس دو مختلف رنگوں اور طرزوں کا ہوتا تھا۔ سرخ رنگ کا یا فوجی وردی کا۔ اکثر و بیشتر روایات میں یہی دو لباس پائے جاتے ہیں۔ آپ نے کبھی کپڑا اس رنگ کا سلوایا نہیں۔ بلکہ بدن پر ڈالتے ہی خود بخود اس طرح کا بن جاتا تھا۔ اس بارے میں کرامات کے باب میں حضرت اقدس کا بیان ملاحظہ ہو۔ سرخ لباس میں عموماً قمیض، تہہ بند اور عمامہ ہوا کرتا تھا۔ لباس صاف ستھرا رہتا تھا اور اس میں سے خوشبو آتی رہتی تھی۔ پاؤں میں کھڑاؤں پہنتے تھے۔ لیکن جذب کی حالت میں ننگے پاؤں رہا کرتے تھے۔

وصال

کیتھل شریف میں آپ "باغ ہمایوں" میں رونق افروز ہوئے۔ اس باغ سے اس قدر اُنس ہوا کہ ۲۹ جمادی الآخر ۹۸۱ھ (۲۶ اکتوبر ۱۵۰۳ء) بروز سوموار یہیں وصال فرمایا۔ اگر ۸۳۵ ہجری کو آپ کا سال ولادت قرار دیا جائے تو آپ کی عمر ۱۴۶ سال بنتی ہے۔ اور بصورت دیگر یعنی ۸۹۵ ہجری کو سال ولادت تسلیم کرنے سے ۸۶ سال "کمال کلاں" سے ۱۴۶ سال کی عمر اور سن وصال "لاتموتون اولیاء اللہ" سے ۹۸۱ ہجری برآمد ہوتا ہے۔ سن وصال کے لئے راقم الحروف نے "آں شیر ہدایت" اور "لبائہ ذوالجلال بلیغ" مادہ ہائے تاریخ کہے ہیں۔

مسالک السالکین کے مولوی محمد عبدالستار سہسرامی نے حسب ذیل قطعے میں "فیض کمال" سے تاریخ وصال نکالی ہے ؎

حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ

چوں ز دنیا یافت باحق وصال

بہر تاریخ وصال آنجناب

آمد از ہاتف ندا "فیض کمال"

۹۸۱ ہجری

حضرت اقدس کے سالِ وصال میں بھی اختلاف[1] ہے۔ بعض تذکروں میں ۹۷۱ ہجری پایا جاتا ہے۔ اور کچھ تذکرہ نگار سالِ وصال ۹۸۱ ہجری بیان کرتے ہیں۔ تحقیق سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت کا وصال جلال الدین اکبر کے عہد میں ۹۸۱ ہجری میں ہوا کیوں کہ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ ۹۷۱ ہجری میں متولد ہوئے اس وقت حضرت اقدس حضرت مجدد کے والد حضرت عبد الاحد کے گھر موجود ملتے ہیں اس کے علاوہ حضرت اقدس کے وصال کے وقت حضرت مجدد الف ثانیؒ کی عمر نو دس سال کے درمیان تھی زبدۃ المقامات کے مصنف نے سات آٹھ سال لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"ونیز بحاث آں شیخ بزرگوار۔ (یعنی شیخ کمال کیتھلیؒ) بوالہ حضرت ایشاں رحمہ اللہ انفاس بشارت اساس در حق حضرت ایشاں (یعنی حضرت مجدد الف ثانیؒ) فرمودہ حضرت ایشاں ہفت ہشت سالہ بودہ اند کہ شیخ کمالؒ کیتھلی) از جہان انتقال نمودہ تحلیہ مبارکہ شیخ را بخصوصہا بخاطر عاطر داشتند"

اگر اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے، تو حضرت اقدس کا سن وصال ۹۷۸-۹۷۹ ہجری متعین ہوتا ہے۔[2] لیکن زبدۃ المقامات کے مصنف اس سے پیشتر ہی حضرت کا سن وفات بیان کر چکے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"چوں عمر شیخ از ثمانین تجاوز نمود، در تاسع عشر از جمادی الآخر سنہ احدی و ثمانین و تسعمائۃ راہِ وصالِ رفیق اعلیٰ گرفت و در قریہ کیتھل کہ از قرائے تابعۂ سرہند است خوابگاہ گرفت"

اس کے علاوہ ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ء) میں اکبر نے گجرات فتح کیا۔ اس وقت علی قلی خاں اکبر کے ہمراہ تھا۔ وہ سلسلہ قادریہ میں مرید تھا۔ حضرت نے اسے بدفعلی کا ارادہ کرنے کی وجہ سے کوڑے لگائے تھے۔ اس طرح ۹۸۰ ہجری میں حضرت بقید حیات تھے۔

نیز تحفۃ الابرار (تصنیف ۱۲۲۳ ہجری) کے مصنف نے برکات الاولیاء کے حوالے سے

---

[1] اس سے متعلق استاد مکرمی ڈاکٹر رانا صاحب نے اپنے پیش لفظ میں اشارہ فرمایا ہے چنانچہ راقم الحروف کو اسی چیز نے مزید تحقیق کا شوق دلایا۔ (مولف)

[2] مسالک السالکین اور آئینہ تصوف کے مصنفین نے ۹۰۰ ہجری سال وفات بیان کیا ہے جو سراسر غلط ہے۔

آپ کے وصال کی تاریخ ۲۹ جمادی الثانی ۹۸۱ ہجری لکھی ہے۔ مسالک السالکین کے مؤلف نے زبدۃ المقامات کے حوالے سے یہی سالِ وصال دیا ہے۔

پس یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت اقدس کا سن وصال ۹۸۱ ہجری ہے لیکن سالِ ولادت ۸۷۰ ہجری ہے۔ اور حضرت اقدس نے اسی سال سے زائد یعنی ۱۱۰ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اس کی تائید زبدۃ المقامات کے مندرجہ بالا اقتباس سے بھی ہوتی ہے۔ اگر ہم ۱۰۷۱ ہجری کو سن وصال تسلیم کر لیں تو حضرت مجدد الف ثانی کا سالِ ولادت غیر یقینی ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ ہمیں حضرت مجدد الف ثانی کی آٹھ نو سال کی عمر کے وقت حضرت کو بقید حیات تسلیم کرنے کے لئے یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ ۱۰۷۱ ہجری سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ جو شواہد کی روشنی میں ممکن نہیں۔

حضرت اقدس کے وصال کا واقعہ نہایت حیرت انگیز لیکن بصیرت افروز ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت اقدس عموماً حجرے میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ اور ریاضت و عبادت اور مراقبے میں اس قدر مشغول رہتے کہ چھ چھ مہینے حجرے سے باہر تشریف نہ لاتے۔ ۲۹ جمادی الآخر ۹۸۱ ہجری کو حضرت کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ عماد الدینؒ کسی غرض سے حجرے کے پاس گئے۔ وہاں ہُو کا عالم تھا۔ انہوں نے دروازے میں سے دیکھا کہ آپ بے دم لیٹے ہیں صاحبزادے کو شک ہوا۔ لہٰذا وہ لوٹے اور چند اصحاب کو ہمراہ لے آئے، دروازہ اتار اجنبی دیکھنے پر معلوم ہوا کہ روح جسدِ ظاہری سے پرواز کر کے محبوبِ حقیقی سے جا ملی ہے۔ ایک کہرام مچ گیا۔ کفن دفن کا بندوبست کیا گیا۔ غسل دینے لگے تو حضرت نے جنبش کی، غسال پر ہیبت طاری ہو گئی۔ وہ بے ہوش ہوا ہی چاہتا تھا کہ حضرت نے سنبھالا دیا۔ اور دریافت فرمایا کیا ہمارے وصال کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی ہے۔ غسال نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: اچھا ہم جاتے ہیں۔ یہ کہا اور دم سادھ لیا۔ اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

تذکرہ عارفاں میں ایسی ہی ایک روایت آپ کے وصال کے بارے میں ملتی ہے۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ کا ایک چھوٹا صاحبزادہ فوت ہو گیا۔ آپ نے بھی اس طرح کے تماشے کے لئے جسمانی تجرد حاصل کیا۔ اہلِ خانقاہ نے سمجھا کہ آپ وصال پا گئے ہیں۔ چنانچہ وہ تجہیز و تکفین کے بعد آپ کو دفن کرنے کے لئے لے چلے۔ کہ اچانک آپ زندہ ہو گئے۔ اور فرمانے لگے کہ حقیقت تو یہی ہے لیکن چونکہ تم نے ہماری قبر تیار کر دی ہے۔ تو اب ہم اسے اپنا منتظر نہیں رکھ سکتے ہم

بھی سفرِ آخرت اختیار کرتے ہیں اور اُسی وقت انتقال کر گئے۔ اور پھر اُسی لمحے جسمِ ظاہر کے
ساتھ جنوبی ہند میں برہانپور میں اپنے ایک معتقد سوداگر سے ملاقی ہوئے اور اشارہ کیا کہ
ہم نے دنیا سے رختِ سفر باندھ لیا ہے اس لئے اب ہماری قبر پر کیتھل میں حاضری دیا کرو
جو نذر و نیاز پہلے بھیجتے تھے اب بھی ہماری خانقاہ میں بھیجا کرو۔

سلسلہ چشتیہ کے ایک معروف بزرگ میاں غلام حسین تھمیؒ بیان فرماتے ہیں کہ چشتیہ
سلسلے میں حضرت بو علی شاہ قلندر اور حضرت مخدوم علی احمد صابری کلیری رحمہم اللہ تعالیٰ اور قادریہ
سلسلے میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کو شغل میت سے ایک خاص شغف تھا اور اس عالم
میں کئی کئی ماہ گزر جاتے تھے جب حضرت کے فرزند اکبر نے یہ ماجرا دیکھا کہ ایک طویل عرصہ گزرنے
کے بعد بھی آپ بیدار نہیں ہوئے تو انہیں یہ گمان گزرا کہ حضرت موصوف وصال پا چکے ہیں۔ حالانکہ
آپ اس وقت بھی شغل میت سے طبیعت بہلا رہے تھے جب حضرت نے غسّال سے سوالات
کئے۔ اور آپ کو واقعہ کا علم ہوا تو شریعت کے پردے پر حرف آتا دیکھ کر حضرت نے اس کی تصدیق
ہی مناسب سمجھی۔

حضرت کی نمازِ جنازہ میں قطب نجبا، اوتاد، اغواث، ابدال، اقطاب، اولیائے ہم عصر جنات
اور رجال الغیب تک شامل ہوئے۔ اس کے علاوہ لاکھوں افراد نے شرکت کی، اور ہجوم غفیر میں
حضرت کا جنازہ پڑھ کر زنانی تالاب کے کنارے لایا گیا۔ اور پھر جسدِ اطہر کو احکام شریعت کے
مطابق دفن کر دیا گیا۔ اجل کی زلفوں نے ایک کامل و عامل ولی، بحرِ علم، عمدہ ترین انسان، افضل
ترین قطب ارشاد کو اپنے اندر چھپا لیا اطراف و اکناف میں کہرام مچ گیا اور کوئی دل ایسا نہ تھا
جو اس غم و اندوہ سے پارہ پارہ نہ ہوا ہو۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو خون کے آنسو نہ روئی ہو کوئی جسم
ایسا نہ تھا جو اس حادثے کا نپنے نہ لگ گیا ہو کوئی رونگٹا ایسا نہ تھا جو اس عظیم حادثے پر کھڑا
نہ ہو گیا۔

ایک صاحبِ حال فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس کے وصال کے روز میں نے دیکھا کہ اولیاء اللہ
کے گروہ کسی خاص مقام کی طرف پرواز کر رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے۔ ایک
مردِ خدا نے نہایت عجلت میں بتایا کہ غوث الآفاق نے آج پردہ کیا ہے۔ کہتے ہیں میں نے
اپنے ایک پیر بھائی کو جو پرواز کر رہا تھا بازو سے پکڑ کر پوچھا کہ اولیاء اللہ کی یہ جماعتیں کس طرف
اور کیوں پرواز کر رہی ہیں۔ اور غوث الآفاق کے وصال سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب

دیا، کہ آج غوث الآفاق شاہ کمال قادری کیتھلیؒ کا وصال ہو گیا ہے۔ چونکہ آپ نے صحیح معنوں میں دَورِ غوثیت کی تجدید کی ہے اس لئے آپ کو غوث الآفاق کہا جاتا ہے۔

مزار اور عرس

حضرت اقدس کا عرس مبارک ۲۹ جمادی الآخر سے یکم رجب المرجب یعنی تین روز تک منایا جاتا ہے۔ تقسیم برصغیر سے پہلے عرس میں دُور دراز سے لوگ آتے تھے۔ اور ایک نئی دنیا آباد نظر آتی تھی۔ اس کے علاوہ موسم برسات میں ساون کے تمام مہینے ہر جمعرات کو ایک میلہ منعقد ہوا کرتا تھا۔ یہ نظارہ دیدنی ہوتا تھا۔ بارش ہو رہی ہے لیکن شائقین اسی میں چل پھر رہے ہیں۔ کیا مجال کہ میلے کی رونق میں فرق آئے۔ آج بھی آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ جہاں عقیدتمند بلا امتیاز مذہب و ملّت بیرونِ جات سے آکر دامنِ مراد کو بھرتے ہیں۔

شہر کے باہر مشرقی جانب تشریف لایئے تو ایک وسیع و عریض تالاب ملتا ہے جسے "بدھ کیائی" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کے پل سے گزر کر باغ کے وسط میں پہنچ جاتے ہیں یہیں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔ جہاں خداوند قدوس کے انوار و تجلیات کا ہر وقت نزول ہوتا رہتا ہے۔

ساخت کے اعتبار سے مزار مقدس مثمن شکل کا ہے۔ جس کے اضلاع قوسین کی شکل کے ہیں۔ چھت گنبد نما ہے۔ عمارت کے بنانے میں چونے گچ کا استعمال کیا گیا ہے۔ اور پلستر بھی اسی مصالحے سے کیا گیا ہے۔ چبوترہ سنگِ رخام سے تعمیر کیا گیا ہے۔ جو سطح زمین سے تقریباً ڈیڑھ گز اونچائی کے فاصلے پر واقع ہے۔ لحد مبارک حضرت علاؤالدین صابر کلیریؒ اور حضرت داتا گنج بخش رحمہم اللہ تعالیٰ کی لحد ہائے مبارک کی طرح بھنورے میں واقع ہے۔ اور پھر کرسی اٹھا کر سنگ مرمر سے تعویذ بنایا گیا ہے۔ جو شان و شوکت اور رعب و جلال آپ کی ذاتِ گرامی میں اللہ تعالیٰ نے ودیعت کیا تھا۔ وہی شان و شوکت اور جلال آپ کے مزار میں نمایاں ہے۔

مزارِ مقدس کا کل احاطہ تقریباً ایک مربع زمین پر حاوی ہے۔ مزارِ مقدس کی عمارت پر کوئی نقش و نگار نہیں بنائے گئے۔ بلکہ مزارِ مقدس سادگی و پرکاری کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ نہ ہی مزارِ مقدس کی عمارت کی دیواروں پر کوئی شعر لکھے گئے ہیں۔ البتہ صدر دروازے پر ایک شعر مرقوم ہے ؎

گلشن چمن حضرت علیؑ، روشنیٔ شمع بزم نبی
اندر کرامت کابلی شاہ کمال قادریؒ!

مزار پر کتنی لاگت آئی؟ اسے کس نے بنوایا؟ یہ کتنے عرصے میں بنا؟ ---- تذکرے اس بارے میں یا تو خاموش ہیں یا ان میں اختلاف ہے طبقات حسابیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکبر کے کسی مقرب نے روضۂ مبارک کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تھا اور اس کے بعد اس میں ترمیم و اضافے کے ساتھ تعمیر کا کام جاری رہا ہے۔ مصنّف قصرِ عارفان کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مزار آپ کے کسی مرید نے بنوایا تھا۔ جو برہانپور کا رہنے والا تھا۔ ممکن ہے آپ کا یہ وہی مرید ہو جسے طبقاتِ حسابیہ کے مصنف نے اکبر کا مقرب بنایا ہے۔

درگاہ شریف کے چاروں طرف گونا گوں درختوں کے جھنڈ گھنی چھاؤں کئے ہیں۔ کھرنی کی ٹہنیاں املی کے درخت میں پھیلی ہوئی ہیں۔ موسم بہار میں نیم کے پتوں کی سبزی اور پھولوں کی سفیدی بہار کا ایک سماں باندھ رہی ہوتی ہے۔ جب درختوں کی ٹہنیاں ہلتی ہیں۔ مولسری کے پھولوں کا مینہ برستا ہے اور گچھے جھوم جھوم کر زمین کو چومنا چاہتے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہار کی رعنائیاں اسی چمنستان بوقلموں میں ٹوٹ پڑی ہیں۔ صبح کے وقت پرندوں کی چہک اور گلوں کی مہک اس عالم رنگ و بُو کو مزید سحر آفرینیاں عطا کرتی ہے۔ صبا پابوسیٔ مرقد منور کر کے جوانان چمن کے ساتھ چشمک زنی کرتی نظر آتی ہے۔ اس عالم نیرنگ کے اس نظارے کے بعد انسان کے دل میں عشق حقیقی کی چنگاری جنم لیتی ہے کہ انسان پھر دین کا ہو رہتا ہے۔ لیل و نہار مزار مقدس پر عبادت میں گزار دیتا ہے۔ مزار مقدس سے کچھ فاصلے پر درویشوں کی رہائش و اقامت کے لئے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ صبح کے وقت ان درویشوں کی حالت دیدنی ہوتی ہے جب ان کی تہلیل و تمجید کی آوازیں فضا میں گم نہیں ہو جاتیں۔ بلکہ دیگر حضرات کے لئے خواب خوش مزہ سے اُٹھنے کی نوید ہوتی ہے۔ اور "صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے" کا منظر پیش کرتی ہیں۔ یہاں کے ذرات سے تصورِ وحدت عیاں ہے۔ اور ذرے ذرے کی زبانِ حال کہتی ہے "عیاں تو ہی تو ہے نہاں تو ہی تو ہے"۔ تالاب کے مناظر لیل و نہار جھیل مانسرور اور کیپسپئین کے مناظر کو مات کرتے ہیں۔ نظارہ طلوع و غروب آفتاب دیدنی ہے۔ اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے، گویا مہر و ماہ کا مبدا و منتہا یہی تالاب ہے تشنگانِ بادۂ وحدت و دستار دارانِ بحرِ طریقت و حقیقت کا ہجوم بے کراں ہر وقت رہتا ہے

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء مریدین اور معتقدین ہر عرس پر باقاعدہ حاضر ہوتے اور آپ کے مزار شریف پر مراقبہ کی حالت میں گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ آپ کے مریدین و معتقدین کا سلسلہ برصغیر پاک و ہند تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ سلسلہ غیر ممالک مثلاً عراق، عرب، مسلی اور کردستان میں بھی پھیلا۔ چنانچہ عرس کے موقع پر اور عرس کے علاوہ عام دنوں میں بھی اندرون و بیرون ملک سے لوگ تشریف لایا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ شاہان وقت بھی آپ کے در پر جبیں سائی کو باعث سعادت سمجھتے۔ بعض نے تو خود آکر حاضری دی اور بعض نے جاگیروں کے ذریعے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ ان میں ہندو مسلم سبھی والیان ریاست شامل ہیں۔ عوام کے علاوہ سلاطین امراء، انگریز حکام متقدر لوگ، مشائخ اور علماء مزار مقدس پر حاضر ہوتے رہے ہیں۔ مشائخ میں سے آپ کے خلفاء کے علاوہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری، شیخ ولی اللہ چشتی، حضرت شاہ فاضل الدین بٹالوی، خواجہ محمد معصوم، شیخ آدم بنوری حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، خواجہ غلام محی الدین پرکی المعروف پیر قادری، پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، صوفی علی نواز نقشبندی، اسمٰعیل الٰہ آبادی، مولانا سعداللہ خاں نقشبندی کندیاں والے اور حضرت ملا شور بازار اور علماء میں سے نواب بہادر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن شروانی۔ مولانا انور شاہ کاشمیری، مولانا حامد علی خاں رامپوری، مولانا عبدالقادر رائپوری قاری محی الاسلام پانی پتی اور عطاء اللہ شاہ بخاری چند ایسے حضرات ہیں جنہوں نے مزار مقدس پر حاضری دی ہے احمد شاہ ابدالی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بھی مزار شریف پر حاضر ہوا تھا۔ اور ۱۹۰۷ء میں جب شاہ افغانستان امیر حبیب اللہ خاں ہندوستان آیا اور کیتھل کے قریب شکار کھیلنے گیا۔ تو مزار شریف پر حاضر ہوا تھا۔

آپ کا مزار آج بھی حسب معمول فیض رساں ہے چنانچہ اولیائے وقت اب بھی نسبت کاملہ کے حصول کے لئے آپ سے رجوع کرتے ہیں۔ پیر بہادر شاہ نے لکھا ہے۔ کہ میں نسبت کاملہ کے لئے کیتھل شریف گیا۔ اور حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے مزار پر حاضری دی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نے کوئی چیز میوے کی قسم سے اپنے دست مبارک سے میرے کپڑے میں ڈالی ہے۔ ۱۸۸۴ء میں درگاہ کے اخراجات کے لئے زمینوں کے علاوہ ایک کنواں بھی وقف تھا۔ ۱۹۱۸ء میں انگریز حکومت نے بھی اس درگاہ کی عظمت کے پیش نظر اس کے اخراجات

کے لئے ایک مربع کے قریب زمین دی تھی۔ جس کی تصدیق ۱۹۱۸ء کے گزٹیئرز سے ہوتی ہے۔

برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے بعد خانقاہِ کمال کے سجادہ نشین حضرت سید علی احمد شاہ گیلانی قدس سرہٗ پاکستان میں ہجرت کر گئے۔[1] آپ اہلِ نظر سے اس دور کی کیفیت پوشیدہ نہیں۔ ظاہر ہے ایسے عالم میں درگاہ کی تولیت کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا۔ اور تقسیم کے بعد بھی کافی عرصے تک حالات کچھ ایسے رہے کہ حضرت سید علی احمد شاہ گیلانی قدس سرہٗ ہندوستان نہ جا سکے۔ تاہم بزرگانِ دین بلا تمیز مذہب و ملت اور بلا فرقِ ذات پات جس کسی سے جو خدمت لینا چاہتے ہیں لے لیتے ہیں۔ نظرِ کمال نے بھی اپنی آرام گاہ کے لئے خدمت گار تلاش کر لئے۔ اب بلا امتیاز مذہب و ملت ہندو مسلم مزار مبارک کی تزئین و ترتیب میں حصہ لے رہے ہیں۔ باقاعدگی سے عرس منعقد ہوتا ہے۔ ہزاروں افراد کی شرکت، قوالوں کی محفل، عقیدت مندوں کے وفورِ اشتیاق و جذبات سے گزشتہ دور کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

اس بات کا تذکرہ کچھ تعجب خیز ہوگا کہ ۱۹۶۷ء میں تقسیم برصغیر کے بعد مزار مبارک کی تزئین و ترتیب، مرمت اور عرس کی از سرِ نو تجدید ہندوؤں نے شروع کی۔ ۲۱ مارچ ۱۹۶۷ء کو کیتھل سے برہم دت شرما جی نامی ایک (ہندو) صاحب نے موجودہ سجادہ نشین جناب سید مقبول محی الدین گیلانی مدظلہ العالی کے نام ایک مختصر خط میں حضرت اقدسؒ کے حالاتِ زندگی اور کرامات پر روشنی ڈالنے کے لئے لکھا۔ ان صاحب نے اپنے خط میں لکھا کہ حضرت اقدس کا عرس گذشتہ چار سال سے لگاتار ہوتا آ رہا ہے۔ اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ مزار مبارک کا فرش اور تالاب کی طرف والی دیوار کی تعمیر از سرِ نو ہو رہی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بتلانے کے لئے برہم دت شرما جی نے ۱۳ اپریل ۱۹۶۷ء کو ایک دوسرا طویل خط لکھا۔ اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح مزار کی تعمیر و مرمت، تزئین و آرائش اور روشنی وغیرہ کا خیال ہندوؤں کے دل میں پیدا ہوا۔ خط سلیس اور دلچسپ ہے اور عقیدت کے جذبات سے لبریز۔ ایک ہندو کے یہ جذبات دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان الفاظ کے اندر وحدت کے کسی متلاشی کی روح بول رہی ہے۔ اس خط کا مفید مطلب حصہ قارئین کے مطالعے کے لئے من و عن یہاں درج کیا جاتا ہے۔

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے ہماری کتاب "تذکرہ حضرت شیخ سکندر کیتھلیؒ" مطبوعہ مکتبہ میری لائبریری لاہور۔

"میرے محترم روشن لال جی بی، اے سپر سورگیہ شری ہنسراج جی ریٹائرڈ چیف گڈس کلرک، جن کا پتہ بعد میں لکھوں گا۔ اس سب کامیابی اور عرس پاک اور تزئین اور آرائش کے مالک روح رواں اور محرک ہیں آج سے ٹھیک چار سال قبل جناب حضرت شاہ کمالؒ صاحب نے کس طریقہ سے ان کے دل میں بھی تڑپ اور تحریک پیدا کی۔ کہ آپ اس کار خیر اور ثواب کے کام میں پہل کیجئے اور اسی تڑپ کو لے کر شری روشن لال جی آج سے چار سال پہلے کیتھل تشریف لائے۔ کیتھل، بابو روشن لال جی کا وطن بھی ہے اور گھر بھی، یہ محلہ نانو نگویان کے رہنے والے دہلی میں ایک اعلیٰ سرکاری عہدہ پر فائز ہیں۔ جب یہ چار سال قبل حضرت شہ کمال صاحب کی درگاہ پر آئے تو مقبرہ کی حالت کو دیکھ کر ان کا دل بے چین ہو اٹھا۔ اس وقت سے آپ نے حلف لیا کہ درگاہ کی حالت جلد سے جلد درست کی جاوے اور اس کے بعد آپ کی کوششوں سے سب کچھ ہوا۔ میں خادم بھی ان کی کوششوں میں برابر شریک ہوتا آ رہا ہوں اور ساتھ ہی میرے عزیز بھائی رام نواس، جو بنک کی اعلیٰ ملازمت میں ہیں (نے) دن رات ایک کر کے سامان فراہم کر کے درگاہ شریف کو وہ تزئین و آرائش دلوائی کہ بیان سے باہر ہے، یہ جناب حضرت شہ کمال صاحب کے حکم کا نتیجہ ہے۔ ہم سب کے دل میں ان کے لئے بہت عقیدت اور جذبۂ محبت ہے۔ عرس چار سال سے جاری ہے اس سے قبل سال کا عرس بھی اچھے پیمانے پر ہوا۔ لیکن اس سال کا عرس جناب شاہ کمال صاحب کی دعا اور کرم سے عالی شان اور اعلیٰ پیمانے پر منایا گیا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ تالاب کی مسمار دیوار کو بڑی اینٹوں سے تمام کو تعمیر کیا گیا ہے۔ ٹیپ بھی ہو گی۔ درگاہ شریف کے سامنے اور پیچھے دائیں بائیں بھی اینٹوں کا فرش کر دیا گیا ہے اور درگاہ شریف پر ہرا پرچم لہراتے ہوئے پریم اور محبت کا درس دے رہا ہے۔ جناب حضرت شاہ کمال صاحب کا یہ مزار، تالاب کے کنارے بلندی پر واقع کتنا سہانا اور دلکش منظر پیش کر رہا ہے اور دنیا کے غم و فکر سے جھلسی ہوئی روحوں کے لئے کتنا سکون قلبی دینے کا باعث ہے بیان سے باہر ہے۔

"میں آپکو اپنا ہی واقعہ سُنا رہا ہوں۔ ۸/اپریل کو عرس پاک کا دن تھا فرش کا ٹکڑہ جو درگاہ شریف کے دروازہ کے ساتھ ملحقہ ہے بقایا ۵ بجے شام ۷/اپریل ۷۶ء کو رہ گیا۔ ارادہ کیا کہ یہ ضرور بن جانا چاہیئے۔ میں تمام دن کی محنتِ شاقہ کے بعد ۲/۱۵ بجے پہنچا اور اپنے سامنے مزدوروں اور کاریگروں کو حوصلہ دلاتے ہوئے بنوا کر رات کے سوا دس بجے گھر پہنچا۔ لیکن اتنی دیر ہونے پر بھی وہاں ان کی خدمت میں بیٹھے ہوئے دل میں سکون و راحت تھی۔ اُٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ اور یہی دل میں آرہا تھا کہ اسی طرح ان کے قدموں میں بیٹھا رہوں۔ اور آٹھ نو اپریل کو تو حضرت شاہ کمال صاحب کی پرورش اور رحمت فیاضی پہ تھی کہ درگاہ پر نور برس رہا تھا۔ ہوا عطر بیز تھی۔ بجلی کے عارضی قمقموں سے سارا ماحول پُر نور اور منوّر تھا۔ اس وقت جو عبادت اور دعا کے بعد راحت اور سکون ملا کیا بیان کروں اور یہ عارضی بجلی مستقل لگائی جا رہی ہے اور دستور کے مطابق میں بھی ہر روز ان کے قدموں میں سجدہ کرتا ہوں۔ چراغ روز روشن ہوتا ہے۔ یہ سب ان کی فیض کرم کا نتیجہ ہے۔ میں اور دوسرے احباب کس لائق ہیں ..... ہم سب نے کیا کیا، یہ تو ان کا حکم تھا جو ہمارے لئے سعادت اور مسّرت کا پیغام لایا ہے۔ زندگی میں کئی مشکلات ان کے کرم اور بخشش سے دُور ہوئیں یہ ان کا فضل ہے۔"

آخر میں مکتوب نگار نے حضرت اقدس کے حکم کے بارے میں لکھا ہے:۔

"جو کچھ آپ حضرات نے اہل ہنود کو حکم دیا ہے بہ مقتضائے وقت ہے" مکتوب نگار نے قوالی کی محفل کا ذکر بھی کیا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں خطوط میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں کہ دیوار اور فرش کی لمبائی اور چوڑائی کتنی ہے اس کی تفصیل ہمیں ایک اور خط میں ملتی ہے جو حضرت صوفی عبدالرحمٰن[1] نے مرزا افضل الحق بیگ صاحب[2] کو ۱۹/مئی ۱۹۷۶ء کو شملہ سے تحریر کیا ہے۔ اس خط کے تیسرے پیراگراف

---

[1] خلیفۂ مجاز حضرت حافظ غلام قادر شاہ، قصبہ جلال آباد ضلع مظفر نگر (بھارت)

[2] ریٹائرڈ ایس ڈی۔ او۔ ۹۷ جناح پارک شیخوپورہ، خلیفۂ مجاز جناب حافظ غلام قادر شاہ مذکور۔

میں حضرت صوفی عبدالرحمٰن رقم فرماتے ہیں :۔

"کیتھل شریف میں حضرت اقدس جناب شاہ کمال الکمال رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک بھی ۸/اپریل ۷۰ء کو (مقام کیتھل شریف[1]) ہوا تھا۔ وہاں پر تالاب کے رخ پر ایک دیوارہ ۱افٹ اونچی ۰ ۵ا فٹ لمبی اور سوا فٹ چوڑی بنوادی حضرت شہ کمال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے سامنے ایک چبوترہ ۰ ۶ فٹ لمبا اور ۰ ۶ فٹ چوڑا سیمنٹ والا بنوایا ہے۔ ہر دو مزارات مبارک[2] کی معمولی مرمت اور صفائی سفیدی وغیرہ کرادی گئی ہے عرس مبارک میں پندرہ بیس آدمی سنام دہلی کے پہنچے تھے۔ مہمان اشخاص میں سے تقریباً ایک ہزار آدمی شریک تھے۔ رات کو قوالی کی محفل بھی ہوئی تھی۔"

ہم نے اوپر جن خطوط کے اقتباسات دیئے ہیں، اُن سے واضح نہیں ہوتا کہ ان حضرات کو حضرات کیتھل کے مزارات کی دیکھ بھال کا خیال کس طرح پیدا ہوا لیکن ان کے بعد کے خطوط سے مزارات شریف کی دیکھ بھال سے متعلق بہت سے امور پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ مزارات شریف میں بجلی کا باقاعدہ انتظام کر دیا گیا ہے، دیواروں پر رنگ روغن کیا گیا ہے۔ فرش بنائے گئے ہیں مہمانوں کے لیے مہمان خانے بن گئے ہیں۔ اور مزارات شریف کی مسجد کے لئے اور عرس شریف اور دیگر اسلامی تقریبات میں رہنمائی کرنے کے لئے ایک خطیب کا تقرر بھی ہو چکا ہے اور ان خطیب کی رہائش کے لئے کمرہ بھی درگاہ شریف کے احاطے میں ہی بن چکا ہے۔ پانی کی فراہمی کے لئے ٹیوب ویل کی تنصیب ہو چکی ہے اور باغیچہ بھی لگ چکا ہے، اور اب ہندوستان کا محکمہ اوقات بھی مزار شریف کی دیکھ بھال میں دلچسپی لینے لگا ہے اور اس کے اخراجات کی کفالت میں شریک ہونے لگا ہے۔ انہی خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ عرس کی تقریبات مسلمان بزرگوں اور اولیاء اللہ کے ہاتھوں انجام پاتی ہیں۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ بزرگ ان تقریبات کے موقعوں پر کس طرح زائرین کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں اور کس طرح انہیں راہ حق دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہی خطوط میں ایک ایسا بھی ہے جس سے معلوم ہوتا

---

[1] قوسین کی عبارت مکتوب نگار نے مکرر لکھ دی ہے۔

[2] مراد ہے مزاراتِ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ و حضرت شہ سکندر کیتھلی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ہے کہ کس طرح حضرات کیتھل کے مزارات کی دیکھ بھال کا کام شروع ہوا۔ چنانچہ روشن لال گپتا جی نے اپنے ۱۳/جون ۱۹۷۰ء کے خط میں ساری داستان بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"میرا رشتہ، دربار قادریہ سے ۱۹۶۳ء میں ہوا۔ اس طرف رجوع جناب وید امرت لال جی نے کیا جو شملہ میں ڈاکٹر ہیں اور یہ سرکاری ملازم بھی ہیں۔ وہ جناب حضرت حافظ غلام قادر شاہ صاحب[1] رحمۃ اللہ علیہ کیتھل ہی ہیں جن کا دربار عالیہ جالندھر شریف میں ہے۔ اور حضرت حافظ جی کے مرید جناب قبلہ محمد حسین خان صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مستری قیص خاں صاحب رحمۃ اللہ ہیں ان بزرگان کے مزار شملہ میں ہیں شملہ اور جالندھر شریف میں باقاعدہ حضرات کے عرس منائے جاتے ہیں۔ جہاں ہزاروں عقیدت مند فیض لیتے ہیں یہ عرس باقاعدہ ۱۹۴۷ء کے بعد سے منائے جاتے ہیں ۱۹۶۳ء میں سب سے پہلے مستری ... قیص خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر مئی ۱۹۶۳ء میں حاضری دی۔ پھر ۱۹۶۳ء ستمبر میں جناب محمد حسین خاں صاحب رحمۃ اللہ عرف باباجی کے

---

[1] حضرت حافظ غلام قادر شاہ صاحب قدس سرہ سلسلہ قادریہ طاہریہ فاضلیہ کے عظیم المرتبت بزرگ تھے آپ چھوٹی عمر میں ہی حضرت غلام محی الدین قادری قدس سرہ سے بیعت ہوئے اُن سے ہی کسب فیوض و برکات کیا۔ اور خرقۂ خلافت قادریہ حاصل کیا۔ آپ کا سلسلہ طریقت اس طرح ہے۔ حضرت حافظ غلام قادر شاہ کو بیعت و خلافت حضرت غلام محی الدین سے، انہیں حضرت نور احمد عرف سائیں منگو شاہ سے انہیں حضرت قلندر عبدالرسول سے، انہیں حضرت شاہ غلام غوث بٹالوی سے انہیں اپنے والد حضرت غلام قادر شاہ سے انہیں اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ فاضل الدین بٹالوی سے۔ انہیں حضرت ابو محمد قادری سے، انہیں حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری سے انہیں حضرت شاہ سکندر کیتھلی سے انہیں اپنے دادا حضرت شاہ کمال کیتھلی سے ... الخ حضرت حافظ غلام قادر کے مناقب و محاسن بہت زیادہ ہیں۔ آپ کے دست حق پرست پر ہزاروں مسلمان ہندو سکھ عیسائی، عالم و فاضل پنڈت گیانی، ادیب اور شاعر شرف بیعت سے مشرف ہوئے آپ نے ۱۲ ستمبر ۱۹۲۶ء کو جالندھر میں وصال فرمایا۔ وہیں مزار شریف ہے۔ آپ کے نامور خلفاء میں آپ کے صاحبزادے میاں شمس الحق مزار گوجرانوالہ پاکستان میں صوفی عبدالرحمٰن قصبہ جلال آباد ضلع مظفر نگر (بھارت) حضرت مرزا فضل الحق بیگ جناح پارک شیخوپورہ، محمد حسین خاں، قیص خاں شملہ اور سائیں جیک شاہ (موضع سرہانہ سرہند بسی) بہت مشہور ہیں۔

عرس مبارک میں شرکت کی تقریباً نومبر ۱۹۶۳ء میں رات کو کچھ حضرات کی رحمت ہوئی میں لے یہ خواب جناب ڈاکٹر دیا شنکر صاحب جن کا انتقال ۱۹۶۵ء میں ہوا۔ یہ خواب میں نے اُن کو خواب کے اگلے روز سنایا۔ آپ حضرت حافظ صاحب سے بیعت تھے۔ اور ہندوستان میں عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۸۰ سال کی تھی انہوں نے مجھ سے پوچھا بیٹا تم رہنے والے کہاں کے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ناچیز کیتھل شریف کا رہنے والا ہے۔ انہوں نے فرمایا بیٹا تم بہت خوش نصیب ہو۔ یہ دربار عالیہ حضرت شاہ کمال شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا ہے اور وہاں جا کر خدمت کرو۔ میری خواہش بڑھتی گئی۔ مئی ۱۹۶۴ء میں مجھے ضروری کام کے سلسلے میں والدہ صاحبہ کے بلوانے پر کیتھل جانا پڑا۔ جاتے وقت خواہش ہوئی کہ شاہ صاحب کے ہاں سلام کر کے آؤں گا۔ میں تبرک اور اگربتی وغیرہ وہاں سے ہی لے گیا تاکہ کیتھل میں مجھے کوئی نہ جانے۔ کیتھل پہنچ کر میں نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ اماں یہاں کوئی پیر کی درگاہ ہے انہوں نے فرمایا کہ بیٹا سُنا ہے تو ہے۔ لیکن میں جگہ نہیں جانتی انہوں نے فرمایا کہ شری رام نواس شرما سے پوچھو جو شاید انہیں جانتے ہیں۔ آپ پنڈت برہم دت صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ وہ میرے ساتھ حضرت شاہ کمال شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی درگاہ پر لے گئے۔ وہاں جا کر میں نے کیا دیکھا شرما جی تو باہر ہی رہ گئے۔ اور میں تیل، اگربتی دھوپ اور تبرک لے کر اندر لے کر چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ روضہ شریف میں، فرش سب ٹوٹ پڑا ہے ایک پرانا چراغ وہاں تھا۔ یہ حالت دیکھ کر مجھے رونا آگیا۔ میں نے چراغ جلایا۔ اور سب کچھ بھول گیا۔ روتے روتے عرض کیا کہ حضرت میں اس قابل نہیں تھا۔ مجھے کیسے یاد کیا ہے آپ میری حالت تو جانتے ہی ہیں۔ میں ایک ادنیٰ ملازم ہوں اور ہر قسم کا گنہگار ہوں۔ مجھ پر یہ رحمت کیسے ہوئی۔ اب اگر بلایا ہے تو اپنے قدموں میں رکھنا اور اس جگہ کو جنت بنا ڈالئے آپ کے لئے یہ معمولی چیز ہے، اس وقت اس روضہ شریف میں ایک بڈھا رہتا تھا۔ اور حضرت نورالدین صاحب رحمۃ اللہ کا مزار مبارک وہاں نہیں تھا۔ صرف نشان باقی تھے، یہ خواہش لے کر، رو کر، میں دہلی واپس چلا آیا۔

تقریباً ایک مہینے کے بعد میں نے اعلیٰ حکام سے درگاہ شریف خالی کرانے کی درخواست کی۔ حضرات کو کچھ ایسا منظور ہوا کہ وہ اسی وقت خالی ہوگئیں۔ یہ جان کر مجھے ازحد خوشی ہوئی۔ اور محسوس ہونے لگا۔ کہ یہ سب شاہ کمال" کی بدولت ہے پھر خواہش ہوئی کہ کم ازکم سفیدی ہو جائے تو اچھا ہے۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ شری رام نو اس شرما دہلی کسی ذاتی کام سے دہلی تشریف لائے۔ میں نے سفیدی کے لئے عرض کیا۔ انہوں نے بے حد خوشی منظور کیا۔ میں نے انہیں ۲۵ روپیہ دیئے۔ اور کہا کہ جو کچھ اور کہے گا دوں گا۔ انہوں نے دونوں درگاہوں میں سفیدی کرائی اور لکھا کہ صرف ۴۰ روپے خرچ ہوتے ہیں اور ٹھیکدار نے اپنی اُجرت نہیں لی۔ کیوں کہ اس کو کچھ فائدہ ہو گیا ہے یہ صرف مال کی لاگت ہے یہ جان کر مجھے ازحد خوشی ہوئی۔ اس کے بعد نومبر ۱۹۶۴ء میں جالندھر شریف حضرت حافظ جی کے عرس مبارک پر حاضری کے لئے گیا وہاں میری ملاقات پہلی دفعہ صوفی عبدالرحمٰن صاحب جلال آباد والوں سے ہوئی آپ سے میں نے اکیلے میں موقعہ دیکھ کر حالات سنائے۔ انہوں نے فرمایا کہ چند روز ہوئے ان کو حضراتِ عالیہ کا خواب میں دیدار ہوا۔ اور باتیں ہوئیں۔ فرمایا کہ حضرات اب تک دہلی میں حضرت باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ نقشبندی کے مہمان تھے۔ اور سفیدی کے بعد کیتھل شریف تشریف لے گئے۔ وہ ناپاکیزگی کی وجہ سے دہلی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارا بچہ سفیدی کرا رہا ہے اور ہم جلدی ہی کیتھل چلے جائیں گے۔ اس کے بعد حضراتِ عالیہ کا پہلا عرس نومبر ۱۹۶۴ء میں ہوا جس میں صوفی عبدالرحمٰن صاحب، حکیم عبدالرحیم صاحب اُن کے صاحبزادہ میری والدہ محترمہ اور آپ کا بڑا لڑکا رام راج اور چند اصحاب موجود تھے۔ جناب نگیسری سیٹھ میونسپل کمشنر بھی موجود تھے اس کے بعد تو دن دگنی رات چوگنی ترقی ہے کہاں یہ حالت جولائی ۱۹۶۲ء میں تھی اور اب تو باغ رنگ، روغن سب ویسے ہی ہے جیسے پہلے تھا۔ یہ سب حضرت خود انجام دے رہے ہیں۔ وہاں کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یا تو میں کوئی افسر ہوں یا روپے والا حقیقت میں یہ ہے کہ میں تو دربار کے کتوں سے بھی گیا گزرا ہوں۔ گنہگار ہوں۔ صرف حضرات کی رحمت ہے

خود سب کچھ کر رہے ہیں۔ اور عزت اس ناچیز خادم کی ہوتی ہے ہیں حضرات سے تین چیزیں تو ہر وقت مانگتا تھا۔ (۱) یہ درگاہ جنت بن جائے۔ (۲) خادم کو حضرات کے قدموں میں جگہ ملے۔ (۳) آپ کا دیدار ہو جو مجھے رستہ دکھائے ...

دراصل مجھ سے پوچھا جائے تو یہ سب رحمت میرے مالک حضرت حافظ غلام قادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ جالندھری کی ہے، جو یہ چاہتے ہیں کہ اپنے سے زیادہ دادا پیر کی خدمت کو بہتر سمجھتے ہیں۔"

اس مکتوب سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ نے کس طرح کیتھل کے ہی باشندے کو اپنی خدمت کے لئے مامور کیا۔ اور اولیاء اللہ نے بھی اپنے کشف کی بناء پر روشن لال گپتاجی کو ہی اس خدمت کی سعادت حاصل کرنے کی بشارت دی۔ برہم دت شرماجی اور روشن لال گپتاجی کے ساتھ پرتھی چند گپتا بھی اس سعادت میں شامل ہیں۔ بہر حال یہ حضرات مزارات کی خدمت کر رہے ہیں۔ اور تقریبات مسلمان بزرگوں کے ہاتھوں ہی انجام پذیر ہوتی ہیں جیسا کہ ذیل کے بعض اقتباسات سے واضح ہو جائے گا۔

مزار شریف کے ارد گرد بنائی جانے والی دیوار کے بارے میں برہم دت شرماجی نے اپنے ۲۲ اگست ۱۹۷۸ء والے خط میں لکھا ہے کہ:-

"آپ کو یہ سن کر افسوس ہوگا کہ جو تالاب سے ملحقہ دیوار بنوائی تھی، حال کے ...... سیلاب سے گر گئی ہے یہ سب جلدی سے تعمیر ہوئی تھی اور پائیداری کی صفات اور بنیاد سے محروم تھی۔ اس لئے پانی درمیان میں مرتا رہا جس سے پانچ چار گز کے ٹکڑے کو چھوڑ کر تمام گر گئی ہے پرسوں جب میں حضرات کی قدمبوسی کے لئے گیا۔ تو وقف بورڈ کا اوورسیر ملا جو مٹی ڈلوا رہا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ دفتر کو اوپر سے فوری اطلاع آئی ہے۔ کہ جلد جا کر دیوار کی نگہداشت کریں[1]۔ اب وقف کا ارادہ ہے کہ چار پانچ ہزار روپے لگا کر نئے سرے سے مضبوط

---

[1] وصال کے بعد بھی بزرگان دین کا روحانی تصرف ملاحظہ ہو کہ کس طرح اپنے خدمتگاروں سے وصال کے بعد بھی اپنی خدمت لے لیتے ہیں یہ سب اشارات غیبی ہیں جو ان بزرگوں کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور ارباب دولت اور اعیان حکومت تک ان کی خدمت پر مامور ہو جاتے ہیں (مؤلف)

اور ستون والی دیوار ایستادہ ہوگی جو صدیوں تک قائم رہ سکے۔ ایسا اُن کا خیال ہے اُمید ہے، یہ سب حضراتؒ[1] کی رحمت سے ہو گا اب اُن کی طرف قدر شناس عوام کی نگاہیں لگ گئی ہیں خود بخود سب کچھ آہستہ آہستہ ہوتا ہی رہے گا۔ مجھے اُمید یہی ہے۔"

برہم دت شرما نے ۲۵ ستمبر ۱۹۶۷ء کو اپنے خط میں لکھا۔

حضرت شاہ کمال صاحبؒ کی نظر کرم اور التفات کی بات ہے کہ جناب مولوی سید حلیم الدین صاحب کی توجہ اور خدمت سے مزارات ہر دو میں بہت رونق رہتی ہے۔ سید صاحب اجمیر صاحب سے تعلق رکھتے ہیں۔ عربی اور انگریزی کے اچھے عالم اور ماہر ہیں۔ اور قرآن پاک کے حافظ بھی ہیں۔ جب بھی خاص کر جمعرات کے روز قرآن پاک کی تلاوت ہوتی ہے اور سینکڑوں لوگ سجدہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ تو بہت خوشی ہوتی ہے کہ جناب حضرت شاہ کمال صاحبؒ اور جناب حضرت شاہ سکندر صاحبؒ کی نظر کرم ہے کہ یہ جگہ پھر سے بارونق ہو رہی ہے۔ بجلی منتقل لگ گئی ہے خوشی کی بات ہے کہ اُن واحد میں بہ طفیل اور بحکم حضرات صاحبان جناب سید حلیم الدین صاحب کا کمرہ بھی تعمیر ہو گیا ہے جو حضرت شاہ کمال صاحبؒ کی درگاہ شریف کے پیچھے درخت کے ساتھ ہوا ہے اور کل روز پمپ بھی لگ گیا ہے۔ جو حضرت شاہ کمال صاحبؒ کی درگاہ شریف کے سامنے تالاب کی دیوار کیساتھ کونے میں لگایا گیا ہے یہ سب کچھ آپ ہی آپ ہو رہا ہے کوئی نیک ہستی اس کام میں ہاتھ بٹا رہی ہے اور ان کے حکم سے سب کچھ ہو رہا ہے۔ میرے جیسے خادم کے لئے جس کے دل میں ہر دو حضرات کے لئے گہری عقیدت ہے یہ سب کچھ بہت سکون بخش اور فرحت کا باعث ہے میں نے جناب سید علی احمد صاحبؒ کے دور کے عُرس دیکھے ہیں۔ اور میں شامل ہوتا رہا ہوں۔ لیکن جو کچھ اب کم ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے کثیر عقیدت مندوں کا جمگھٹا رہتا ہے بجلی کی روشنی سے سارا منظرات کو بہت دلفریب معلوم ہوتا ہے۔"

---

[1] مراد حضرت شاہ کمال کیتھلی اور حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

درگاہ شریف کے بارے میں روشن لال گپتا جی نے ۲۴ جون ۱۹۷۶ء کو لکھا۔

"درگاہ شریف کے احاطے میں اوپر ایک کھرنی کا درخت لگا ہوا ہے۔ جو دو سال سے زیادہ ہے، کیلے کے درخت پپیتے کے درخت، ملتان کے کھجور کے درخت، انگور کی بیلیں، پارسنگار کے درخت (GOLD MOHER) کا درخت اور سرخ رنگ کے پھولوں کی بیلیں روضۂ مبارک کے اوپر چڑھ کر بہت رونق بڑھا رہی ہیں دونوں روضۂ مبارک میں پختہ بجلی لگی ہے۔ شام کو روشنی ہو جاتی ہے۔ درگاہ شریف کے ساتھ جو بڑھ کیا رتالاب ہے۔ وہ پختہ بن گیا ہے۔ اور اس میں دو ٹیوب ویل پانی بھرتے ہیں کشتی چلتی ہے۔ درگاہ کے باغ میں ہر قسم کے رنگین پھول لگے ہیں سفید پتھر کے بنچ اور کرسیاں لگی ہیں۔ ہری گھاس کٹی ہوئی اس قدر خوشنما معلوم ہوتی ہے، جیسے ریشم کے بڑے گدے بچھے ہوئے ہیں۔ وہاں جنت کے نظارے نظر آتے ہیں۔"

عرس کی تقریبات میں مسلمان بھی برابر شریک ہوتے ہیں۔ اور مقامی مسلمانوں کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے مسلمان اور برگزیدہ بزرگ تشریف لاتے ہیں یہ بزرگان کرام وعظ و نصیحت سے زائرین کے دلوں کو گرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے ہیں عرسِ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کا ذکر کرتے ہوئے برہم دت شرما جی نے ۹ جولائی ۱۹۶۹ء کے خط میں لکھا۔

"جناب حضرت شاہ کمال صاحبؒ اور حضرت شاہ سکندر صاحبؒ ہر دو کے عرس مبارک ۲/۹ ۶۹-۱۲ بروز سنیچر وار بڑی شان و شوکت اور اہتمام سے منایا گیا۔ زائرین کا کافی اجتماع رہا جناب مرتضیٰ قادری صاحب تو مدارس سے بذریعہ ہوائی جہاز تشریف لائے عقیدت کا یہ عالم تھا جس کو دیکھ کر قبلہ جناب شاہ کمال صاحبؒ کے قدموں میں سر عقیدت سے جھک جاتا ہے خوش نصیب ہوں کہ آن کے دربار کا خادم ہونے کا شرف بخشا ہے آن کی کمال مہربانی ہے۔ جس کی وجہ سے تابعدار ہوں مرتضیٰ قادری صاحب بڑے پہنچے ہوئے باکمال بزرگ ہیں۔ بہت پاکیزہ اور خلوص و محبت سے لبریز دل لئے ہوئے ہیں۔ اس دفعہ آن سے ملاقات کر کے دل باغ باغ ہو گیا۔ عبادت کے باریک رموز سمجھائے کہ کس طرح سے دل کی کواڑیاں کھلتی اور راز و نیاز حاصل ہوتا ہے جب میں نے حضرت شاہ کمال صاحبؒ کی زیارت اور کرم فرمائی کا حال

سنایا۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ ان کی طرف سے ایسا ہی شفقت اور عنایات کا ہاتھ بڑھتا ہی رہے گا۔ خیر بہت پابند انسان دکھائی پڑے .... کتنا پاکیزہ ماحول ۱۲ - ۲/۶۹ کی رات کا تھا۔ ان کے فضل و کرم سے ایک آرائش کرنے والا بندہ بھی بھیج دیا بجلی اور راڈ لگ ہی چکے ہیں۔ موم بتیوں کی قطاروں نے سندر سماں باندھ دیا۔ خوشبودار اگربتیوں کی لپٹوں سے سارا ماحول معطر اور پر فضا تھا ایسے روحانی ماحول میں کس کا دل سکون محسوس نہیں کرتا۔ اور جس پر ان کی مہر و محبت کا سایہ ہو تو وہ روحانی دولت سے سیرابی حاصل کرتا ہے۔ جناب صوفی عبدالرحمٰن صاحب جلال آبادی بھی تشریف لائے تھے اُن ہی کے دم قدم سے مزار شریف کی رونق دوبالا تھی۔ رسومات سب آپ صوفی صاحب اور رحمت مرتضیٰ قادری صاحب نے بڑی عقیدت سے ادا فرمائیں دیسی گھی کا پرشاد اور الائچی دانے کا تبرک خوب تقسیم کیا گیا۔ جتنے مہمان تھے سب کی خاطر مدارات انہیں سے کی گئی۔ اور کھانا بھی شاندار تیار کروایا گیا تھا.... آپ کو یہ پڑھ کر خوشی ہوگی کہ اس دفعہ عرس پر حضرت شاہ کمال صاحبؒ کے مزار شریف کے ساتھ حضرت شاہ سکندرؒ کی طرف جاتے ہوئے راستہ پر ایک سیمنٹ کا پختہ مہمان خانہ بھی بن گیا ہے۔ اب مہمانوں کو پوری طرح سے آرام نصیب ہوگا۔ ویسے پہلے بھی کچے مکان میں سب آرام کرتے رہے ہیں۔"

مزار حضرت شاہ کمالؒ کی تزئین و آرائش میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے علاوہ ہندوستان کے محکمہ اوقاف نے بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے چنانچہ اب مزار شریف کے احاطے کے چاروں طرف دیوار بن گئی ہے احاطہ میں ٹیوب ویل لگ گیا ہے اور ایک باغ بھی لگ چکا ہے، ان امور کی تفصیل روشن لال گستاخ نے حضرت میاں مقبول محی الدین گیلانی سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ گیلانیہ سکھو برہ غازی خاں کے نام اپنے ایک خط محررہ ۲۰/ اپریل ۱۹۷۰ء میں دی ہے لکھتے ہیں:-

"آپ کو خبر ہی ہے کہ ۱۹۶۴ء سے آٹھ سال حضرات کا عرس منایا جاتا ہے ۱۹۶۴ء میں حضرات کا عرس مبارک حضرت شاہ کمال شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی تاریخ وصال یعنی ۲۹ جمادی الآخر کو منایا گیا۔ ۱۹۶۵ء میں آنجہانی مرزا افضل حق بیگ ۹۷ جناح پارک شیخوپورہ کے مشورے سے آئندہ عرس کی تاریخ اپریل کے

دوسرے ہفتے کے روز مقرر کی گئی عرس مبارک باقاعدہ آئے سال اسی تاریخ
کو ہوتا رہا۔ پچھلے سال میری چیئرمین پنجاب وقف بورڈ جناب طیب حسین صاحب
اور ڈائرکٹر وقف جناب غلام رسول صاحب سے ملاقات ہوئی۔ جب میں
اُن کے پاس عرس مبارک کا دعوت نامہ لے کر گیا ملاقات کے وقت ان
حضرات نے رائے دی کہ عرس مبارک تاریخ وصال کو ہی ہونا چاہیئے۔ اس سال
ہم نے عرس تو اسی مہینے میں منایا لیکن میری تسلی نہ ہوئی۔ اب ارادہ یہ ہے کہ اس
سال سے حضرت شاہ کمال شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا عرس مبارک تاریخ سال
وصال کو ہی منایا کریں میرے خیال میں یہ تاریخ اس سال ماہ اگست یا ستمبر میں
پڑے گی آپ حضرات کی تاریخ وصال تحریر فرمائیں اور ہمیشہ کے لئے تاریخ
مقرر کر دیں۔ میں نے آپ کو اپنی خواہش پیش کر دی ہے آپ بزرگ ہیں۔ اور
آپ کا فیصلہ ہی ہم پر لاگو ہوگا ...... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت زمین پر اُتر آئی
ہے اور وہ ہے کیتھل شریف۔ دونوں درگاہیں بہت عمدہ حالت میں ہیں روضہ مبارک
پر ہرے پرچم لہرا رہے ہیں۔ دونوں روضوں میں پختہ بجلی کی فٹنگ ہو گئی ہے اور
ٹیوب لائٹ بھی لگ گئی ہیں روضہ مبارک شاہ کمال صاحبؒ میں نیا سُرخ فرش
۱۹۶۷ء میں ہی بن گیا تھا۔ اور حضرت نور الدین صاحب کا مزار عالیہ بہت عمدہ
نیا تعمیر ہو چکا ہے (OIL PAINTS) اور ڈسٹمپر وغیرہ بخوبی ہو چکے ہیں۔ عمدہ ریشمی
اور دوسری سرخ اور قیمتی چادروں میں حضرات ملبوس ہیں میں تو وہاں جا کر سجدہ
بھول جاتا ہوں۔ اور سوائے رونے کے کچھ باقی نہیں رہتا۔ یہ سب کرم فرمائی
میرے مولا کی ہے میں تو ایک ملازم اور غریب خادم ہوں جب یہ دیکھتا ہوں
تو تعجب ہوتا ہے کہ خود ہی کرنے والے ہیں اس سال وہاں پر چاروں طرف
پختہ BOUNDRY WALL دیواریں بن گئی ہیں۔ ایک عمدہ ٹیوب ویل
تقریباً پچاس ہزار قیمت کا لگ گیا ہے اور ایک عمدہ باغ درگاہ شریف کے
چاروں طرف تقریباً تین لاکھ کی قیمت کا بن چکا ہے ہر قسم کے پھول لگ گئے
ہیں۔ دو کمرے حضرت شاہ کمال شاہ صاحب کے احاطہ مبارک میں حجرہ کی شکل
میں پختہ بن گئے ہیں۔ جو کچھ تھوڑا بہت کام باقی ہے وہ تقریباً دو یا تین مہینے

میں کافی پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔ ویسے کام تو چلتا ہی رہے گا۔ درگاہ شریف کی خدمت شری برہم دت شرما جی کر رہے ہیں۔ چراغ بتی وہ ہی کرتے ہیں۔"

آگے چل کر خط میں روشن لال گپتا جی نے درگاہ شریف کے باغ کے بارے میں لکھا ہے کہ:۔

"میرے خیال میں تمام ہندوستان میں اس سے زیادہ خوبصورت باغ درگاہ دیکھنے میں نہیں آیا۔"

روشن لال گپتا جی کے ۲۱ مئی ۱۹۷۰ء کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مزارات کی صفائی کا کام ایک مالی کے سپرد ہے جو روز صفائی کرتا ہے۔

۱۹۷۰ء کے عرس کے بارے میں روشن لال گپتا جی کے بیان کی تصدیق برہم دت شرما جی کے ایک خط محررہ ۱۶ ستمبر ۱۹۷۰ء سے بھی ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں:۔

"عرس مبارک ۲۸-۲۹ جمادی الثانی بمطابق یکم و دوم ستمبر ۱۹۷۰ء بروز منگل بڑی شان و شوکت سے منایا گیا۔ درگاہ شریف پر خوب آرائش و زیبائش بجلی کے منوّر قمقموں سے ہوئی۔ درگاہ شریف کے سامنے دُور دُور تک پھیلے ہوئے سبزہ زار پارک بڑے خوشنما معلوم ہو رہے تھے، اور حضرتؒ کی درگاہ کے سامنے والے دروازے سے جو مٹی کی پالیں یا ٹبے تھے، وہ اڈہ موٹر میں تبدیل ہو گئے ہیں پارک میں طرح طرح کے پھول مزار شریف کے چاروں طرف کھلتے رہتے ہیں بابو روشن لال جی اور سب عقیدتمندوں نے خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وقف بورڈ نے بھی اس فیصلہ کو قبول کر لیا کہ حضرت کے وصال یعنی ۲۸/۲۹ جمادی الثانی کو ہی عرس شریف ہر سال منایا جاوے۔"

برہم دت شرما جی نے اس خط میں مزید لکھا ہے کہ:۔

"میں نے ان آنکھوں سے وہ اعلیٰ روحانی شخصیت دیکھی ہے، جسے آپ اور ہم جناب میاں علی احمد صاحبؒ کا نام بڑے فخر سے لیتے ہیں اُن کے چہرے پر وہی روحانی جلال نمایاں تھا خوبصورت چہرہ اور معصومیت سے لبریز دل اُن اعلیٰ مرتبت بزرگوں اور فقراء سے ورثہ میں ملا تھا جنہیں ہم حضرت شاہ کمال صاحبؒ اور حضرت شاہ سکندر صاحبؒ محبوبِ الٰہی کے متبرک ناموں سے یاد کرتے اور

اُن کے قدموں میں آج بھی عقیدت سے سر جھکاتے ہیں۔ مجھ پر ہر دو حضرات کا سایہ اور ہاتھ بدستور قائم ہے بدستور اُن کی خدمت کا شرف حاصل ہے۔"

گویا اس وقت مزار شریف کی دیکھ بھال کے علاوہ عرس مبارک کے اہتمام میں ہندو اور مسلمان برابر کے شریک ہیں خوب! بزرگان دین جس سے جو کام لینا چاہیں خوب لیتے ہیں۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس کارِ خیر میں حصّہ لے رہے ہیں۔

کرامات

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ سے کرامات کا ظہور فطری طور پر ہی ہوتا تھا۔ ورنہ آپ نے کبھی کرامات کا دکھاوا نہیں کیا۔ اور نہ ہی کسی شخص کے اصرار پر کوئی کرامت دکھائی۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں "اگر نزد او کسے بہ نیت مشاہدہ خوارق رفتے ازاں سخت دربار شدے" یعنی اگر کوئی آپ کے پاس اس غرض سے جاتا کہ کرامات کا مشاہدہ کرے تو اس سے سخت کبیدہ خاطر ہو جاتے۔ آگے چل کر حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ایک ہم عصر ممتاز عالم مولانا صالوتی اپنے شاگردوں کے ہمراہ اس غرض سے آپ کی بارگاہ کی طرف روانہ ہوئے کہ آپ سے کوئی کرامت مشاہدہ کرے جب منزلِ مقصود کے قریب پہنچے تو آپ کو اس کے ارادے کا علم ہو گیا خشونت اور غصے کے مارے اینٹ پتھر وغیرہ جو کچھ بھی مل سکا، لے کر مولانا کے پیچھے پڑ گئے۔ مولانا نے ناچار اپنے شاگردوں کے ہمراہ راہِ فرار اختیار کی۔ آپ نے پیچھے سے حملہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "اے مکار صالوتی! تو اس لئے آیا تھا، کہ کمال سے کرامات دیکھے"!

صاحب گلزار خوارق راوی ہیں۔ کہ ایک ہندو درویش باوا سینتل داس نامی کیتھل کے تالاب بدھ کیار کے کنارے اپنی انتڑیاں نکال کر صاف کیا کرتے تھے۔ اور عوام اسے دیکھ کر کرامت کی خوش فہمی میں مبتلا رہتے۔ ایک روز آپ نے جنگل سے آتے ہوئے یہی ماجرا دیکھا، تو باوا صاحب سے فرمایا۔ "اس کھیل سے محض شہرت مقصود ہے، تو اور بات ہے۔ ورنہ قلب سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔" اور مسکراتے ہوئے وہاں سے تشریف لے آئے۔ بعدہٗ جب درویش نے آنتوں کو اندر ڈالنا چاہا۔ تو وہ ٹھیک نہ بیٹھیں جس کی وجہ سے انہیں تکلیف ہوئی۔ آپ کے الفاظ اس درویش کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ باوا صاحب نے تاڑ لیا۔ کہ ضرور صاحب نظر ہیں۔ بے تاب و بے قرار ہو کر سیدھے آستانہ عالیہ پر یہ شعر پڑھتے ہوئے حاضر ہوئے ؎

یار ہر سو کہ رود چشم بداں سو گردد ؛ چشم من خاصیتِ قبلہ نما پیدا کرد

آپ نے کمال لطف و عنایت سے دیکھا اور ان کے سینے کو نورِ الٰہی سے معمور کر دیا حتیٰ کہ خرقۂ خلافت سے نوازا ؛

ایک دفعہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ بچپن میں شدید بیمار ہوئے ، بیماری کا یہ عالم تھا کہ آپ بے ہوش تھے ، اور سب گھر والے حضرت کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے ، انہی دنوں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ حضرت کے والد ماجد کے یہاں تشریف لائے ، سب نے آپ کی تشریف آوری کو برکت کا باعث سمجھا ، اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو حضرت کی خدمت میں لے آئے ۔ آپ نے حضرت کے منہ میں لعاب دہن ڈالا ۔ اور فرمایا ، مطمئن رہیئے ۔ اس بچے کی عمر بڑی طویل ہے ، اور اسے بہت عزت حاصل ہوگی ، بہت مخلوق اس کے ذریعے مرتبہ کمال کو پہنچے گی ، یہ بچہ ہماری طرح ہی بزرگ ہوگا ۔ ہم نے اسے اپنی فرزندی میں قبول کیا ہے حضرت مجدد الف ثانی کو اسی وقت صحت حاصل ہو گئی ۔

حضرت اقدس کا لباس عموماً سرخ رنگ کا ہوتا تھا یا فوجی طرز کا اس صورت حال کو دیکھ کر بہت سے لوگ معترض تھے خصوصاً علماء کی ایک جماعت پیش پیش تھی صاحب تذکرہ غوثیہ لکھتے ہیں کہ ان علماء کو حضرت کے باکمال بزرگ ہونے میں تو اصلاً کلام نہ تھا لیکن آپ کے سرخ لباس پر معترض تھے جب اس بارے میں لب کشائی کرنے کی کوشش کرتے تو زبان ساتھ نہ دیتی ۔ اس پر وہ پریشان اور شرمندہ ہو جاتے ۔ آخر راہ نکالی اور ایک سفید لباس تیار کر کے آپ کے حضور میں پیش کیا ۔ آپ کو تصرف باطنی سے ان کا ارادہ اور مدعا معلوم ہو چکا تھا ۔ لہذا آپ نے وہ لباس لیا ۔ لباس کا زیب تن کرنا تھا ۔ کہ سفیدی سرخی میں بدل گئی ۔ حضرت نے جلال آفریں نگاہ ڈالتے ہوئے فرمایا " تم سمجھتے ہو کہ میں کپڑے رنگوا کر پہنتا ہوں ۔ مگر تم نے دیکھا ۔ ایسا نہیں ہے ۔ قدرت خود بخود اس کو اس رنگ میں رنگ دیتی ہے اچھی طرح سمجھ لو کہ سالک مثل میت کے ہے ۔ اور یہ غسال کی مرضی ہے ۔ کہ وہ اسے ٹھنڈے پانی سے غسل دے ۔ یا گرم سے ۔ میت کو کوئی حق نہیں کہ وہ غسال کے سامنے لب کشائی کرے ۔ یہی حال ہمارا ہے "......

اس واقعے کی بنا پر آپ کو لال دیال کا لقب دیا گیا ۔

گلزار خوارق سے منقول ہے ۔ کہ ملتان کے قیام کے دوران میں ایک روز آپ حضرت بہاؤ الدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں تشریف فرما تھے ۔ چند مشائخین بھی وہاں

حاضر تھے۔ دفعتہً ایک بزرگ نے ایک واقعہ کی نسبت جو حال ہی میں گجرات میں رونما ہوا تھا بیان کیا، کہ والئی گجرات (کاٹھیاوار) اپنے لشکر کے ہمراہ شہر میں سے گذر رہا تھا۔ راستے میں ایک ٹکڑ گدا فقیر سلطان کے گھوڑے کو روک کر مخاطب ہوا۔ کہ پیسے دے کر جاؤ۔ بادشاہ کو اس کا یہ انداز تخاطب پسند آیا۔ اس نے خیال کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تاج و تخت عطا کیا ہے۔ اور یہ رعیت کا ادنیٰ ترین انسان ہے۔ اگر یہ صحیح معنوں میں فقیر ہے۔ اور صاحب وطن ہے۔ تو اس کا اس طرح مخاطب کرنا درست ہے۔ کہ یہ مخدوم کائنات ہے۔ اور میں بحیثیت ایک چوکیدار ہوں۔ اگر یہ محض ٹکڑ گدا ہے، تو اس کے لئے یہ مناسب نہیں تھا اس لئے یہ قابل گرفت اور لائق سزا ہے۔ یہ خیال آتے ہی بادشاہ نے حکم دے دیا۔ کہ اس کو اوندھا لٹا کر تمام فوج کو اس پر سے گذار دو کہ یہ کیفر کردار کو پہنچے تعمیل حکم ہوئی تمام فوج مع ساز و سامان زمین پر سے گذار دی گئی۔ لیکن وہ زندہ و سلامت کھڑا ہو گیا بادشاہ خوف سے کانپنے لگا۔ اور سوچنے لگا۔ کہ یہ کوئی کامل ترین انسان ہے۔ اب میرے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں، چنانچہ اس خیال کے آتے ہی وہ ٹکڑ گدا کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور ایک سکہ سنہری اس کی نظر کیا۔ وہ سکہ لیتے ہی چلتا بنا۔ . . . . میں نے جب اسے بغور دیکھا۔ تو وہ محض خالی اور ٹکڑ گدا تھا۔ جب اوپر دیکھا تو اس کو کسی سلسلے سے بھی منسلک نہ پایا۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اس کو اتنی بڑی امداد کہاں سے مل گئی۔ جب کہ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس پر حضرت نے اس محفل سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ جس وقت یہ واقعہ ہو رہا تھا۔ تو میری نظر سے بھی گذرا مجھے خیال آیا کہ یہ شخص بظاہر تو فقیر ہی نظر آتا ہے، اس لئے لوگ اس واقعہ کو فقیر کے ساتھ ہی منسوب کریں گے۔ اور یہی کہیں گے کہ ایک فقیر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ کوئی نہ کہے گا۔ کہ ٹکڑ گدا کے ساتھ یہ واقعہ رونما ہوا مجھے مناسب معلوم نہ ہوا کہ فقر کو داغ لگے۔ میں نے اپنی کمر اس پر رکھ کر تمام فوج کو اپنے اوپر سے گذار دیا۔ یہاں تک کہہ کر آپ نے اپنی پشت مبارک سے قمیص اٹھائی۔ اس پر دو ایک خراش ناخن کی سی معلوم ہوتی تھی۔

ایک روز آپ صحرا میں ایک درخت کے نیچے استنجے کے لئے بیٹھے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندیؒ آپ کے ہمراہ تھے، زمین کے اندر سے اُح اُح کی صدا بلند ہوئی۔ آپ نے فرمایا اُسے مکار خود بینی و خود رائی ترک کر شیخ عبدالاحد نے ہر دو گفتار اپنے کانوں سے سنیں۔ جب آپ طہارت سے فارغ ہوئے۔ تو شیخ نے پوچھا کہ اس حالت میں بات کرنے کا کیا

سبب تھا۔ فرمایا مدت ہوئی ایک شخص قتل ہوا۔ اور وہ یہیں مدفون ہے۔ علامت قبر ظاہر نہیں۔ اب اس نے اپنے اظہار و شہرت کے لئے زمین کے نیچے سے آواز دی۔ مجھے اس کی اس حالت پر تعجب ہوا۔ کہ واللہ اعلم کتنی مدت اسے گزر گئی ہے۔ کہ اس کا وجودی ڈھانچہ اور گوشت پوست تک بھی باقی نہیں رہا۔ لیکن خود پرستی و خود نمائی ابھی تک دماغ میں باقی ہے۔ وہ لوگ کتنے اچھے ہیں جو خود بینی و خود رائی سے چھوٹ گئے اور اپنی ہستی کو فنا کر ڈالا۔

ایک مرتبہ آپؒ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے، احمد آباد پہنچ کر بخار میں مبتلا ہو گئے۔ ایک مکان کرائے پر لیا اور عرصے تک صاحبِ فراش رہے۔ ایک روز سلطان محمود گجراتی اس راستے سے گذر رہا تھا۔ پیاس کی شدّت اور سورج کی حدّت سے اس کا منہ کف آلود تھا۔ تپش سے بچنے کے لئے گھوڑے سے اترا۔ اور صدر دروازے سے داخل ہو کر آپ کی مسندِ خاص پر جا بیٹھا۔ اس کے لشکریوں اور سپاہیوں نے اِدھر اُدھر دونوں طرف سے آمد و رفت مسدود کر دی اندر سے جو کوئی باہر آتا۔ اس کو سپاہی خوب زد و کوب کرتے۔ دریں اثناء اندر سے ایک خادمہ آئی اس نے ایک مردِ غیر کو مسند پر بیٹھے دیکھا تو خوب لعنت ملامت کی سپاہیوں نے اس عفیفہ کو اس قدر زد و کوب کیا۔ کہ اس کے جسم سے خون بہنے لگا۔ یہ خادمہ خون میں لت پت دوڑی اور سارا واقعہ حضرت کی خدمت میں جا بیان کیا۔ حضرت جذبہ کی حالت میں آ گئے۔ اور باہر تشریف لائے۔ بادشاہ کے سپاہیوں نے حملے کی غرض سے تلواریں سونت لیں، لیکن جونہی ہاتھ اٹھائے ان کے ہاتھ شل ہو گئے۔ آپ کا جلال بڑھتا جا رہا تھا۔ کہ آپ کے فرزند اکبر حضرت شہ عماد الدین تیزی سے آگے بڑھے اور آپ کے پائے مبارک پر ہاتھ رکھ دیا۔ سارا غصہ رفو ہو گیا۔ امراء دست بستہ حاضر ہوئے، اور حضرت شہ عماد الدین کے ساتھ مل کر آپ کو تخت پوش پر بٹھایا۔ اور اپنی گستاخیوں کی معافی کے طلبگار ہوئے، آپ نے اپنی ذاتی بخشش کے باعث ان کی خطا معاف کر دی۔ اور اس طرح سپاہیوں کے شل شدہ بازو اپنی اصلی حالت پر آ گئے حضرت نے سلطان کی خاطر تواضع بھی کی۔ دوسرے روز سلطان محمود عمائدین سلطنت دار اکین دولت کے ہمراہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے

مشرف ہوا۔

علاقہ کیتھل کے ایک شخص غلام اللہ کا انتقال ہوگیا۔ وہ کسی اور بزرگ کے مرید تھے وہ شجرہ اور کلاہ جو انہیں اپنے پیر و مرشد سے حاصل ہوا تھا۔ مرور زمانہ کی نذر ہوگیا۔ ان کا جنازہ قبرستان میں لے گئے، تو شہر کے اہالی و موالی اور اعیان واشراف ساتھ تھے۔ اتفاقاً حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ بھی اس جنازہ کی طرف آنکلے۔ ایک مرید مودود نامیؒ نے حضرت سے فرمایا۔ یا سیدی! چونکہ غلام اللہ کے پاس شجرہ اور کلاہ موجود نہیں۔ کیا یہ حضور کی مریدی میں داخل ہوسکتا ہے؟ اور آپ اس کے لئے شجرہ کا حکم فرمائیں تو کیا ہی خوب ہو؟" فرمایا "جب تک وہ میری مریدی کا اقرار نہ کرے ایسا ممکن نہیں" حضرت کے اس جواب سے اکابرین شہر بہت حیران ہوئے کہ مردہ بھلا زندہ ہونے کا اقرار کیونکر کرسکتا ہے؟ حضرت نے سید امان اللہ حسینی کو جو اس جگہ کے اکابرین واعیان میں سے تھے۔ جنازے کے پاس آنے کا حکم دیا۔ مودود کو جنازے کے پاس بٹھا دیا۔ اور غلام اللہ سے یوں مخاطب ہوئے۔

"کچھ احباب شجرہ و کلاہ کے لئے کہہ رہے ہیں۔ اگر تو غلامانِ خاندان قادریہ کی جماعت میں منسلک ہوکر میرے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہے، تو تجھے شجرہ اور کلاہ دے دیتا ہوں"۔

قریب کھڑے ہوئے گواہوں اور حاضرین نے سنا کہ غلام اللہ نے پردرد آواز میں کہا، "چونکہ حضور کی استمداد و استعانت کے بغیر سایہ عنوانی کی پونجی حاصل نہیں۔ امیدوار ہوں۔ کہ اس بے کس پر رحم فرمایا جائے، حضرت نے اس کے نام کا شجرہ لکھ دیا اور کلاہ دے کر سپرد خاک کر کے دعائے مغفرت کی"۔

منقول ہے کہ آپ ایک رات لاہور کی گلیوں اور بازاروں میں گھوم رہے تھے۔ تین اور اہل اللہ گشت کر رہے تھے۔ کوتوال شہر نگرانی کی غرض سے اس طرف آنکلا۔ ان اہل اللہ میں سے ایک پانی کے مشکے میں داخل ہوکر پانی میں تبدیل ہوگیا۔ دوسرا تنور کے اندر جا گھسا۔ اور آگ کی طرح روشن دکھائی دینے لگا۔ تیسرا ہوا میں تبدیل ہوکر پرواز کرنے لگا۔ حضرت اقدس جہاں تھے۔ وہیں ٹھہرے رہے........ ان کے پیچھے پیچھے کوتوال شہر گشت کرتا ہوا آرہا تھا۔ تیزی سے آگے بڑھا کہ اسوقت یہاں کون

لوگ ہیں۔ مٹکے میں دیکھا تو پانی نظر آیا۔ تنور میں آگ ہی آگ دکھائی دی۔ تیسرے صاحب جو ہوا میں اڑ رہے تھے۔ ان پر بھی حیرت ہی تھی۔ حضرت بھی وہیں موجود تھے۔ لیکن انہیں کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ان حالات نے کوتوال شہر پر جنون کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ اور وہاں سے چلتا بنا۔ ہر سہ اہل اللہ حضرت کی خدمت میں پھر اکٹھے ہو گئے۔

ایک مجذوب شیخ مونگر تھے۔ لاہور کے مقام پر بازار کے قریب ایک مسجد میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے ہاتھ میں ہمیشہ دو اینٹیں ہوا کرتی تھیں کوئی سوار ہو یا پیادہ کسی میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہاں سے صحیح سالم گذر جائے۔ ایک روز حضرت بحالت سواری وہاں سے گذرے۔ شیخ مونگر حسبِ دستور اٹھے، اور دونوں اینٹیں زمین پر پھینک دیں۔ سلام کر کے بے ساختہ حضرت کے قدموں پر گر پڑے۔ ایک مرید فتح شاہ نے اس حقیقت کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا "جب میں ان کے سامنے سے گزرا، تو میری اور ان کی روح نے عالم بالا میں اڑنا شروع کیا۔ جہاں تک وہ اڑ سکتی تھی اڑی۔ جب آگے بڑھنے سے عاجز آگئی، تو واپس آگئی۔ اور شیخ نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا۔ میں نے اس کی تکمیل باطنی کر دی"۔

گلزار خوارق سے منقول ہے، کہ دیارِ روم میں سیاحت کرتے ہوئے حضرت اقدس اس علاقے کے دارالحکومت میں پہنچے، شاہی محل کے نیچے سے گذر رہے تھے۔ کہ اوپر کے دریچے سے ایک حسین و جمیل نوعمر لڑکی نظر آئی جس کی دلربائی اور خوش ادائی نے آپ کے قلب و نظر پر یوں قبضہ کیا۔ کہ وہیں گلی میں اقامت گزیں ہو گئے۔ دس دن اور دس رات تک یہی حال رہا۔ اور کسی نے آنے جانے والے کی مطلق خبر نہ رہی [۱]۔ بادشاہ کو اس حال کی اطلاع ہوئی، تو وہ خدم و حشم سمیت خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوا۔ اور عرض کی "حضور یہاں قیام کی کیا وجہ ہے؟ میرے لائق جو خدمت ہو ارشاد فرمائیں انشاءاللہ اس کی تکمیل ہوگی"۔ حضرت جب بحال ہو کر عام حالت میں آئے۔ اور بادشاہ کے آنے کی وجہ معلوم ہوئی۔ تو فرمایا "ہمارا مقصد انوار و تجلیات الٰہی کا مشاہدہ کرنا ہے"۔ بادشاہ فوراً

---

[۱] یاد رہے کہ کاملانِ بارگاہِ الٰہی پر حسن دلآویز کی چنگاری وہ کام کرتی ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ اور انہیں ہر شے میں انوار و تجلیاتِ الٰہی نظر آتے ہیں۔

محل سرا میں آیا۔ اور اس چندے آفتاب چندے ماہتاب دوشیزہ کو لے کر خدمت عالیہ میں پیش کیا۔ اور کہا "یہ ہے آپ کی .... منظور نظر کنیز" حضرت اقدس نے نظر توجہ سے اسے دیکھا۔ اور فرمایا "یہ معصومہ جمال الٰہی سے معمور ہے۔ اللہ تعالیٰ عفت و پاکدامنی کے پردے میں دونوں جہاں کے مراتب اس کو حاصل کرنے کا موقعہ عطا فرمائے۔ اس نظارے سے ہمارا مقصد تو محض خدائے بزرگ و برتر کے کمال و جمال کا مشاہدہ کرنا ہے"۔ حضرت عالم مستی میں آگے نکل گئے۔ لیکن اس پاک دامن پر دیوانگی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ بادشاہ کافی پریشان ہوا۔ خادمانِ شاہی کو حضرت کی تلاش کے لئے روانہ کیا جو تلاش بسیار اور منت سماجت کے بعد حضرت کو بادشاہ کے پاس لے آئے، دوشیزہ نے کپڑے پھاڑ گودڑی پہن لی۔ اور اپنے باپ سے کہنے لگی "چونکہ اب میں دنیا کے کسی کام کے قابل نہیں رہی ہوں۔ اب آپ کا اس کنیز پر سب سے بڑا یہی احسان ہوگا۔ کہ اس مرد خدا کی خدمت میں رہنے کی اجازت دیدی جائے، تاکہ اپنی بعض مشکلات کو اس مرد خدا کی ہمراہی میں حل کر سکوں۔ اور ان کی فیض رساں ہمراہی سے استفادہ کرتی رہوں"۔

بادشاہ اسے لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ بچی میری اپنی ہی بیٹی ہے! اب یہ شہزادی حضرت کی ہمراہی میں دنیا کی سیر و سیاحت میں مشغول ہوگئی۔ دورانِ سفر میں جہاں کہیں حضرت قیام فرماتے۔ زن و مرد، پیر و جواں، اس کے بے مثل حسن کے تماشے کی خاطر جمع ہو جاتے، جس سے اس نیک بخت کو بڑی پریشانی ہوتی۔ ایک روز اس نے بڑی جرأت سے کام لیتے ہوئے حضرت کی خدمت میں درخواست کی۔ کہ "میں لوگوں کی ہوسناک نظر بازی سے تنگ آگئی ہوں۔ اور میرے معمولات بھی اس طرح برقرار نہیں رہ سکتے۔ لہذا میں خدمت عالیہ میں مؤدبانہ درخواست کرتی ہوں، کہ آپ بارگاہِ رب العزت میں دعا کریں کہ وہ مجھے اس دنیا سے اٹھالے"۔ حضرت نے اس عفت مآب کو تسلی دی۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد اس نے پھر یہی دعا مانگنے کی درخواست کی۔ تو حضرت نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ جو مستجاب ہوئی۔ وہ اسی وقت جان بحق ہوگئی۔ ان نیک سیرت بی بی کا نام عائشہ بتایا جاتا ہے جزیرہ قبرص میں آج بھی ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔

دورانِ سیاحت میں حضرت اقدس نے ایک طراوت بخش و راحت افزا باغ میں آرام فرمایا۔ ایک غیر مسلم باغبان نے حضرت کو ایسا کرنے سے منع کیا حضرت وہیں

تشریف فرما ہے۔ باغبان کے دماغ میں گل انسانیت کی ذرہ بھر خوشبو بھی نہ پہنچی تھی۔ اس نے سخت سست الفاظ کہتے ہوئے حضرت کے پائے مبارک کو اپنی طرف کھینچا، اس کی اس جسارت اور بے ادبی کو آپ کا خادم برداشت نہ کر سکا۔ اور تلوار سے دو ٹکڑے کر کے اسے دار السقر پہنچا دیا۔ حضرت نے مرید کے اس فعل کی مذمت کی اور ایک چادر اس مقتول پر ڈال دی۔ دوسرے مالی حاکم وقت کے پاس جو نمرود ثانی تھا۔ دہائی دیتے ہوئے پہنچے اور عرض کی کہ "چند صوفیان اسلام جو حال ہی میں کہیں سے وارد ہوئے ہیں نے باغ میں ٹھہر کر ہمارے فلاں بھائی کو ناحق مار ڈالا ہے" صوفیوں کا نام سن کر اس کی آتش غضب بھڑکی۔ اور اس متعصب حاکم نے چند شیطان صفت بدباطن سپاہیوں کو انکی گرفتاری کے لئے مقرر کیا۔ ان مسلح سپاہیوں نے جب دور سے حضرت کے رخ پرانوار کو دیکھا تو ان پر رعب ولایت اس قدر مسلط ہوا کہ تمام غرور حکومت جاتا رہا۔ اور نہایت ملائمت و نرمی سے عرض کرنے لگے "ہمیں کسی کی دل آزاری کرنی منظور نہیں، حاکم وقت نے ہمیں محض اس معاملے کی تحقیقات کرنے کے لئے آپ کے بلانے پر مامور کیا ہے۔ اٹھئے اور ہمارے ساتھ چلئے" حضرت فرمانے لگے "ہم ایسے دشت و صحرا نورد درویشوں کے ہاتھوں قتل و غارت کیا معنی! ہندو باغبان کہنے لگے۔ حضور ہمارے بھائی کو قتل کرنے کے بعد اس گودڑی کے نیچے چھپا دیا گیا ہے"

سپاہیوں نے جب گودڑی کو اٹھایا تو دیکھا ایک کتا مرا پڑا ہے۔ حاضرین کی حیرت کی انتہا نہ رہی، سپاہی اور باغبان شرمندہ ہو کر لوٹ گئے۔

ایک مرتبہ حضرت مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپ کے زانوؤں تلے ایک تکیہ تھا۔ ایک شخص نے پوچھا "یا سیدی"! ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے بحالت نماز جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک سے لپٹے ہوئے تکیے کو جھٹکا دیا۔ تو وہ کمرے ہوتا ہوا صاف باہر نکل آیا۔ کیا یہ درست ہے؟ آپ نے فرمایا "بے شک! اللہ تعالیٰ نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلاموں کو بھی یہ صفت عطا فرمائی ہے" اور آپ نے وہ تکیہ اسی طرح زانوؤں میں سے نکال کر دکھا دیا۔

آپ ایک روز حضرت بہاؤالدین زکریا کے مزار مقدس پر تشریف لائے تو آپ کا وجود مبارک طول و عرض میں اتنا بڑھا۔ کہ گنبد خانقاہیں اس کے سمانے کی گنجائش نہ رہی اور تمام روضہ

مقدسہ کا احاطہ کر لیا، یہ بات خادم روضہ نے سجادہ نشین شیخ نظرؒ سے بیان کی۔ وہ اس اطلاع کے ملتے ہی دوڑے۔ آپ کو کچھ دیر کھڑے دیکھتے رہے۔ اور پھر اپنا دست مبارک حضرت کے زانوئے مبارک پر رکھ دیا۔ آپ نے اسی حالت میں ہاتھ ان کی طرف کیا، اور کچھ وقفہ کے بعد اپنی اصلی حالت پر آ گئے۔ حضرت شیخ نظر نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا، "رئیس شہر آج سواری کر رہا تھا۔ عوام کا اژدحام تھا۔ منتظمین راستہ صاف کرنے کی غرض سے لوگوں کو مار پیٹ رہے تھے۔ ایک درویش ٹس سے مس نہ ہوتا تھا۔ ایک مجہول الحال کو توال نے سلطان کے ایما پر اس کو اس بری طرح زدوکوب کیا، کہ وہ زخمی ہو گیا۔ وہ اسی حالت میں حضرت بہاؤ الدین زکریا کی بارگاہ میں رو دیا۔ روضۂ مبارک سے ندا آئی، کہ تعجب ہے کہ تمہارے ہوتے میرے مرید کو تکلیف پہنچے۔ فقیر نے رئیس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ حضرت شیخ نظر بہت متحیر ہوئے اور وہ تاریخ اور وقت نوٹ کر لیا۔ تصدیق سے پایا گیا کہ ٹھیک اس تاریخ کو شاہ گجرات کا سر قلم ہوا تھا۔

جب اکبر بادشاہ نے گجرات پر چڑھائی کی۔ تو علی قلی خاں جو بادشاہ کا مقرب تھا ہم رکاب تھا۔ مہم سر کرنے کے بعد ایک روز غلبہ بشریت کے بعد اس نے ایک دلالہ کو بلایا۔ کہ اس کے ذریعے سے حظِ نفس کا سامان بہم پہنچائے۔ وہ دلالہ جس محلے کی طرف جا رہی تھی، اس طرف سے حضرت اقدس بھی تشریف لا رہے تھے۔ حضرت اقدس نے دلالہ کے کوڑے لگانے شروع کر دیئے، یہ کوڑے درحقیقت علی قلی خاں کے لگ رہے تھے حضرت زبان مبارک سے یہ فرماتے جاتے تھے کہ "اے پلید! اس سلسلے میں داخل ہونے کے بعد اس قسم کے قبیح افعال کا مرتکب ہوتا ہے"!

مروی ہے۔ کہ شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ کا ایک پنج سالہ فرزند کھانے پینے کی طرف راغب [illegible] تا تھا۔ والدہ کو فکر لاحق ہوئی اور یہ ماجرا حضرت کی خدمت میں بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کوئی حرج نہیں، بچوں کی طبیعت مختلف ہوا کرتی ہے، لیکن کچھ دن گزرنے کے بعد اس کی والدہ نے پھر درخواست کی، آپ نے اس بچے کو بلایا، مہربانی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کھانے کی ہدایت فرماتے ہوئے کہا "فرزند خوب سیر ہو کر کھایا کرو۔ اب صاحبزادے پر بھوک نے اس قدر غلبہ کیا، کہ رات دن چوبیس گھنٹے اس کے سامنے دسترخوان چنا رہتا تھا۔ چنانچہ والدین جس طرح اس کے نہ کھانے سے تنگ آ گئے تھے۔ اب اس کی بسیار خوری سے عاجز آ گئے۔ اس پر آپ کی خدمت میں پھر عرض کی گئی، آپ نے فرمایا، "ایسا ہی ہوگا"۔ . . . . چنانچہ عمر بھر صاحبزادے کے کھانے کی مقدار اس کے ہم عمر لڑکوں سے زیادہ ہی رہی۔

صاحبِ گلزار خوارق مروی ہیں۔ کہ فتح خاںؒ نامی ایک صاحب سامانہ میں رہا کرتے تھے۔ اور اسم اعظم کا ورد ان کا روزانہ کا معمول تھا۔ ایک مرتبہ ان کو جن اٹھا کر آسمان کی طرف پرواز کر گیا حضرت نے انہیں جن کے پنجے سے نجات دلائی۔ اور نظروں سے اوجھل ہو گئے، البتہ حضرت کا حلیہ مبارک ان کے ذہن میں محفوظ رہا۔ اور اسی روز سے دل میں ارادہ کر لیا۔ کہ اگر خوش نصیبی نے مدد کی، تو کسی دن اس بزرگ کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاؤں گا۔ اتفاقاً فتح خاں مذکور کے چند دوست جو حضرت کے مریدین میں سے تھے۔ بیٹھے ہوئے بزرگانِ دین کے ذکر خیر سے دلوں کو تازگی بخش رہے تھے۔ کہ دریں اثنا حضرت کا تذکرہ بھی چل نکلا۔ فتح خاں کے دل میں زیارت کے شوق نے چٹکی لی، اور فوراً ہی اپنے احباب کے ہمراہ عازم کیتھل ہو گئے خدمت اقدس میں پہنچے اور مریدانِ باصفا کی لڑی میں منسلک ہو گئے۔ ایک دن مجلس میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ کہ فتح خاں ہر لقمہ اٹھانے پر دل میں یہ کہتے کہ کاش یہ لقمہ میرے پیرو مرشد نے کھایا ہوتا۔ لگاتار تین لقموں پر یونہی کہا۔ اور خود کھا لئے جب چوتھا لقمہ اٹھانے لگے، تو حضرت نے فرمایا۔

"بس مجھے تین لقمے ہی کافی ہیں۔ چوتھے کی ضرورت نہیں"

نقل کیا جاتا ہے، کہ ایک مرتبہ رات کے وقت آپ باغ میں رونق افروز تھے۔ کہ حضرت کی خدمت میں چند صوفیائے عظام حاضر ہوئے۔ گفتگو کے دوران ایک نہایت باریک مسئلے پر بحث چل نکلی۔ باغ سے باہر کوتوال شہر گشت کر رہا تھا۔ وہ آوازیں سن کر بیتاب ہو کر باغ میں آیا۔ لیکن ہر بار اسے کوئی نظر نہ آیا۔ گفتگو سے فراغت کے بعد وہ حضرات لاہور کو پرواز کر گئے، جب وہاں پہنچے تو گلی میں ایک مکان کے سامنے حضرت کو مع خورد و کلاں کھڑے پایا۔ حضرت نے انہیں اپنے ہاں ٹھہرایا پھر وہ سمرقند روانہ ہو گئے، جب سمرقند کے ایک محلے سے گذر رہے تھے، تو حضرت کو ایک مقام پہ کھڑے پایا۔ سمرقند میں بھی حضرت کے ہاں قیام فرمایا۔ صبح کو حرمین شریفین کی زیارت کے لئے وہاں پہنچے۔ تو دیکھا کہ حضرت مع اہل و عیال ایک مکان میں تشریف فرما ہیں، حضرت نے انہیں اپنے ہاں مہمان رکھا۔ واپسی پر انہوں نے دریافت فرمایا۔ کہ یہ بات ہمارے افہام سے بالاتر ہے، کہ یہ مسافت ہم نے پا پیادہ نہیں بلکہ اس طرح طے کی جس طرح اولیاء اللہ کرتے ہیں۔ راستے میں جہاں بھی ہم نے قیام کیا۔ وہاں آنجناب کو پہلے ہی موجود پایا۔ یہ بات ہمارے لئے موجب حیرت ہے" حضرت نے تبسم کناں ارشاد فرمایا۔ عزیزانِ من خوب سمجھ لو جس طرح انگشتری جو کسی شخص کی انگلی میں پڑی رہتی ہے اور اس کی ہر چیز اس کی نظر کے سامنے ہوتی ہے۔ اسی طرح قدرت نے ایک انگشتری میری انگشت میں

پہنا دی ہے۔ جس کے آئینے میں تمام کائنات مضمر ہے۔ اور قرب و بعد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

مرقوم ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس کے منجھلے صاحبزادے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ کے دل میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے روضۂ اقدس کی زیارت کا بے حد شوق پیدا ہوا۔ اور آپ حضرت کی اجازت کے بغیر عازم بغداد ہو گئے۔ جب مشہد کے قریب پہنچے۔ تو انہیں راستے میں پہلی، دوسری اور تیسری منزل پر ایک فقیر وضع درویش ملے، اور پوچھا۔ "میاں صاحبزادے کہاں تشریف لئے جا رہے ہو" کہنے لگے "حضرت غوث الاعظمؒ کے آستانے کی جاروب کشی کے لئے عازم بغداد ہوا ہوں۔" انہوں نے فرمایا "تمہیں طواف بغداد کی کیا احتیاج ہے۔ جب کہ تمہارے مرشد موجود ہیں۔ جاؤ ان کی خدمت کرو۔" لیکن حضرت شاہ موسیٰ نہ مانے۔ چوتھی منزل پر پہنچ کر ان کو شدید بخار ہو گیا۔ پاؤں متورم ہو گئے اور راستہ طے کرنے سے عاجز آ گئے۔ حضرت موصوف قافلے سے جدا ہو گئے اور شہر کی مسجد کے گوشہ میں جا بیٹھے۔ چالیس دن رات ان کی یہی حالت رہی۔ صحت کلی عطا ہوتی تھی نہ طائر روح قفسِ عنصری سے پرواز کرتا تھا۔ آخر ایک چھری لی، اور خودکشی کا ارادہ کیا۔ آدھی رات کے وقت چھری سینے میں گھونپنے لگے کہ حضرت اقدس بنفسِ نفیس وہاں آموجود ہوئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے "کیا کر رہے ہو۔ شریعت و طریقت میں یہ طریقہ کب روا ہے، تمہیں معلوم نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قاتل النفس فی النار" حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم نے اپنا سر مبارک زمین پر رکھ دیا اور قدم بوسی کے بعد عرض کیا۔ کہ جب غربت میں عارضۂ مہلک لاحق ہوا، اور زندگی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مجبور ہو کر میں نے اس فعل کے ارتکاب کا خیال کیا۔ حضرت نے فرمایا، "یہ تکلیف جو پہنچی لائق اور مناسب تھی۔ تین مرتبہ غوث الاعظمؒ نے تمہیں اثنائے سفر میں سمجھایا، اور بشارت دی، کہ اپنے پیر و مرشد کے حضور آداب بجا لاؤ۔ تم نے مطلق پروا نہ کی۔ اب لازم ہے، کہ یہیں سے لوٹ جاؤ۔" جب صبح ہوئی اور لوگ نماز کے لئے آئے۔ تو نماز سے فراغت کے بعد ان لوگوں کی نظر حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ پر پڑیں، دیکھا کہ ان پر بیماری کا اثر باقی نہیں۔ دریافت حال پر انہوں نے ماجرا من و عن کہہ سنایا۔ وہاں سے واپس ہوئے، اور ملتان پہنچ کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے صحت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا۔ "آپ کی توجہ مہربانی کا اثر ہے۔" پھر حضرت نے فرمایا۔ عرصے کے بعد ملے ہیں رات کو اکٹھے سوئیں گے۔ ایسا ہی ہوا، نصف رات گذر جانے پر حضرت اقدس نے اپنی گلیم ان کے جسم پر ڈال دی۔ اور حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم ساتھ دن تک متواتر سوتے رہے۔ بعد ازاں حضرت نے خود اٹھایا، اور فرمایا

"موسیٰ تمہیں سونے کے لئے نہیں لایا گیا ہے" وہ اٹھے اور اٹھتے ہی جنگل کی راہ لی، اور راہ الوالالٰہی کے سالک و ناظر بن گئے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ ایک مہلک مرض میں مبتلا ہوئے ہر چند علاج کرایا لیکن بے سود جب بے چینی اور اضطراب بڑھتا ہی چلا گیا، تو حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا۔ کہ اس فقیر عبدالاحد کو جو ناقابلِ برداشت تکلیف میں مبتلا ہے۔ اور جس کے علاج سے اطبائے نامدار عاجز آ گئے ہیں۔ آپ کی نظرِ عنائیت کے بغیر شفائے عاجل اور صحت کامل ناممکن ہے، حضرت نے اپنے مقربان خاص مولانا مودودؒ اور فتح علی خاں سے پانی طلب کر کے وضو کیا، جب آپ سرِ مبارک کا مسح فرما رہے تھے، تو دو بلند قامت شخص ملوکانہ لباس میں وارد ہوئے۔ مولانا مودودؒ اور فتح علی خاں نے ان سے پوچھا "تم کون ہو"؟ جواب دیا "بندہ ہائے خدا"۔ اسی طرح دائیں پاؤں کو دھوتے وقت مزید دو شخص اسی صورت ولباس میں ان کے برابر آ کر دست بستہ کھڑے ہو گئے ان سے بھی پوچھا گیا "کیا تم دونوں بھی ان کی رفاقت میں آئے ہو" کہنے لگے "ہاں حضرت شاہ کمال قادری نے ہمیں شیخ عبدالاحد کی خاطر طلب فرمایا ہے، حضرت نے وضو سے فراغت کے بعد دوگانہ ادا کیا۔ اور سلام پھیرنے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اپنی حقیقت سے آگاہ کرو۔ کہ تم میں سے کون عبدالاحد کے لئے مشوش الحال ہے۔ انہوں نے آداب بجا لا کر عرض کی، کہ ہم اتنی افراد روئے عالم پر زحمت کے نام سے مسلط ہیں۔ اختلاف مزاج کے اعتبار سے بندگانِ خدا کے مختلف احوال پر حکم الٰہی سے مسلط ہیں، پھر اپنے میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، کہ ہم میں سے یہ شخص شیخ عبدالاحد کا مزاحم حال ہے شخص مذکور نے اقرار کرتے ہوئے عرض کی۔ کہ شیخ عبدالاحد کے وجود پر اللہ تعالیٰ نے مجھے قابض و ضابط کیا ہے"۔ آپ نے فرمایا۔ "ہماری خاطر شیخ عبدالاحد سے درگذر کرو۔ کہ وہ بہت پریشان حال ہے، شخص مذکور نے عرض کی، کہ میں امر الٰہی سے مسلط ہوں، اس لئے میری جلاوطنی جائز نہ رکھیں"، حضرت نے فرمایا "تو یہ کہتا ہے۔ لیکن شیخ عبدالاحد طالبانِ خاص میں سے ہے۔ طوعاً و کرہاً اس کو تندرست کر دو۔" وہ عرض کرنے لگا کہ آپ کے حکم کو ہر حال میں مانوں گا۔ اور فرمان عالی سے منہ نہ پھیروں گا۔ لیکن ایک ماہ کی مہلت عنائیت فرمائیں۔ یہ کہہ کر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا شیخ عبدالاحد پورے ایک ماہ تک صاحب فراش رہے اور اس عرصے میں سخت بے چین ہوئے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے جسم میں اس قدر تیزی و تندی تھی، کہ گویا ہوا کے جھکڑ چل رہے ہیں ایک ماہ گذرنے کے بعد یہ آواز انہیں سنائی دی کہ عبدالاحدؒ خدا کے لئے میری قدم بوسی حضرت شاہ کمال کیتھلی تک پہنچا دینا۔ صبح سویرے شیخ عبدالاحد اپنے بستر سے اٹھے، تو ان کے وجود میں کمزوری و نقاہت کی کوئی علامت باقی نہ تھی۔ فوراً بارگاہ ایزدی میں

سجدہ ریز ہوئے۔ حضرت کی خدمت اقدس میں پہنچ کر سارا واقعہ من وعن بیان کیا۔ اس کے بعد شیخ عبدالاحد کبھی بیمار نہیں ہوئے۔

خواجہ حبیب اللہ مصنف گلزار خوارق کا بیان ہے۔ کہ مجھے اکثر وبیشتر دور دراز سفر کرنے کا اتفاق ہوتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ہم پانچ چھ آدمی سفر کرتے ہوئے ایک خوفناک مقام پر پہنچے۔ ہم میں سے ایک شخص یوسف بودلہ پر پیاس نے بے حد غلبہ کیا۔ وہ اس قدر درماندہ ہوا کہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکتا تھا۔ پیاس کی شدت نے جب اس کا اتنا برا حال کر دیا۔ تو ہم نے اپنی تمام تر توجہ حضرت اقدس کی طرف لگادی۔ اور عرض کی "یا سیدی بوقت ہلاکت ومصیبت مدد کرنا آپ کی شان ہے۔ اور ہم آپ کی شفقت ودستگیری کے امیدوار ہیں" تھوڑی دیر بعد ایک درویش صورت شخص پانی سے بھرا ہوا لوٹا لئے سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ ہم نے اس سے پانی کی درخواست کی، تو وہ کہنے لگا "یہ پانی تمہارے ہی لئے ہے" ہم نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ اور برتن بھی بھر لئے ابھی وہاں سے چلے ہی تھے کہ وہ آدمی غائب ہو گیا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد پھر یوسف بودلہ بھوک کی شدت سے نڈھال ہونے لگا حتیٰ کہ نقاہت کی وجہ سے زمین پر آرہا۔ کہنے لگا "تم سب چلو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں تو اب زمین پر سے اٹھ تک نہیں سکتا۔ کہ چلنے کی سکت نہیں"۔ ہم نے تقاضائے مروت سے بعید دیکھا تو ٹھہر گئے اور پھر حضرت اقدس کو پکارا۔ اور عرض کی۔ اے دستگیر درماندگان جس طرح آپ نے ہمیں پیاس کی زحمت سے نجات دلائی ہم اس وقت بھی آپ سے استمداد کرتے ہیں۔" دریں اثنا ایک غیبی اونٹنی سوار نقاب اوڑھے آتا ہوا دکھائی دیا۔ اور چند میٹھی روٹیاں دیکر غائب ہو گیا۔ ان روٹیوں کو ہم چھ آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ . . . . . اور اس طرح حضرت شاہ کمال ہم درماندگان کی ہر منزل پر دستگیری کرتے رہے۔

جلال

یوں تو اکثر صاحب ولایت شان جلالت کے مظہر ہوئے ہیں۔ لیکن جتنا جلال چشتیہ سلسلے میں حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہٗ کا مشہور ہے اور قادریہ سلسلے میں حضرت عبدالقادر جیلانی اور حضرت شاہ کمال قادری قدس اللہ اسرارہم کا۔ اتنا کسی صاحب ولایت میں نہیں پایا جاتا۔ یہ حضرت کے جلال ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ کیتھل شریف سے دس دس بارہ بارہ کوس کے فاصلے پر کوئی صاحب ولایت حضرت کی اجازت کے بغیر نہیں آسکتا تھا۔ اور اگر کوئی ایسا کرنے کی جرأت بھی کرتا۔ تو اس کی اعلیٰ صلاحتیں سلب کر لی جاتی تھیں۔ اس لئے حضرت کا لقب سلاب الاحوال پڑ گیا تھا۔

کیتھل کے قیام کے ابتدائی دور میں آپ کو تقریباً انہی واقعات سے دوچار ہونا پڑا۔ جو حضرت علی احمد صابر کلیری قدس سرہٗ کو پیش آئے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آپ کیتھل تشریف لائے، تو یہاں مفتیوں کی ایک جماعت رہا کرتی تھی، جو اپنے علم و فضل پر بڑے مغرور تھے۔ ان کی کثرت تعداد کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ان کی تقریباً پانچ سو پالکیاں نکلا کرتی تھی۔ دنیا میں یہ ازل سے ہوتا آیا ہے۔ کہ جب کوئی شخص عروج و ترقی حاصل کرتا ہے، تو اس سے کمتر درجے کے لوگوں کے سینوں میں بغض و حسد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے، اور اس آگ کو بجھانے کے لئے وہ اوچھے سے اوچھا ہتھیار بھی استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ چنانچہ جب آپ کی شہرت ان مفتیوں کے کانوں میں پڑی، تو انہوں نے مشہور کرنا شروع کر دیا۔ کہ یہ شخص خلق خدا کو گمراہ کر رہا ہے۔ اس سے حذر کرنا چاہیئے، حضرت پر ان لوگوں نے اذیت اور سختی کو بھی روا رکھا لیکن آپ کسی تکلیف و اذیت کو خاطر میں نہ لاتے۔ ایک روز آپ مسجد میں وضو فرما رہے تھے۔ آپ نے مسح کیا، تو ایک مفتی نے ترش لہجے میں کہا۔ عقلمند آدمی سر کا مسح بھی کرنا نہیں آتا؟ آپ نے دوبارہ مسح کر کے پوچھا۔ ٹھیک ہو گیا ہے بھائی؟ لیکن مفتی کی خشونت اور بڑھی، اور اس نے متکبرانہ انداز میں نفی میں سر ہلا دیا۔ دو تین بار آپ نے مسح کیا۔ اور اس سے پوچھتے رہے۔ لیکن وہ ہر دفعہ نفی میں جواب دیتا رہا۔ اس پر جلالِ کمال جوش میں آیا، اور آپ نے اپنی گردن کو حوض کے پانی میں جھنجھولا۔ اور فرمایا "لو اب تو مسح ٹھیک طرح ہو جائے گا" یہ کرنا تھا کہ مفتی نے وہیں دم توڑ دیا۔ یہ واقعہ مفتیوں کے لئے عبرت انگیز تھا لیکن ہوا اس کے برعکس۔ اس عبرت ناک واقعہ نے ان کے جوشِ انتقام کو مزید ہوا دی۔ اور وہ نت نئی شرارتوں پر اتر آئے، جب کچھ عرصے تک مفتی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے۔ تو ایک روز حضرت کی زبان سے نکلا۔ مفتیاں کی جڑ اللہ اور شاہ کمال نے پٹی" اس کے ساتھ ہی مفتیوں کا خانوادہ ایک ایک کر کے ختم ہو گیا۔ یہی نہیں ہوا، بلکہ دیگر لوگ جو ان کے مکانات کی اینٹوں کو اپنے تصرف میں لے آتے، ان کے مکانات بھی جل کر راکھ ہو جاتے۔ اس واقعے نے دنیائے مفتیاں میں ایک تہلکہ مچا دیا جب دیگر علاقے کے مفتیوں کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ تو انہوں نے کیتھل کے قریبی گاؤں پونڈری کے مفتیوں سے دریافت کیا۔ کہ آیا یہ دعا صرف کیتھل والوں کے لئے ہے یا تمام کے لئے۔ اس پر پونڈری کے مفتیوں نے جواب میں لکھا، کہ یہ صرف کیتھل والوں کے لئے ہے، اور ہم یہاں سب بخیریت ہیں۔

اس قسم کی پاداش میں عموماً سرکش و نافرمان لوگ گرفتار ہوتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کلام پاک کے چودھویں پارے میں یوں فرماتے ہیں افامن الذین مکروا السیئات ان نخسف اللہ بہم الارض او یاتیہما للعذاب من حیث لا یشعرون ۵ یعنی کیا نافرمان لوگوں کو اس بات کا خوف

نہیں کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا مارے یا جدھر سے خبر بھی نہ ہو، ان پر عذاب نازل ہو جائے)۔ . . . .
. . . . . . دل بر حق سے ایذا رسانی اور ٹھٹھہ مذاق کرنے کا صلہ ان سرکشوں، نافرمانوں اور بے باکوں کو مل گیا۔

بیان کیا جاتا ہے، کہ ایک روز حضرت اقدس پرگنہ قبولہ میں اسرار سلوک کے دقیق نکات کا مطالعہ فرما رہے تھے، اور اسی اثنا میں حاکم قبولہ شیخ موسیٰ مثل نائب حاکم قبولہ کی معیت میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور نسخہ کی درخواست کی۔ آپ نے نسخہ عطا کر دیا جب کچھ عرصے بعد آپ نے وہ نسخہ واپس طلب فرمایا۔ تو وہ بدباطن اپنی ذاتی خباثت کی بنا پر نسخہ واپس دینے سے انکار کرنے لگا حضرت نے جلالی لہجے میں شیخ موسے سے فرمایا "وہ نسخہ نہیں دیگا" آپ کا اتنا فرمانا تھا۔ کہ اس کے پیٹ میں شدید درد اٹھا، اور لحظہ بلحظہ فزوں تر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھول کر کُپا ہو گیا۔ اور زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ پیٹ پھٹ گیا۔ اور وہ راہی ملک عدم ہو گیا۔ مرزا محمد اختر نے تذکرۂ اولیائے ہند کی دوسری جلد میں طبقات حسابیہ کے حوالے سے لکھا ہے، کہ آپ کا ایک مرید تھا۔ جسے اشتیاق تجلی نہایت تھا۔ اس شوق میں اس نے برسوں ریاضت و مجاہدہ کیا۔ مگر وہ حال منکشف نہ ہوا۔ اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ اس وقت میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے بزرگ نہیں، کہ انکی ایک نظر سے آدمی صاحب حال ہوتا تھا اسی وقت آپ کو اس کے خطرے سے آگاہی ہوئی۔ نظر عاشقانہ اس پر ڈالی۔ کہ وہ تجلیِ ذات اس پر منکشف ہوئی مگر اسی وقت مر گیا۔ کیونکہ اس میں اس تجلی کا حوصلہ نہ تھا، اور آپ نے بھی اسی وجہ سے توقف فرمایا تھا۔

ملتان میں ایک بزرگ شیخ عیسےٰ بخاری رحمتہ اللہ علیہ رہتے تھے۔ اعلیٰ پائے کے صاحبِ حال اور واقف رموز تھے۔ ان پر ایک وقت ایسا آیا۔ کہ ان پر فقر و فاقہ کا غلبہ ہوا۔ اور بسا اوقات نان شبینہ بھی انکو میسر نہ آتی تھی۔ ملتان کے علاقے میں قوم سیال بزرگان دین بہت سے عقیدت رکھتی تھی۔ انہوں نے حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر شیخ عیسیٰ ہماری کچھ زمین کاشت کرلیں تو ان کی یہ تنگدستی دور ہو جائے گی آپ نے شیخ عیسیٰ کو حکم فرمایا۔ اور انہوں نے کچھ اراضی کاشت کرلی، اور شب و روز آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔ فصل کاٹنے کا وقت آگیا۔ تو آپ نے فرمایا "جاؤ۔ اور فصل کاٹتے ہی واپس چلے آؤ"۔ اسی دوران میں شیخ عیسےٰ آپکی خدمت میں دیر سے حاضر ہوئے۔ آپ نے وجہ دریافت فرمائی، تو شیخ عیسیٰ نے گستاخانہ جواب دیئے۔ اس پر آپ ناراض ہوئے۔ اور ایک مرید تاج الدین کو جو حاکم ملتان کا ملازم تھا حکم دیا کہ خود اندر آؤ۔ وہ دیوار پھاند کر اندر آیا۔ آپ نے حکم فرمایا کہ شیخ عیسیٰ کے کپڑے اتار کر آگ میں جلا دو۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اور پھر شیخ عیسیٰ کے پاس کشف و کرامت کی کوئی چیز باقی نہ رہی۔

منقول ہے۔ کہ ایک مرتبہ آپ فوجی وردی میں ملبوس گھوڑے پر سوار حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ کے ہاں بغرض ملاقات تشریف لے گئے۔ شیخ کے دروازے کے سامنے ایک سرائے تھی۔ حضرت نے سرداسکی بیوی سے فرمایا۔ "ہمارے گھوڑے کی نگرانی کرنا" اس نے جواب دیا۔ شیخ کی زیارت کو ہر روز سیکڑوں آتے ہیں، کس کس کے گھوڑے کی نگرانی کروں حضرت نے اس کے ایک کوڑا رسید کیا۔ وہ بیہوش ہوگئی حضرت شیخ موصوف سے ملے۔ شیخ سے تصوف کے ایک دقیق مسئلے کی وضاحت چاہی۔ شیخ نے فرمایا۔ "ایک فوجی کا اس مسئلے سے کیا تعلق" حضرت نے فرمایا۔ "اس لئے کہ مجھ پر بھی اس مسئلے کی وضاحت ہوجائے"۔ شیخ موصوف نے فرمایا۔ "تو ایسے وقت تشریف لایئے جب کوئی اور نہ ہو"۔ حضرت نے فرمایا۔ جو نادان ہے اس پر اس مسئلے کا انکشاف خلوت میں ہو سکتا ہے، اور نہ جلوت میں، اور واقف کے دربرو بیان کرنے سے بخل کرنا اچھی بات نہیں"۔ یہ فرماتے ہی حضرت اٹھ کھڑے ہوئے۔ سرائے میں تشریف لائے تو وہ عورت حضرت کے پاؤں چومنے لگی، لوگوں نے کہا۔ "یہ وہی تو ہیں جنہوں نے تجھے کوڑا رسید کیا تھا"۔ اس نے جواب دیا۔ "لیکن تمہیں شاید معلوم نہیں کہ یہ کون صاحب ہیں، کوڑا لگتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں آسمان پر ہوں۔ اور فرشتوں کی تہلیل و تمجید سن رہی ہوں"۔ حضرت سرائے سے روانہ ہوگئے۔ ادھر شیخ موصوف کو کشف سے معلوم ہوا کہ ایک ذی شان ہستی مجھ سے ناراض ہوکر واپس ہوگئی ہے۔ دوڑتے ہوئے آپ کی خدمت میں پہنچے۔ اور حضرت کے گھوڑے کی رکاب تھام کر معذرت چاہی، حضرت نے فرمایا۔ اے شیخ تیرا اور تیرے مریدوں کا حال جواب میرے قبضے میں ہے تجھے بچشم دیدہ دیکھ کر واپس کرتا ہوں، شیخ موصوف کیتھل تک آپ کے ہمراہ پیدل چلتے رہے تھے۔

نہ صرف یہ کہ حضرت کا جلال عوام پر ہی ظاہر ہوا ہے۔ بلکہ آپ کے خاندان کے افراد بھی اس شانِ جلالت سے بچ نہ سکے۔ اس سلسلے میں ایک روایت ملتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کس طرح اپنے فرزندان کی اعلےٰ روحانی قوتوں کو سلب کر لیا تھا۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ جو ریاضت و مجاہدہ میں یکتا و لاثانی تھے اور جنکی قوت کشف بلا کی تیز تھی۔ ایک روز فرزند اکبر شاہ عماد الدین باہر تخت پر بیٹھے حجامت بنوا رہے تھے۔ کہ انہیں کشف باطنی سے معلوم ہوا کہ ایک جہاز بھنور میں پھنسا ہوا ہے۔ اہل جہاز شاہ کمال! شاہ کمال!! کے نعرے بلند کر رہے ہیں، صاحبزادے نے زمین پر ہاتھ ڈالا، اور جہاز کو سہارا دیا۔ ادھر حضرت اقدس کو بھی کشف سے پتہ چل چکا تھا۔ آپ حجرے سے باہر تشریف لائے اور صاحبزادے سے دریافت کیا کہ "تونے یہ کیا کیا"؟ صاحبزادے نے جواباً عرض کیا۔ "یا سیدی اہل جہاز آپ کو پکار رہے تھے۔ مجھے شرم محسوس ہوئی ...... کہ وہ آپ کو یاد کرتے کرتے ڈوب جائیں۔ اس پر میں نے ایسا کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ "کیا لوح مبارک کو دیکھ لیا تھا"؟ صاحبزادے نے سر مبارک خم کر دیا۔ حضرت نے صاحبزادے کے سینے پر دست مبارک پھیرا اور تمام صلاحیتیں سلب کر لیں۔ اسی طرح ایک روز فرزند اصغر نور الدین صغر سنی کے عالم میں ایک دیوار پر کھیل رہے تھے، دیوار پر اس طرح بیٹھے جس طرح گھوڑے پر سواری کرتے ہیں،

اور دیوار سے کہنے لگے "چل میرے گھوڑے"۔ دیوار چلنے لگی حضرت کو تصرف باطنی سے اس امر کا پتہ چل گیا۔ صاحبزادے کو بلا کر کہا۔ "تم نے عمر سے پہلے ہی اپنے احوال ظاہر کر دیئے"۔ . . . اور صاحبزادے کے سینہ مبارک پر دست مبارک پھیرا۔ یہ کرنا تھا۔ کہ صاحبزادے کی روح محبوب حقیقی سے جا ملی۔ ان حالات کے پیش نظر منجھلے صاحبزادے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم کو یہ فکر دامن گیر ہوئی۔ کہ جو حال دونوں بھائیوں کا ہوا ہے، ہو سکتا ہے، کہ میرا بھی وہی ہو۔ لہٰذا انہوں نے بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ دن میں کئی کوس دور نکل جاتے۔ لیکن اپنے آپ کو کیتھل کی حدود میں ہی پاتے۔ جب حضرت نے صاحبزادے کو اس پریشانی اور کشمکش میں دیکھا تو ایک روز انہیں مریدی و خرقہ خلافت سے مشرف فرمایا۔ اور کوٹ قبولہ شریف (ضلع ساہیوال) کی ولایت کا اشارہ فرمایا۔ صاحبزادہ موصوف کچھ متذبذب ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ "اگرچہ وہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر (قدس سرہٗ) کی ولایت کا ایک حصہ ہے۔ تاہم وہ حضرت حضرت غوث الاعظم کی نذر کے طور پر تمہیں دیدیں گے"۔ . . . اور پھر حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ کوٹ قبولہ شریف آ گئے۔ جہاں خوب نام پیدا کیا۔

یہ اس جلال ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ کوٹ قبولہ شریف چلے جانے کے بعد بھی کافی عرصے تک گھر تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں ہر لحظہ یہ خدشہ رہتا تھا۔ کہ مبادا کوئی لغزش ہو جائے۔ اور یہ نعمت سلوک و تصوف جو سالہا سال کی ریاضتوں، عبادتوں اور کشف و مجاہدات سے حاصل ہوتی ہے یک لخت چھن جائے۔

حضرت اقدس کا جلال عمر کے تقاضے کے ساتھ ساتھ کم ہوتا چلا گیا تھا۔ اور اخیر عمر میں تو بہت ہی کم رہ گیا تھا۔ اپنی طبیعت کے اس رجحان کے بارے میں حضرت اقدس حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ کو لکھتے ہیں۔

"فرزند من[1] کچھ عرصے سے اس فقیر کی طبیعت کی تیزی اور جلال کم ہو گیا ہے اور حلم پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ جل شانہٗ اس مقام میں میرے حالات کو خلیل اللہ کے ساتھ ہم اوقات کرے کہ قرآن شریف میں ان کو واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً فرمایا ہے"۔

عوام اولیائے کرام کے جلال سے متعلق ایک انوکھے زاویۂ نگاہ سے سوچتے ہیں اور اسے غلط طور سے سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ جلال میں کسی کی تباہی و بربادی مقصود نہیں ہوتی، بلکہ وہاں تو جلوۂ خدا کے سوا اور ہے ہی کچھ نہیں۔ مندرجہ بالا مکتوب میں آگے چل کر آپ رقم طراز ہیں۔

---

[1] مکتوب بنام حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ۔

"اے فرزندِ من! عاشقوں کا جلال نفسانی ہے، نہ ان کا حلم انسانی ہے، عوام اس جلال و حلم میں اور باتیں خیال کرتے ہیں۔ لیکن عاشقانِ خدا اس جلال و حلم میں خدا کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتے، اور وہ ہمیشہ ذاتِ الٰہی میں غرق اور مشغول رہتے ہیں[1]۔"

حضرت اقدسؒ کے جلال و جبروت کا یہ عالم تھا۔ کہ اولیاء عظام نظر ملاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ ایک مرتبہ سندھ میں قیام کے دوران حضرت شیخ بلال رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے جیّد عالم اور باخدا بزرگ تھے، کے پاس آپ تشریف لے گئے، اور ان سے چند علمی استفسار کئے شیخ نے اپنے علم کے مطابق جواب دیئے۔ ایک جواب آپ کو پسند نہ آیا، اُٹھ کر چلے گئے۔ شیخ کو آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ایسا محسوس ہوا کہ تمام علوم ان کے دل و دماغ سے محو ہو گئے ہیں۔ فوراً حاضرِ خدمت ہو کر معذرت چاہی۔ آپ نے توجہ فرمائی تو ان کی تمام گم شدہ صلاحیتیں ان کو واپس مل گئیں۔

جن دنوں حضرت اقدسؒ ملتان میں قیام پذیر تھے۔ ان دنوں ایک درویش حضرت سید علی مشہدی لبِ دریا ریاضت و مجاہدے میں مشغول تھے۔ ایک غیبی اشارہ پاکر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے قبل ازیں درویش موصوف بہت سے مردانِ خدا سے مل چکے تھے۔ مگر ان کا وہ مقام نہیں کھلتا تھا۔ جس کے وہ سال ہا سال سے جویا تھے۔ حضرت اقدس کی توجہ باطنی سے حصول مقصد میں کامیاب ہوئے۔ حضرت سید علی مشہدی سلسلہ قادریہ کے معروف بزرگ حامد گنج بخش کے مرید تھے۔ اور سلسلہ قادریہ کے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے، ان کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی تھی۔ ان کی ملاقات آپ سے اس طرح ہوئی کہ جب وہ لبِ دریا چلہ کش تھے۔ اور ان کے اعلیٰ مقامات کھل نہیں رہتے تھے۔ تو جو مرد خدا بھی ادھر آ نکلتا وہ اس کی خدمت کرتے۔ اسی اثنا میں حضرت شاہ کمال کیتھلی کا گذر ادھر سے ہوا، تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ آپ کی توجہ باطنی سے سید علی مشہدی کے مقامات کھل گئے۔ اور آپ کی نگاہ التفات نے انہیں کہیں سے کہیں پہنچادیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک روز آپ برہانپور میں رونق افروز تھے۔ کہ شیخ بہاؤالدین فریدی گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے سامنے سے گزرے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر چہرہ مبارک کا رُخ دوسری طرف پھیر لیا اور ان کی طرف پشت کردی۔ یہانتک کہ وہ راستے سے گزر گئے۔ خادموں نے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر اس وقت میری نظر کی تجلی ان پر پڑ جاتی تو ان کی ولایت سلب ہو کر ختم ہو جاتی۔

جب آپ پر عشق الٰہی کا جذبہ بہت غالب ہو جاتا۔ اس وقت جنگلوں اور بیابانوں کی طرف نکل جاتے

---

[1] مکتوب بنام حضرت شاہ موسیٰ ابو المکارم

تھے۔ اس حالت میں آپ جس کی طرف دیکھتے وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا۔ اگر ہوش میں رہتا۔ تو اشک ریزی کرتا ورنہ بیہوش ہو جاتا۔ اسے دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہ رہتی۔ ایک دفعہ قیام ملتان کے دوران میں اسی حالت میں آپ جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے۔ جس وقت خطیب منبر پر چڑھا۔ اتفاقیہ اس کے چہرے پر آپ کی نظر پڑ گئی۔ اسی وقت وہ کلیجہ تھام کر رہ گیا۔ اور لڑکھڑا کر نیچے گر پڑا۔ اس کے بعد اس میں خطبہ پڑھنے کی سکت نہ رہی۔ دوسرے خطیب نے خطبہ پڑھا۔ اور آپ نے نماز پڑھائی۔

تصرفاتِ روحانی بعد از وصال

وصال کے بعد بھی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے تصرفاتِ روحانی کے بہت سے واقعات رونما ہوتے رہے ہیں۔ اور اب بھی ہوتے ہیں چنانچہ اس ضمن میں بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ ان واقعات سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ اولیاء اللہ اپنے وصال کے بعد بھی اسی طرح فیض رساں ہوتے ہیں۔ جس طرح اپنی زندگی میں۔

قصرِ عارفاں میں لکھا ہے۔ اور یہ روایت ہم گذشتہ صفحات میں وصال کے باب میں تفصیلاً درج کر آئے ہیں۔ کہ آپ اپنے وصال کے فوراً بعد جسم ظاہر کے ساتھ جنوبی ہند میں برہانپور میں اپنے ایک معتقد سوداگر سے ملاقی ہوئے۔ اور ارشاد کیا کہ ہم نے دنیا سے رختِ سفر باندھ لیا ہے۔ اس لئے اب ہماری قبر پر کیتھل میں عمارت تعمیر کر دو۔ جو نذر و نیاز پہلے بھیجتے تھے۔ اب بھی ہماری خانقاہ میں بھیجا کرو۔

حضرت شاہ میراں بھیک قدس سرہٗ جو سلسلہ چشتیہ صابریہ کے ممتاز بزرگ ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے کیتھل تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ سفر و حضر میں لوگوں کا ہجوم رہا کرتا تھا۔ جب شہر کے قریب پہنچے تو شاہ میراں بھیک قدس سرہٗ نے لوگوں سے فرمایا۔ "یا تو تم پہلے چلو یا مجھ کو پہلے شہر میں جانے دو"۔ ایک خادم نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ یہ دربار سالارِ سلسلہ قادریہ اور زبدۂ خاندان غوثیہ ہے۔ اس دربار کی حاضری کے لئے شان و شوکت سے جانا بے ادبی ہے۔ یہاں تو بے سرو سامانی ہی اولیٰ و مناسب ہے۔ چنانچہ ہجوم پیچھے رہ گیا۔ اور وہ تن تنہا آستانہ شریف میں داخل ہو گئے۔ حضرت شاہ میراں بھیک قدس سرہٗ مزار شریف کی چوکھٹ پکڑے کھڑے تھے۔ کہ کسی نے پشت کی طرف سے کرتا پکڑ کر جھٹک دیا۔ مڑ کر دیکھا تو ایک عالی مرتبہ ابدال آپ کو گھور رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ میرے اور سرکار کے درمیان تو کیوں رکاوٹ کا باعث بن گیا ہے۔ اس پر حضرت شاہ میراں بھیک قدس سرہٗ نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ اور ان پر ہیبت سی طاری ہو گئی۔

انگریزوں کے عہد حکومت کے ابتدائی دنوں میں افسر انگریز ہی ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سی ایچ بک نامی ایک انگریز اسسٹنٹ کمشنر بن کر کینتھل شریف آیا۔ وہ بڑا بد مزاج زود رنج اور خود سر تھا۔ اور کوئی بات بھی اپنی مرضی کے خلاف برداشت نہ کرتا ۔ اسکی سرکاری رہائش گاہ خانقاہ شریف کے بالمقابل تھی۔ افسر مذکور کو باجوں اور نقاروں سے نفرت تھی۔ لیکن صبح شام مزاراتِ عالیہ پر نقارہ بجا کرتا تھا۔ اس نے اعلان کروایا۔ کہ اب نقارہ اور شادی بیاہ کے باجے وغیرہ نہیں بجیں گے۔ ورنہ سزا دی جائے گی شہر کے معزز لوگوں نے اسے بہت سمجھایا۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا . . . آخر ایک روز افسر مذکور نے کچہری میں وکلاء سے اپنی پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے انکشاف کیا۔ کہ ہمیں رات کو ایک بوڑھا بابا سونے نہیں دیتا۔ وہ ہم سب کو بار بار چارپائی سے گرا دیتا ہے۔ اور بار بار اسی طرح ہوتا رہتا ہے۔ اب ہم بابا سے معافی مانگتے ہیں۔ چنانچہ اس نے مسلمان وکلاء سے دربار شریف پر حاضری کا طریقہ معلوم کیا۔ اور دربار شریف پر حاضری کے لئے گیا۔ آٹھ دس گز کے فاصلے پر ہی جوتے اتار دیئے۔ اور تنہا مزار عالیہ پر حاضر ہوا۔ کچھ دیر مؤدب کھڑے ہونے کے بعد مزار سے باہر آیا۔ شیرینی تقسیم کرنے کے بعد نقارچی کو طلب کر کے ہدایت کی۔ کہ اب تم حسبِ دستور نقارہ بجایا کرو۔ اور اگر میرے کان میں نقارہ کی آواز نہ آئی تو تم خوب جانتے ہو کہ کیا ہو گا۔ چار آنے جیب خاص سے نقارچی کا وظیفہ مقرر کیا۔ جب تک افسر مذکور کینتھل شریف میں رہا۔ اس معمول میں کمی نہ ہوئی۔ نقارہ حسبِ دستور بجتا رہا۔ تقسیم برصغیر پاک و ہند کے بعد ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے دلوں میں آپ کے مزار شریف کی دیکھ بھال اور تزئین و آرائش کے خیال کا پیدا ہونا بھی آپ کے تصرفاتِ روحانی کا نتیجہ ہے۔

ملفوظات

۱ - تدبیر کو مدبّروں پر چھوڑ دے۔ عاشقوں کو تدبیر سے کیا مطلب۔

۲ - کمال کے بعد کمال ہے۔ جس کو انتہا خیال کیا جاتا ہے، وہ بھی بے انتہا ہے۔ اس منزل کا کوئی آخر نہیں اور نہ ہی اس کی انتہا اور غایت ہے۔

۳ - دریائے عشق میں غوطہ زنی کر۔ اگر موج نے راحت کے ساحل پر ڈال دیا تو سبحان اللہ کہہ یہی سب سے بڑی سرفرازی ہے۔

۴ - مردانِ خدا کا کمال یہ ہے۔ کہ جب وہ عرفان وصال سے بہرہ ور ہو کر مرتبہ بلند پر پہنچتے ہیں۔ تو توحید میں گم ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ پھر جب حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے تو بندگانِ خدا کے لئے ہوش میں آجاتے ہیں۔

۵ - جو شخص جمال و جلال میں محو ہے۔ وہی فائز المرام ہے۔ اور درجات بلند کا حق دار ہے۔
۶ - کمال وہ ہے، جو حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات کا کمال ہے۔
۷ - فقیری فقراء کے لئے نعمتِ عظیم ہے۔
۸ - مذہب فقراء میں ذکرِ ذات و صفات اور حسب و نسب خود پرستی خود ستائی کے مترادف ہے
۹ - سالک مثلِ میت ہے۔
۱۰ - آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں فقر سے بڑھ کر کوئی متابعت نہیں۔
۱۱ - درویش راضی برضائے الٰہی ہوتا ہے۔
۱۲ - اہل و عیال سے دور رہنا۔ اور ان سے بھاگنا ناقصوں کا کام ہے۔
۱۳ - انسان کہلانے کا مستحق وہ ہے، جو اپنے آپ سے آزاد اور ہر جال سے محفوظ ہو۔
۱۴ - جو لوگ ظاہری احکام شریعت سے بے خبر ہیں۔ باطن کی صفائی کو وہ کہاں پہنچ سکتے ہیں۔
۱۵ - اللہ تعالیٰ کے عاشقوں پر توقف حرام ہے۔
۱۶ - خدا کے دوستوں کو کوئی پابند نہیں کر سکتا۔
۱۷ - عاشقوں کا جلال نفسانی ہے۔ اور نہ ہی ان کا علم انسانی ہے۔
۱۸ - عشاق عیال و اطفال کے پابند نہیں جس طرح عوام ہوتے ہیں۔
۱۹ - خودی کے مکتب میں پڑھنا شروع کر۔ جب تک یہاں کی الف، ب نہیں پڑھے گا عاشقوں کے راز کو نہیں پائے گا۔
۲۰ - نہ زاہد بن، نہ صالح بن، نہ فاسق بن، نہ آقا بن، نہ تاجر بن، نہ امیر بن، نہ فقیر بن، نہ دین کا بن، اگر بنے تو یہ بن۔ عدمالہ وجود لہٗ۔
۲۱ - جو نصیحت بھی کی جاتی ہے۔ وہ یقینی طور پر راحت کا سبب ہے۔ نہ اس میں خزانہ پانے کی خوشی اور نہ رنج کی تلبیس ہے۔
۲۲ - جو علم عمل سے خالی ہو۔ وہ یوں ہے۔ جیسے دیگ بے نمک یا کھوٹا سونا کسوٹی کا محتاج۔
۲۳ - مصروفِ کار ہو جا، رازوں کو تلاش کر اور حق تعالیٰ کا راز داں ہو جا۔
۲۴ - انسان اس کو کہتے ہیں۔ جو باری تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو۔ اور حق جلّ و علیٰ کا عاشق ہو۔ جو زیر و زبر سے محفوظ اور بلندی کا مشتاق ہو۔
۲۵ - اگر کسی نے ساحل پر بیٹھے بیٹھے وقت گزار دیا تو وہ پھل کا حقدار ہے۔ اور اگر خواص کی

سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ لگایا تو وہ دُرِ آبدار کا حقدار ہے۔

۲۶ ۔ عرفان کا متحمل وہ دل ہو سکتا ہے، جس میں دنیا کی حرص اور حسد نہ ہو اور جو جاہ و مرتبہ کا خواہش مند نہ ہو۔

۲۷ ۔ علمائے ظاہر کا علم وسیع ہوتا ہے۔ اور علمائے باطن کا عمیق۔

۲۸ ۔ مرتبہ اسی کا بلند ہے، جس کو علم و عمل دونوں کی توفیق ہوئی۔

۲۹ ۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا۔ اسے سوال کی حاجت نہیں۔

۳۰ ۔ جس نے شہرت کو اچھا جانا اس نے خدائے پاک کو نہ جانا۔

۳۱ ۔ فقراء کو ایذا دے کر خدا کی خوشنودی ناممکن ہے۔

۳۲ ۔ مردانِ خدا اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا اور کوئی کلمہ اپنی زبان سے نہیں نکالتے۔

۳۳ ۔ جس نے خواہشاتِ نفسانی کو ترک کیا۔ وہ واصل بحق ہو گیا۔

۳۴ ۔ فقیر وہ ہے جو دنیا اور عاقبت کی طرف رغبت نہ کرے۔

۳۵ ۔ طالب کو چاہیئے کہ دنیا کو آخرت کے لئے اور آخرت کو اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دے۔

۳۶ ۔ عادت پر غلبہ حاصل کرنا کمال انسانیت ہے۔

۳۷ ۔ عارفوں کا مرتبہ یہ ہے، کہ وہ تمام عالم کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں۔

۳۸ ۔ تین چیزوں کا سہارا نہ لینا۔ اول دولت کا، دوم اولاد کا، سوم احباب کا۔

۳۹ ۔ صوفی وہ ہے، جس کا قلب اللہ کے سوا تمام چیزوں سے خالی ہوتا ہے۔

۴۰ ۔ ابتلا ایک شرف ہے، اسی لئے خاصانِ حق اس میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔

۴۱ ۔ نفس اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے اور نفس کی مخالفت خدا کی دوستی ہے۔

۴۲ ۔ شکم سیری مانع عبادت ہے۔

۴۳ ۔ گمنام رہنا پسند کر کہ اس میں ہی ناموری کی نسبت امن ہے۔

۴۴ ۔ خدا کا دوست وہی ہے جو مخلوق پر مہربان ہو۔

۴۵ ۔ عبادت خلوت میں ہی ہوتی ہے بجز فرائض کے، ان کا ظاہر کرنا اشد ضروری ہے۔

۴۶ ۔ قناعت کر کیونکہ قناعت ہی میں غنا ہے۔

۴۷ ۔ دنیا عالمِ اسباب ہے یہاں پر ہر فعل سے پیشتر سبب کا ہونا قدرت کی حکمت عملی ہے۔

۴۸ ۔ فقیر جو [illegible] ہو اسے حقیر نہ سمجھ۔

۴۹ - امراء میں سے بُرے وہ ہیں جو عالموں سے دور ہوں۔ اور عالموں میں سے بُرے وہ ہیں جو امراء کے قریب ہوں۔

اولادِ امجاد

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے تین صاحبزادوں، شاہ عماد الدین، شاہ موسےٰ ابو المکارم اور شاہ نور الدینؒ، اور تین صاحبزادیوں بی بی صالح۔ بی بی شاہ خاتون اور بی بی نہال کی نعمت سے نوازا تھا۔ ساری اولاد پاکیزہ اخلاق اور نیک سیرت سے متصف تھی۔ آپ کے صاحبزادے علم و عرفاں کے مینارے تھے۔ جن کی روشنی سے ایک عالم منور ہوا۔ ان صاحبزادوں نے ابتدائے عمر میں ہی کمالات کی آخری منزلیں طے کر لی تھیں اور انکا شمار اولیائے وقت میں ہونے لگا تھا۔ ذیل میں ان صاحبزادوں میں سے ہر ایک کا ذکر باری باری کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت شاہ عماد الدین قدس سرہٗ آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ متقی، پرہیز گار عالم اور باعمل بزرگ تھے۔ نہایت روشن ضمیر اور تصرفاتِ ظاہری و باطنی کے مالک تھے۔ جو شخص بھی آپ سے بیعت کرتا اسے پہلی نظر میں ہی ولی کامل بنا دیتے۔ اور طالبانِ حق کے ارشاد و ہدایت کے لئے ان کا وجود بھی اللہ کی آیات میں سے ایک تھا۔ آپ جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو اکثر اہل بصیرت اور صاحبِ نظر حضرات آپ کی تعظیم و توقیر بجا لاتے، اور کہتے کہ ان کی پشت سے قطب الاقطاب کا ظہور ہونے والا ہے چنانچہ یہ بات درست ثابت ہوئی۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہٗ آپ ہی کے صاحبزادے ہیں جنہیں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے خرقۂ خلافت سے نوازا اور جن سے حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی، حضرت شیخ محمد طاہر بندگی اور شیخ میراں شاہ غازی قدس اللہ اسرارہم ایسے بزرگانِ دین نے فیوض حاصل کیے۔

ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پر حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کی نظرِ عنایت تھی، اور آپ بعض اوقات ان کے جلال کو کم کرنے کی کوشش بھی فرماتے۔ اور لوگ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے پاس اپنی سفارش آپ کے ذریعے ہی کراتے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے ایک مرید شیخ عین الدین آپ کی گھوڑی چرانے کے لئے جنگل میں لے گئے حضرت عماد الدینؒ بھی ان دنوں پانچ چھ برس کے ہونگے اُن کے ہمراہ تھے۔ ایک شیرازی سوداگر اس طرف سے گھوڑے لئے گزر رہا تھا۔ اس نے عین الدین سے کہا اپنی گھوڑی دور لے جاؤ کیونکہ ہمارے باربرداری کے گھوڑے اس گھوڑی سے الجھنے کی کوشش کریں گے۔ اور پھر سوداگر کے آدمی دست درازی پر اُتر آئے۔ جب

انہوں نے حضرت عماد الدین قدس سرہٗ کی طرف ہاتھ اٹھائے تو ان کے ہاتھ اور پاؤں شل ہو گئے۔ قافلے کا سردار کچھ دار تھا۔ اس نے حضرت عماد الدین سے دست بستہ معافی چاہی۔ آپ نے معاف فرمادیا اور ان کے ہاتھ اور پاؤں پھر اسی حالت میں آگئے۔

حضرت شاہ عماد الدین قدس سرہٗ عبادات و ریاضات اور اد و اذکار میں بہت مصروف رہتے اور مراقبہ و مجاہدہ اور ریاضت و طاعت میں اس درجہ انہماک تھا۔ کہ پہروں کسی سے بات چیت نہ کرتے جذب دروں کی وہ تاثیر تھی۔ کہ دور سے اپنے مرید کا مشاہدہ کر لیتے۔ اور مدد فرماتے۔ چنانچہ ایک روز مراقبے میں تھے۔ کہ ایک جہاز کو ڈوبتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے جہاز کو طوفان سے نکال دیا۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی نے دریافت فرمایا۔ "ایسا کیوں کیا؟" تو جواب دیا۔ "اہل جہاز آپ کا نام پکار رہے تھے۔ مجھ کو شرم آئی کہ یہ لوگ آپ کا نام پکاریں اور جہاز غرق ہو جائے"۔ آپ نے فرمایا "کیا لوح محفوظ پر نظر ڈال لی تھی۔ بغیر اذن اللہ کے معاملے میں دخل دینا مناسب نہیں"۔ اور پھر آپ کے اعلیٰ مراتب سلب کر لئے۔

اگرچہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا تھا۔ لیکن مذکورہ بالا واقعے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسندِ سجادگی پر آپ کو فائز نہیں کیا گیا اور یہ سعادت آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہٗ کے حصے میں آئی۔

حضرت شاہ عماد الدین قدس سرہٗ اپنے والد ماجد کی ناراضگی کی وجہ سے کیتھل شریف سے چلے گئے تھے۔ اور عرصے تک سیر و سیاحت میں مصروف رہے۔ اور حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے وصال کے بعد کیتھل تشریف لائے۔ اور پانچ سال بعد ۱۲ رمضان المبارک ۹۸۶ھ (۱۲ نومبر ۱۵۷۸ء بروز بدھ) کو وصال فرمایا۔ اور اپنے والد بزرگوار کے مزار شریف کے باہر مشرقی طرف مدفون پایا۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ آپ کو شاہ محسن کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے منجھلے صاحبزادے اور جلیل القدر خلیفہ تھے۔ صاحبِ زہد اور صاحب کرامت بزرگ ہو گزرے ہیں۔ شریعتِ نبوی کی پیروی سختی سے کرتے تھے۔ مادرزاد ولی تھے۔ بچپن ہی سے آثار بزرگی کے حامل تھے۔ ریاضت و عبادت کی منزلیں بچپن میں ہی طے کر لی تھیں۔ آپ کا معمول تھا۔ کہ روزانہ رات کو دوگانہ میں ایک قرآن پاک ختم کیا کرتے۔ اوائل عمر ہی میں قرآن پاک پڑھا اور حفظ کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں علوم متداولہ میں مہارت حاصل کی۔ آپ کی فضیلت اور تبحر علمی کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ قرب و جوار کے شیوخ اور اساتذہ نے بھی آپ کی خدمت کو اپنی سعادت قرار دیا۔ گذشتہ صفحات میں یہ بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ آپ کن حالات کے تحت کیتھل سے کوٹ قبولہ تشریف لائے۔ آپ کے یہاں تشریف لانے سے پہلے بابا واحید نامی ایک

خدا رسیدہ بزرگ کوٹ قبولہ کی گلیوں میں جاروب کشی کیا کرتے تھے۔ جب ان سے پوچھا جاتا۔ کہ یہ کس لئے ہے۔ تو جواب دیتے۔ یہاں عنقریب ایک شیرِ خدا آرہا ہے، جو پیرانِ پیر دستگیر کا لختِ جگر ہے۔ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ نے یہاں آکر اس سرزمین میں غوث صمدانی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی وارث کی حیثیت سے قیام کیا۔ اور یہاں پھیلی ہوئی بدعتوں، بدکاریوں اور سیاہ کاریوں کو دور کیا۔ ہزاروں غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ جن میں یہاں کی اقوام لکھویرہ اور سلدیرہ بھی شامل ہیں۔ آپ نے یہاں کے کفرستان کو مرکزِ انوار میں تبدیل کر دیا۔ اور اس طرح یہ قصبہ اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا مرکز بن گیا۔

کیتھل سے آنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے حضرت فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر حاضری دی، آپ ذکر و فکر میں کچھ ایسے محو ہوئے کہ خدام نے رات کو دربار شریف بند کیا تو آپ اندر رہ گئے۔ آدھی رات گذرنے پر حضرت فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ نے اپنے سجادہ نشین کو ہدایت فرمائی کہ ایک بزرگ جو حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہیں۔ میری پائنتی کی طرف مراقبہ میں ہیں۔ میں بوجہ سرکارِ غوثیہ بے آرام ہوں، خدام کو کہہ کر جلد دروازہ کھلوائیں۔ سجادہ نشین نے خدام کو برا بھلا کہا اور دروازہ کھولنے پر آپ کو مراقبہ میں پایا۔ صاحب سجادہ نے خدام کی غفلت کی معذرت چاہی۔ اور ٹھہرنے کے لئے اصرار کیا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ ہمارا مقصد تو صرف بابا رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضر دینا تھا۔

یہ حسن اتفاق ہے۔ کہ جو کچھ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کو کیتھل کے قیام کے ابتدائی زمانے میں پیش آیا۔ انہی حالات سے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ کو قبولہ شریف میں دوچار ہونا پڑا۔ بیان کیا جاتا ہے، کہ جب آپ یہاں تشریف لائے تو بیرون قلعہ "قبول شاہ" نامی ندی پر قیام فرمایا۔ اس زمانے میں یہاں قاضی رہا کرتے تھے۔ ایک روز قاضی محمد افضل ہاشمی تفریح کی غرض سے اس ندی پر آئے ہوئے تھے۔ کہ نماز کا وقت آن پہنچا۔ اور وہ آپ کے قریب بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ جب آپ نے سر کا مسح کیا تو قاضی نے اصرار کیا۔ کہ مسح شریعتِ نبوی کے ... ق نہیں ہوا۔ اور اسی طرح تین مرتبہ اصرار کیا۔ جس پر آپ نے سر کو تین مرتبہ پانی میں جھنجھولا۔ اور فرمایا۔ قاضی اب بتاؤ سنتِ نبوی پوری ہوئی یا نہیں، قاضی موصوف نظروں کی تاب نہ لاکر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے پر قدموں پر گر کر معافی کے خواستگار ہوئے۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر آپ کو لا کر اس جگہ مقیم کیا جہاں آج کل آپ کے مزار مقدس کی دیوار غربی ہے۔ قاضی مذکور نے آپ کی خدمت میں رہائشی مکانات اور چاہ وغیرہ بھی پیش کئے۔ . . . . اسی طرح ایک اور قاضی کو آپ سے سخت عداوت ہو گئی اس کے لڑکے آپ کو بے محابا بدنام کرنے لگے۔ لیکن آپ نے ان کی کسی زیادتی کا جواب نہ دیا۔ اور خاموشی سے زندگی بسر کرتے رہے۔ ایک روز مذکورہ قاضی زادگان شکارگاہ کی طرف گئے اس آبادی کی مخلوق بھی تماشا

دیکھنے کے لئے چلی آئی۔ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ کے صاحبزادے نے بھی اپنے والد ماجد سے اجازت لی اور اسی طرح چلے گئے۔ قاضی زادگان خوش رفتار گھوڑی پر سوار چلے جا رہے تھے۔ اور شاہزادہ مذکور پیدل ہونے کی وجہ سے طوالت راہ کے باعث تھک گئے۔ چنانچہ انہوں نے قاضی زادگان سے سواری طلب کی لیکن انہوں نے نہ دی بلکہ مذاق اڑانے لگے۔ صاحبزادہ نے جنگل کی طرف نظر دوڑائی۔ فوراً ایک اونٹ نمودار ہوا صاحبزادہ اس پر سوار ہو گئے۔ قاضی زادگان پریشان ہو کر بھاگ نکلے۔ اور اس سے پیشتر کہ صاحبزادہ مذکور واپس آتے، حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کی جب صاحبزادہ حاضر ہوئے تو حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ نے انہیں ایسے غضب کی نظر سے دیکھا کہ ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

جہاں آج آپ کا روضۂ مبارک ہے، وہاں پہلے بخاری سید رہائش پذیر تھے۔ اس جگہ ان کے چند مزارات بھی تھے۔ ان سادات کی اولاد سے سید گلت جہانیاںؒ موجود تھے۔ آپ نے ان مزارات کو دیکھ کر فرمایا کہ "یہ میری جگہ ہے"۔ لہذا ان مزارات کو اٹھالو۔ یہ ناممکن سی بات تھی، سید گلت جہانیاںؒ نے انکار کر دیا۔ آپ نے جلال میں آکر انگلی سے لا الٰہ الا اللہ کی ضرب لگاتے ہوئے کچھ فرمایا۔ اور وہ مزارات وہاں سے تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر چلے گئے۔ جو اب بھی "اکبرے مقبرے" کے نام سے مشہور ہیں۔ اس عظیم الشان کرامت سے متاثر ہو کر حضرت سید جہانیاں آپ کے مرید ہو گئے۔ اور آپ کو رشتہ بھی دیا۔ حضرت سید گلت جہانیاںؒ کا مزار شریف آپ کے قدموں میں ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ نے ۲۵ رمضان المبارک ۹۸۵ھ (۶ دسمبر ۱۵۷۷ء) بروز جمعۃ المبارک، کوٹ فتوح شریف میں ہی وصال فرمایا۔ جہاں آپ کا مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔ آپ کا مزارِ مقدس ایک امیر کی خواہش کے مطابق آپ کی حیات میں ہی تعمیر کیا گیا۔ امیر نے جب آپ کی رائے طلب کی تو فرمایا کہ میرا روضہ جدِ امجد حضرت غوث پاک کے مزار شریف کی طرز پر تعمیر کرو، لیکن سوال یہ تھا کہ معماروں کو روضۂ غوث پاکؒ کیسے دکھلایا جائے۔ لہذا آپ نے فرمایا۔ بسم اللہ پڑھ کر دائیں طرف دیکھو، جب انہوں نے ایسا کیا تو انہیں روضہ مبارک نظر آیا۔ جس کے مطابق معماروں نے تعمیل ارشاد کی۔ مزار شریف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ مزار مبارک کی تعمیر میں اس قدر حفاظ شریک تھے، کہ ہر اینٹ پر ایک قرآن پاک ختم ہو۔ مزار شریف کے مغربی جانب ایک مسجد ہے، جسے آپ نے اپنی زندگی میں ہی تعمیر کرایا تھا۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم کی زندگی سراپا کرامت تھی، مشہور تھا کہ جو شخص بھی آپ سے بیعت کرتا وہ اسی شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غوث صمدانی سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانیؓ کی زیارت سے مشرف ہوتا۔

عہد طفلی میں جب آپ پڑھتے تھے، تو ایک ہمدرس لڑکے نے کہا آپ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگیں۔ اور ہمارے درمیان تقسیم کردیں۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے تو ایک شخص انواع واقسام کی چیزیں لیے مدرسہ میں داخل ہوا، اور آپ کے پاس رکھ کر غائب ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایک زمیندار آپ کی خدمت میں گراں بہا نذرانہ لایا۔ جسے آپ نے قبول نہ فرمایا۔ لیکن وہ برابر اصرار کرتا رہا۔ آپ نے جذبہ میں آکر فرمایا صحرا کی طرف دیکھو، وہ کیا دیکھتا ہے، کہ خزانہ دریا کے پانی کی طرح رواں ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ صاحبِ اولاد تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے حضرت شاہ فضیل اور حضرت شاہ قنبر قدس اسرارہم یادگار تھے، دونوں صاحبزادے مادرزاد ولی تھے۔ ان دونوں کو حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہٗ سے بہت محبت اور انس تھا۔ حضرت شاہ فضیل قدس سرہٗ کے ایک صاحبزادے حضرت محمد افضل باقاعدہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہٗ کے مرید ہوئے، ایک روز حضرت شاہ قنبر قدس سرہٗ نے حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہٗ سے اولاد کے لیئے دعا کی درخواست کی، آپ نے فرمایا۔ کہ تمہارے ہاں تین لڑکے ہوں گے، ان میں سے دو تو مادرزاد ولی ہوں گے۔ اور تیسرا بڑی دیر کے بعد منزلِ مقصود کو پہنچے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک دفعہ حضرت شاہ قنبر کو حضرت فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کے عرس میں جانے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ ایک دیوار پر بیٹھ کر دیوار کو کہنے لگے" چلو ہمارے گھوڑے۔ اور وہ دیوار چلنے لگی۔ اور حضرت فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کے مزار شریف پر جا پہنچی۔ حضرت شاہ قنبر نے یہ ماجرا دیکھا تو فرمایا۔ کہ تم نے اپنی عمر سے پہلے ہی اپنے احوال ظاہر کردیئے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا۔ کہ لڑکے کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ وہ دیوار آج بھی بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ کے دربار کے شمال کی طرف مرجعِ خلائق ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ دیوار مزار شریف کے مغربی جانب مزار پر انوار سے متصل ہے۔

لے بعض تذکرہ نگاروں نے اس واقعے کو حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ اور انکے صاحبزادے حضرت شاہ قنبر سے منسوب کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جب حضرت شاہ قنبر دیوار پر بیٹھے ہوئے حضرت فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کے مزار پر پہنچے تو اسوقت آپ کے والد گرامی حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ بہشتی دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ ناگاہ فرزند کی اس جسارت پر نگاہِ غضب آلود ڈالی، تو فوراً حضرت فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کی روح مبارک درمیان میں حائل ہوگئی۔ اور حکم دیا۔ کہ آئندہ آپ کی اولاد میں سے کوئی کنوارہ میرے مزار پر نہ آئے، چنانچہ یہ رسم آج تک اس خاندان میں جاری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (مولف)۔

اس وقت حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ فضیل قدس سرہٗ کی اولاد آپ کے سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے ہے، اور اشاعت دین میں مصروف ہے۔ اس وقت حضرت دیوان غلام دستگیر سجادہ نشین ہیں۔ جن کا شجرہ نسبت اس طرح ہے

حضرت دیوان سید غلام دستگیر از حضرت سید جن شاہ از حضرت دیوان سید ابوبلند شاہ از حضرت دیوان سید سوندھے شاہ از حضرت دیوان سید یمن شاہ از حضرت دیوان سید جیون شاہ از حضرت دیوان سید احمد شاہ از حضرت دیوان سید محمد سعید از حضرت دیوان سید کالو شاہ از حضرت دیوان سید حسین شاہ از حضرت دیوان سید قنبر شاہ از حضرت دیوان سید فضیل از حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم از حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ۔

آپ کے موجودہ سجادہ نشین دیوانِ سید غلام دستگیر شاہ گیلانی کو اللہ تعالیٰ نے حسن صورت کے ساتھ حسنِ سیرت کے زیور سے بھی آراستہ کیا ہے۔ درد مند دل کے مالک ہیں، ان کے دروازے سے کوئی سائل بھی خالی نہیں لوٹتا۔ حسن سلوک، ایثار اور عجز و انکساری کا مکمل نمونہ ہیں۔ علاقہ بھر میں نہایت عزت واحترام اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

بہاول نگر میں اس خاندان کے فرد فرید پیر سید ولی شاہ ہیں۔ جو حضرت سید علی احمد کیتھلیؒ کے خلیفۂ مجاز ہیں۔ پیر سید ولی شاہ نہایت کریم النفس اور جامع حمیدہ صفات ہیں۔ عالم باعمل، درویش بے بدل اور عبادت گذار ہستی ہیں۔ طالب علموں اور درویشوں کی ایک جماعت ہر وقت آپ کے ساتھ رہتی ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ کو اپنے علاقے کے علاوہ دور دور تک بہت زیادہ شہرت نصیب ہوئی اور لوگ جوق در جوق آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ کے خلفاء میں آپ کے صاحبزادوں حضرت شاہ فضیل اور شاہ قنبر کے علاوہ محمد افضل، حضرت بادا حیدر (قبولہ شریف) حضرت سید کلتؒ جہانیاں (قبولہ شریف)، حضرت بادا سیوان سنگھ (بہاولنگر) حضرت شیخ شہاب الدین المعروف بہ پیر لوہلہ (موضع کھائیؒ) حضرت شیخ چندن ثمور (قصبہ شیخ چندن) حضرت حاجی نیامت اللہ (قصبہ شیخو پورہ) برہان الدین پیر بخاری اور حضرت پیر بھوں جہادی (قدس اسرارہم) بہت مشہور ہیں۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم کو قبولہ شریف کی ولایت صغر سنی میں ہی سونپ دی گئی تھی۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کی طبیعت میں جلال بھی بہت زیادہ تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ

لہ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو راقم الحروف کی تالیف "تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ" مطبوعہ مکتبہ میری لائبریری۔ لاہور۔

قبولہ تشریف جانے کے بعد بہت کم کیتھل آیا کرتے تھے۔ اور حضرت اقدس کی طبیعت فرزند دلبند کی جدائی اور دوری کی وجہ سے آشفتہ ضرور رہتی تھی۔ اس لئے وہ یہ ضروری سمجھتے تھے۔ کہ دونوں میں مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ بھی جاری رہے اور شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ وقتاً فوقتاً کیتھل بھی تشریف لاتے رہے۔ جب حضرت شاہ موسیٰ کی طرف سے خط لکھنے یا کیتھل آنے میں دیر ہو جاتی تو اس بات کا حضرت اقدس کو افسوس ہوتا تھا۔ ایک خط میں کسی قدر خفگی کے ساتھ لکھتے ہیں۔

"...... مدت مدید اور عرصہ بعید سے میں گجرات کے سفر سے آچکا اور کیتھل میں مقیم ہوں۔ آج کل بھی کیتھل ہی میں قیام ہے۔ تمہاری خیریت کی کوئی خبر نہیں پہنچی۔ یہ اچھا نہیں کیا۔ چونکہ میرا اور تمہارا تعلق ایک ہی طرح کا نہیں ہے۔ اول تو باپ بیٹے کا تعلق ہے۔ دوسرے پیر مرید کا رشتہ۔ لیکن تم نے دونوں تعلقات کو فراموش کر دیا تمہاری والدہ اور بہن تمہارے لئے بے تاب و بے قرار ہیں۔ اگر تم آؤ اور اپنا دیدار دکھاؤ تو بہت ہی خوب ہو۔

"اس فقیر کی یہ خواہش ہے کہ تم یہاں آؤ تو درویشی اور تصوف کے کچھ نکات بطور تعلیم و تربیت کے تمہیں سکھاؤں، جو کہ اب تک تمہیں پورے طور سے تعلیم نہیں کئے گئے۔ نیز تمہیں بیعت کرنے کے بعد خلافت عطاء کی جائے۔ طریق مشائخ یہی ہے کہ بعد بلوغت بیعت کرتے ہیں۔ تمہیں بزمانہ طفولیت بیعت کیا گیا تھا اور سر تراشا گیا تھا۔ اور شاید تمہیں یاد بھی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ تم مجھ سے بیعت ہو، ممکن ہے، کہ تمہاری توجہ کسی اور طرف ہو جائے۔ یہ امر میری ناراضی کا باعث ہوگا اس طرح جو فائدہ تمہیں اب تک ہوا ہے۔ یہ سب ضائع ہو جائے گا۔ ممکن ہے تمہیں اپنے کمال کا گمان ہو، جب تک یہاں نہ آؤ گے اور درویشی کے متعلق کچھ راز مجھ سے نہ سمجھو گے تب تک تمہاری درویشی مکمل اور مستقل نہ ہوگی۔ نیز جب تک خلافت تمہارے حوالے نہ کر دوں اور وہ ایک حرف کہ جس کے بغیر درویشی تکمیل نہیں پاتی " نہ سکھا دوں، اور تمہارے سپرد نہ کر دوں، تب تک تمہیں توحید خالص و مکمل کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا ہے تو اس کے بغیر تم درجہ کمال کو نہیں پہنچ سکتے۔ تم سمجھتے ہو کہ تم مکمل ہو گئے ہو، اور دوسرے بھی تمہیں کامل خیال کرتے ہیں۔ اور حقیقتاً تمہاری تکمیل میں کوئی بھی شک و شبہ نہیں، لیکن یاد رکھو حق تعالیٰ کی کوئی انتہا نہیں، کمال کے بعد زوال ہے۔ جس کو انتہا خیال کیا جاتا ہے وہ بھی بے انتہا ہے اس منزل کا کوئی آخر نہیں اور نہ کوئی اس کی انتہا اور غایت ہے، فمن استوٰی یو ما فہو مغبون (جس کے دونوں دن برابر ہوں وہ دراصل نقصان میں ہے) خدا کے لئے ایک بار آؤ اور اپنا دیدار کراؤ۔"

اس مکتوب سے اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ کو بچپن ہی میں بیعت کیا گیا تھا اور مخصوص اسرار و رموز کو کسی اور وقت پر اٹھا کر رکھ دیا گیا تھا۔ ایسی صورت میں حضرت

شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کو یہ خدشہ بھی لاحق رہتا تھا۔ کہ کم سنی اور ناسمجھی کی وجہ سے حضرت شاہ موسیٰؒ ابوالمکارم قدس سرہٗ کا رجحانِ طبیع کسی اور طرف نہ ہو جائے۔ اس لئے وہ وقتاً فوقتاً قطبِ وقت کو سمجھاتے رہتے تھے اور اپنے جلالِ طبع کی طرف بھی اشارہ کرتے رہتے تھے۔ اور غالباً حضرت شاہ موسےٰ اس جلال سے ڈرتے ہوئے کیتھل تشریف نہ لاتے تھے کہ معلوم نہیں کب جلالِ کمال جوش میں آجائے۔ اور جو متاعِ بے بہا برسوں کی ریاضت و عبادت سے حاصل ہوئی ملحوں میں ہاتھ سے نکل جائے۔ لیکن شفیق باپ بھی بیٹے کے دل کی اس کیفیت سے بے خبر نہ تھے وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی چند مصلحتوں کی وجہ سے مذکورہ بالا خیالات کا اظہار کرتے رہتے تھے ورنہ وہ تو شفقت و رافت کے پتلے تھے۔ شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ کو یہانتک لکھتے ہیں۔

"تمہارا یہ وعدہ تھا۔ کہ جس وقت حضرت والد صاحب سفر سے واپس آئیں گے۔ میں حاضرِ خدمت ہو جاؤں گا۔ خاص طور سے آدمی بھیجا جاتا ہے۔ براہِ کرم اس آدمی کے ساتھ اس علاقہ کی طرف توجہ فرمائیں کہ یہاں رہنے والوں پر یہ آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔ امید ہے کہ خلافِ وعدہ نہ کریں گے۔ جتنے دن تمہاری طبیعت چاہے رہو، جب چاہو روانہ ہو جاؤ۔ اس معاملہ میں تم خود مختار ہو۔ میں کسی طرح بھی پابند نہ کروں گا۔"

یوں تو یہ ساری عبارت شفیق باپ کے دردمندانہ جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔ لیکن آخری چار فقروں میں تو محبت کی شیرینی اور پدرانہ شفقت کا اظہار پوری شدت سے نظر آتا ہے۔

اگرچہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارمؒ قدس سرہٗ اپنے والد ماجد سے کوسوں دور جا کر رہنے لگے تھے۔ اور کیتھل بھی کبھی کبھار۔ اور وہ بھی والد مکرم کے اصرار پر آیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت اقدسؒ باخبر والد کی طرح سے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم کی ہر حرکت کی بخوبی نگرانی کرتے۔ اور اس بات کی پوری پوری کوشش فرماتے، کہ حضرتِ موصوف کی صحیح تربیت ہو، اور کوئی مقام ایسا نہ آئے، جہاں حضرتِ موصوف کو کوئی مشکل پیش آئے یہی وجہ ہے، کہ جب آپ یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کا فرزند دلبند قبولہ شریف میں ہی مقیم ہے اور کیتھل بلانے جانے پر بھی آنا پسند نہیں کرتا تو معاً خیال آتا ہے، کہ کہیں دنیاوی علائق نے تو اسے اپنے قالو میں تو نہیں کر لیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں پر توقف حرام ہے۔ حضرت شاہ موسےٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ کے قیام قبولہ کی اطلاع ملتے ہی فوراً لکھتے ہیں۔

"تم نے لکھا ہے کہ چند دن تک تم وہیں قیام کرو گے۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ اس قیام و توقف سے تمہاری کیا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں پر توقف حرام ہے۔ السکون حرام علی قلوب الاولیاء اللہ۔ (اولیاء اللہ کے قلوب پر سکون حرام ہے) فمن استوی یوماً فھو مغبون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (جس کا آج کا دن کل کے دن جیسا گذرا وہ نقصان اور خسارہ میں ہے)۔ اگر یہ توقف خیر ربانی کے لئے ہے، تب بھی حرام ہے۔

اگر برخوردار لوگوں کی صحبت کی وجہ سے ہے جو اللہ سے دور رکھتے ہیں تو یہ بھی حرام ہے۔ اگر اس فقیر کی طرف آنے سے جھجکتے ہو، اور اس فقیر کے مزاج سے گھبراتے ہو، اور دوسروں سے میل جول رکھتے ہو تو یہ بھی بری بات ہے۔

"برخوردار سنو! اللہ کے عاشق جو کچھ کرتے ہیں وہ نصیحت ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو ابھی ابتدائی منزل میں ہیں۔

"عزیز من! تم تو اللہ کے فضل سے انتہائی منزل میں ہو۔ تم ہدایت اور نصیحت سے بلند اور دوست اللہ سے ملے ہوئے۔ جمع و تفریق سے آزاد اور حق تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہو۔ تم جیسے کے لئے کسی نصیحت کی حاجت نہیں اور جس میں یہ خصوصیات ہوں اس کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو کی ضرورت نہیں۔ ضروری یہ ہے کہ پہلے اپنے ماں باپ اور بھائی بہنوں سے ملاقات کر کے بغیر کسی پابندی کے چند روز یہاں آ کر تعلیم حاصل کرو بعد ازاں جہاں صحبت تمہیں پسند آئے اور جہاں طبیعت کو کوئی پریشانی لاحق نہ ہو، وہاں اللہ کے ساتھ قیام کرو۔"

"اے فرزند! سنو، فقیر سراسر اخلاص کا خواہش مند ہے۔ جس جگہ مکمل اخلاص ہو چاہے وہ لوگ دنیادار ہوں یا دیندار ان کے خلوص کے ساتھ اس جگہ قیام کرو۔ مشہور ہے کہ مخلصوں، محبوں اور معتقدوں کے ساتھ مشغولیت زیادہ ہوتی ہے اور طبیعت کو پریشانی نہیں ہوتی" لیکن یہاں اگر دو چار روز قیام کرو اور جتنے دن دل چاہے اتنے دن رہو، تمہیں کوئی پابند نہیں کر سکتا۔ خدا کے دوستوں کو پابند کرنا کس مذہب میں روا ہے۔

"فرزند من! دوسری بات یہ ہے کہ کچھ عرصے سے اس فقیر کی طبیعت کی تیزی اور جلال کم ہو گیا ہے۔ اور حلم پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ جل شانہٗ اس مقام میں میرے حالات کو حضرت خلیل اللہ کے ساتھ ہم اوقات کرے کہ قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے اس کو واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً (اللہ نے ابراہیم کو اپنا صادق دوست قرار دیا ہے) فرمایا ہے۔" اے فرزند! نہ عاشقوں کا جلال نفسانی ہے۔ نہ ان کا حلم انسانی، عوام اس جلال و حلم میں اور باتیں خیال کرتے ہیں لیکن عاشقان خدا اس جلال و حلم میں خدا کے سوا کچھ نہیں دیکھتے اور ہمیشہ ذات الٰہی میں غرق اور مشغول رہتے ہیں ؎

ابجد عشقت چو بیاموختم ⁂ دیدہ ز اغیار فرو دوختم

(جب تیرے عشق کی ابجد سیکھی تو غیر کی طرف سے آنکھیں پھیر لیں)۔ "اے فرزند! یہ ناقصوں کا کام ہے جو کہا کرتے ہیں کہ فلاں درویش کے اہل و عیال زیادہ ہیں، لیکن عشاق عیال و اطفال کے پابند نہیں، جس طرح کہ عوام ہوتے ہیں۔

"برخوردار من! کاملوں کا شیوہ یہ ہے کہ ان کے اہل و عیال جتنے زیادہ ہوتے ہیں حق تعالےٰ کے ساتھ ان کی مشغولیت، اتنی ہی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اہل و عیال سے دور رہنا اور ان سے بھاگنا ناقصوں کا کام ہے۔

عشاق ایک لمحہ اور لحظہ بھی خدا سے جدا نہیں ہیں۔ اور ہمیشہ انوارِ رحمانی اور مشاہدہ ربانی میں محو اور مستغرق رہتے ہیں ؎

عقل را تدبیر باشد عشق را تدبیر نیست
عاشقاں را عقل زدامن گریباں گیر نیست
عشق بر تدبیر خندد زانکہ در صحرائے عقل
ہر چہ تدبیر است بجز بازیچہ تقدیر نیست

یا دیوانہ بن اور مستی اور دیوانگی کی طرف رخ کرے، تدبیر کو مدبروں پر چھوڑ دے، عاشقوں کو تدبیر سے کیا مطلب! ۔

"اے فرزند! میری یہ کیفیت کچھ نفس کی رہنمائی سے پیدا نہیں ہوئی، بلکہ جو کچھ ہے اللہ کی طرف سے ہے پردہ غیب میں جو کچھ پوشیدہ ہوتا ہے، رازِ رحمانی اور حکمتِ ربانی پر عیاں ہوتا ہے۔ جو کچھ وہ کرتا ہے خود کرتا ہے ہمیں کرنے نہ کرنے سے کیا واسطہ یفعل اللہ مایشاء و یحکم ما یرید (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور جو اس کا ارادہ ہوتا ہے، اس کا حکم دیتا ہے) عوام کے دوستوں کی ہزارہا شکائتیں اور ان پر بے شمار طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ قدیم سے ہوتا آیا ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ، رسول پاک، انبیائے کرام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت قدیم ہے۔ ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔ (اور خدائی طریق کار تبدیل نہیں ہو سکتا) نیز یہ آیۃ نر بھذہ ان یکذبوک فقد کذبت رسلا من قبلک بھی اس مضمون کی آئینہ دار ہے ؎

اے خدا بر عاشقاں خوشنود باش   عاشقاں را عاقبت محمود باش

"اے فرزند! بے خودی کے مکتب میں پڑھنا شروع کر جب تک یہاں کی الف بے نہیں پڑھے گا، تب تک عاشقوں کے راز کو نہیں پائے گا" اے میرے فرزند سن! نہ صالح کے ساتھ رہ، نہ زاہدوں کے ساتھ رہ نہ اہل آخرت کے ساتھ رہ، اہل دنیا کے ساتھ بے خود ہو جا، دیوانہ بن جا، بے خودوں اور دیوانوں کے ساتھ رہ خاک ہو جا اور خاک میں سے بن جا۔

"سن اے فرزند! نہ زاہد بن، نہ صالح بن، نہ فاسق بن، نہ آقا بن، نہ تاجر بن، نہ امیر بن، نہ فقیر بن نہ دنیا کا بن، نہ دین کا بن، اگر بنے تو یہ بن من کان للہ کان اللہ لہ۔ (تیری موت و حیات سب اسکے لئے ہے) "فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ اس مقام میں زیادہ قیل وقال وہی کرتا ہے جو راز سے ناواقف ہوتا ہے السلام علیکم۔ السلام علیکم۔ میرا قلب، میری روح۔ میرا راز تیری طرف ہے۔ اے جان، اس پاک چہرہ، ان پاک گیسوؤں، اس پاک عادت پر فدا جو حق کی طلبگاری میں چالاک ہے۔

اس مکتوب کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے، کہ حضرت اقدس کو حضرت شاہ موسیٰ ابو المکارم قدس سرہٗ کے دلی خاطرات سے پوری آگاہی ہے۔ آپ نے کس خوبی سے ایک ایک بات کا ذکر کرکے بتایا ہے کہ یہ حضرت شاہ موسیٰ ابو المکارم قدس سرہٗ کے کیتھل تشریف لاتے میں مانع ہیں۔ آپ نے دیکھا کس انداز سے آپ نے اپنے فرزند عزیز کو سمجھایا!

دنیاوی حالات، اپنی طبیعت، بیٹے کی دلی کیفیات۔ غرضیکہ ہر بات کو نہایت جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لیکن اختصار کو بالائے طاق نہیں رکھا۔ تصوف کے مسائل کو جس پیارے انداز سے دل نشین کرایا ہے۔ اس کی مثال خال خال ہی نظر آتی ہے۔ محض اتنا کہہ دینا ہی کافی نہیں ہے کہ یہ مکتوب ہے۔ جو ایک باپ نے اپنے بیٹے کو لکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اور حضرت اقدس کے ایسے ہی دوسرے مکتوبات صحیح، جامع اور ٹھوس معلومات سے مملو ہیں۔

بہر حال حضرت اقدسؒ کے ان مکتوبات سے آپ کی شخصیت ایک باپ کی حیثیت سے ہمارے سامنے ابھرتی ہے، ان خطوط کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرتِ اقدس ایک شفیق مدبر اور نیک خواہ والد کی طرح سے ہر وقت اپنے فرزند اور نبیسہ کی تربیت کا خیال رکھتے تھے۔ اور کوشش کرتے تھے کہ ان حضرات کی پرورش اور تربیت صحیح خطوط پر ہو، تربیت کا مسئلہ ایسی شخصیتوں کے لئے اور زیادہ اہمیت اختیار کر لیتا ہے۔ جو مستقبل میں قوم کے رہنما اور مصلح بننے والے ہوں، یہی وجہ ہے، کہ ان خطوط میں کچھ ایسی باتیں بھی آگئی ہیں جو بظاہر تلخ و ترش نظر آتی ہیں، لیکن دراصل ان سے مکتوب الیہم کے احوال کی اصلاح مقصود ہے، یہ اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت شاہ موسیٰ ابو المکارم اور حضرت شاہ سکندر صغر سنی ہی میں نیابتِ کمال سنبھالنے کے اہل ہو گئے تھے اور پھر بذاتِ خود ہی نہیں بلکہ ایک زمانے کو فیض پہنچایا۔

حضرت شاہ موسیٰ ابو المکارم قدس سرہٗ شاعر بھی تھے۔ ایک ایک شعر میں دریائے لطافت بند ہے یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوزے میں دریا بند کر دیا ہے، ایک ایک لفظ سے آپ وحدت ٹپکتا ہے۔ تمام کلام فارسی زبان میں ہے۔ لیکن آج سے چار سو سال پہلے کی زبان بالکل آج کی زبان معلوم ہوتی ہے تعقید اور گنجلک نام کو نہیں البتہ ایہام سے بڑے دلچسپ مضامین پیدا کئے ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے، کہ ابھی تک اس نابغہ کا کلام منصۂ شہود پر نہیں آسکا ہے۔

البتہ آپ کے کلام میں سے چند قصائد نعتیں اور غزلیں ہماری نظر سے گزری ہیں، قصائد حضرت غوث پاکؒ اور حضرت شاہ سکندر قادری قدس سرہٗ کی مدح میں کہے ہیں۔ قصائد میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو ہونی چاہئیں، قصائد میں جوشِ عقیدت نمایاں ہے، لیکن اعتدال کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں

دیا۔ اور زمین و آسمان کے قلابے نہیں ملائے ہیں۔

ایک قصیدہ جو حضرت غوث پاکؒ کی تعریف میں لکھا ہے۔ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اے زہرہ و ماہ نیک اختر چو آزاد آمدی۔

مہر عجمی، ماہ عربی، بدرِ بغداد آمدی!!

مہر و ماہ در بارگاہت روز و شب استادہ اند

جورِ دو رخ شاہ بساطِ چرخ را داد آمدی۔

شعلہ نورت سراسر در دوم عالم گرفت!

بہرِ تاریکی چراغ سخت بنیاد آمدی

از طلوعِ آخرت ہر مدعی پست اوفتاد

چونکہ نور روشن مثال نون دالصاد آمدی

خانۂ برنہ فلک افروخت از لمعات تو بہر دفع تیرگی نور خدا داد آمدی

از طفیلت ہر مریضے تندرستی یافتہ ہیچ کس غمگین نہ ماندہ چوں تو دلشاد آمدی

از برائے جن و انس و ہر کہ باشد خاص و عام

مرشدِ کامل مکمل اہل ارشاد آمدی

یہ سارا قصیدہ پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ عروض دقوانی اور مضمون پر آپ کو کس قدر گرفت حاصل ہے۔ آمدی ایسے ردیف میں مفہوم کو بدل بدل کر کس انداز سے ادا کیا، اور پھر خوبی یہ ہے، کہ مطلب میں سرمو فرق نہیں دیا۔ ایک قصیدہ جو حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس اللہ کی تعریف میں ہے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

محرم سرما ست عبداللہ	خوش فقیرے خدا ست عبداللہ
چند روزی بخدمتش بودم!	یک دو مرشد جدا ست عبداللہ
ہر سحر از نسیم می پرسم	خرم دہ کجا ست عبداللہ
صابر و شاکر است در ہمہ حال	راضی اندر قضا ست عبداللہ
در شریعتِ محمدی چست اوست	ذاکر کبریا ست عبداللہ
من با و دوستی ازاں دارم	طالب پیر ما ست عبداللہ
در جہاں آمدہ طریق شریف	در زماں باوفا ست عبداللہ
ای صبا ایں غزل ببر سویش	ہر کجای کہ جا ست عبداللہ

طالبِ دوست فارغ از عقبےٰ ، ہمچو موسےٰ گداست عبداللہ

غزلیات میں آپ حافظ اور نظیری کے پیروکار ہیں۔ اور موسیٰ تخلص فرماتے ہیں۔ آپ نے حافظ اور نظیری کی زمینوں پر بے شمار غزلیں کہی ہیں۔ ایک غزل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

عاشقاں مذہب جدا دارند ، روز و شب درپئے کارند!
گاہ در قرب و گاہ دور اند! ، گاہ در نور گاہ در نارند!
گاہ در گریہ گاہ در خندہ! ، گاہ دیوانہ گاہ ہوشیارند!
بوالعجب مذہب است مذہب عشق ، ناظرانِ خویش در و بکارند!
عاشقانِ جملہ مذہب را! ، جز یکی نزد خویش شمارند!
کفر و اسلام دین و دنیا را! ، مختلف دیدہ متفق یا دارند

باش موسےٰ کلام اندک کن
قائل ایں حدیث بسیارند

اس ایک غزل سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے، کہ غزل گوئی میں حضرت شاہ موسےٰ ابوالمکارم دیگر صوفی شعراء کے ہم پلہ ہیں۔ اور اس لحاظ سے آپ حافظ، امیر خسرو، حسن اور ابوسعید ابوالخیر کی صف میں جگہ پاتے ہیں، کیفیاتِ عشق، معاملہ بندی اور خوبیٔ کلام میں سے کونسی چیز ہے۔ جو اس غزل میں موجود نہیں۔ یہاں ہمیں آپ کی شاعری پر محاکمہ اور تبصرہ منظور نہیں، یہ کام تو کوئی وہ صاحب انجام دیں گے۔ جو آپ کے کلام کو اکٹھا کریں، اور پھر اسے اہل علم کے سامنے پیش کریں، نہ معلوم ابھی اس بحر میں کیا کیا لولوئے لالہ موجود ہیں اور اس بحر کی تہ سے کیا کیا اچھلتا ہے!!

حضرت شاہ نور الدین قدس سرہٗ آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے، بچپن میں ہی سے سلوک و طریقت کے اعلیٰ مراحل طے کر لئے تھے، ان حالات کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں ہو چکا جن کی بنا پر آپ کا وصال اوائل عمری میں ہی ہو گیا۔ مزار شریف حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے مزار منور کے پاس ہے۔

خلفائے کرام

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے حسنِ اخلاق سیرت و کردار، خلوص و مروت اور علمی تبحر نے برصغیر ہند و پاکستان کے لوگوں کے دل موہ لئے تھے، اس لئے وہ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ذوق

گے لئے تسکین کا سامان فراہم کرتے۔ اور ایمان و عرفان کی دولت سے دامنِ مراد بھرتے۔ آپ کی شہرت بہت جلدی ہی دوسرے ممالک میں جا پہنچی۔ اس میں ایک طرف تو آپ کی ان صفات کو دخل تھا جن کا اوپر ذکر ہوا، اور دوسری طرف آپ سیر و سیاحت کے سلسلے میں دنیا کے تقریباً تمام علاقوں میں تشریف لے گئے تھے۔ اس صحرا نوردی اور دشت پیمائی میں بے شمار واقعات آپ سے ایسے سرزد ہوئے جن سے خلقِ خدا کی بہتری مقصود تھی ان علاقوں کے لوگوں کو آپ کی شخصیت نے بے حد متاثر کیا۔ اور عوام الناس کے علاوہ خواص اور حاکمانِ وقت نے آپ کی کفش برداری کو اپنے لئے سعادتِ دارین تصور کیا چنانچہ برہان پور کے فرمانروایان میراں محمد شاہ فاروقی (متوفی ۹۴۳ھ/۱۵۳۶ء) اور مبارک شاہ فاروقی (متوفی ۹۷۴ھ/۱۵۶۶ء) مالوہ کا خود مختار حکمران شجاع خاں (متوفی ۹۶۲ھ/۱۵۵۴ء) پائل کا حاکم علی خاں سنبھل اور میرٹھ کا جاگیردار علی قلی خاں (متوفی ۹۶۲ھ/۱۵۵۵ء) حاکم قلعہ فیروزہ خاں حمید خاں (متوفی ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء) اور سلطان محمود گجراتی ایسے حکمران ہیں۔ جنہیں حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے مرید اور تربیت یافتہ کہا جا سکتا ہے حضرت شاہ کمال کیتھلی نے اپنے زمانۂ سیاحت کے دوران ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ لوگوں کو مسلمان کر کے حلقۂ ارادت میں داخل فرمایا۔ اور اس سے کہیں زیادہ برصغیر کے غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ اور اس طرح خوب اشاعتِ اسلام کی۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے، ہم نے آپ کے خلفاء کی صحیح تعداد اور ان کے اسمائے گرامی کے بارے میں بہت تحقیق کی ہے۔ لیکن سوائے مندرجہ ذیل حضرات کے مزید کوئی نام ہمیں آپ کے خلفائے کرام میں سے کسی کا نہ مل سکا۔

۱۔ حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلیؒ۔
۲۔ حضرت شاہ موسےٰ ابو المکارمؒ۔
۳۔ حضرت شیخ عبداللہ کابلی سرہندیؒ
۴۔ حضرت ملا محمد مدرس سندھیؒ۔
۵۔ حضرت شیخ سیجیؒ
۶۔ حضرت خواجہ امان اللہ حسینی کیتھلیؒ
۷۔ حضرت شاہ یوسف بھکریؒ
۸۔ حضرت شیخ جلال الدین کھکھہ ملتانیؒ
۹۔ حضرت شیخ فتح علی خاں ابو الفتح سامانویؒ
۱۰۔ حضرت قاضی عبدالرحمٰن دیپالپوریؒ
۱۱۔ حضرت شیخ نور جمالؒ
۱۲۔ حضرت شاہ ہاشم بنوتویؒ
۱۳۔ حضرت شیخ طیب کیتھلیؒ
۱۴۔ حضرت باوا اسمٰعیل پوری
۱۵۔ حضرت شیخ مودود محمود قادری سامانویؒ
۱۶۔ حضرت خواجہ معین الدین کلانوریؒ
۱۷۔ حضرت شیخ اللہ داد رہتاسیؒ
۱۸۔ حضرت سید غیاث الدین قادری لاہوری
۱۹۔ حضرت شیخ بلال سندھی
۲۰۔ حضرت سید علی مشہدی

۲۱۔ حضرت شیخ سالم برہانپوریؒ۔ ۲۲۔ حضرت محمد خان تاشقندیؒ۔
۲۳۔ حضرت شیخ علی آفندیؒ۔ ۲۴۔ حضرت شیخ فضل فضولؒ۔
۲۵۔ حضرت شیخ عبداللطیف لطفی خوارزمیؒ۔

مذکورہ بالا حضرات میں سے اکثر کے حالات دستیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ جن حضرات کے سوانحی حالات اور کارنامے ہمیں مل سکے ہیں۔ وہ ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت شاہ سکندر قدس سرہ کیتھلی آپ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے پوتے اور حضرت شاہ عماد الدین (قدس اسرارہم) کے صاحبزادے تھے۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے جانشین اور خلیفہ اکبر بھی تھے۔ ہم نے آپ کے مناقب کو ایک مستقل تالیف "تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی" میں تحقیق صحیح کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ اس لئے آپ کے تفصیلی حالات و کوائف کے لئے اس کتاب کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ تاہم یہاں بھی مختصر طور پر آپ کے مناقب بیان کئے جاتے ہیں۔

آپ ۱۰ شعبان المعظم ۹۶۳ھ (۲۵ جون ۱۵۵۶ء جمعرات) کو صبح صادق کے وقت اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کے جد امجد حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے آپ کا نام شاہ سکندر تجویز فرمایا۔ اور پھر اپنی انگشت شہادت آپ کے منہ میں ڈالدی جس کے چوسنے سے آپ کا دل انوار الٰہی سے معمور ہو گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ آپکی ولادت کے روز آدھی رات کے وقت میں نے دیکھا کہ زمین سے آسمان تک ایک روشنی ہے چونکہ اس سے قبل میں نے ایسی روشنی کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس لئے میں گھبرا گئی اور درگاہ الٰہی میں التجا کی کہ یہ کیا بھید ہے ندا آئی کہ یہ تیرے فرزند کی پیدائش کا وقت ہے، یہ روشنی اس کے دل کا نور ہے۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کی والدہ ماجدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی۔

آپ بھی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی طرح قطب ارشاد کے منصب پر فائز ہے۔ صوفیائے کبار بیان کرتے ہیں، کہ آسمانوں پر قطب ارشاد کا نام عبداللہ یا عبدالرب ہوتا ہے۔ کائنات کی ہر شے اس کے اشارے پر کام کرتی ہے، اور مرکز کائنات کے لحاظ سے دور و نزدیک پر حاوی ہوتا ہے۔ آپ کا ملکوتی نام عبداللہ ہے۔ قطب ربانی رؤس الاو[illegible] اور محبوب الٰہی آپ کا لقب خاص ہے اور ابوالحسنات کنیت۔

آپ میں قسام ازل نے ابتدا سے ہی وہ خوبیاں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں جو ایک متبحر عالم، جید فاضل، ہادی کامل اور یگانہ روزگار ہستی میں ہونا لازمی ہیں۔ آپ ایام طفولیت کے دوران ماہ رمضان المبارک میں دودھ وغیرہ کی طرف مطلق رغبت نہ فرماتے آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے، کہ میں زبردستی دودھ پلانے کی کوشش کرتی۔ کہ مبادا بچہ لاغر ہو جائے۔ لیکن ہزار کوشش کے باوجود نومولود دودھ کی طرف رغبت

ترک نا: دیگر بچوں کی طرح آپ نے نہ کبھی ضد کی نہ کبھی عام بچوں کی طرح لہو ولعب میں مشغول ہوئے۔ آپ کو علوم عقلی و نقلی کے لئے کسی استاد کا منت پذیر نہ ہونا پڑا۔ ایک روز آپ مراقبہ کی حالت میں تھے۔ کہ غیب سے ندا آئی "عبداللہ قرآن کیوں نہیں سیکھتا" آپ نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہے مجھے تعلیم فرما" جونہی یہ کلمات آپ کے دہن مبارک سے نکلے۔ غیب سے ایک نورانی ہاتھ نمودار ہوا، اور آپ کے سینہ مبارک سے مس ہوا۔ اسی وقت تمام علوم اسمیہ و غیر اسمیہ کے دروازے آپ پر کھل گئے۔ اور قرآن پاک کا علم آپ کے سینہ مبارک میں آگیا۔

کم عمری میں ہی ایک جماعت آپ کے گرد رہتی تھی، اور آپ کی دعاؤں سے ان کی دینی و دنیاوی آرزوئیں پوری ہوتی رہتی تھیں۔

آپ کو حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے صغر سنی میں ہی خلافت عطا فرمادی تھی، اس کے تھوڑے عرصے بعد حضرت شاہ کمال کیتھلی کا وصال ہوگیا، اور آپ نے مسند ارشاد کو رونق بخشی۔ اس طرح نیابت غوثیہ آپ کے حصے میں آئی۔ اور آپ نے اپنے فیض روحانی سے مشرق سے مغرب تک تمام عالم کو منور فرما دیا۔ آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے طریقے کو قائم رکھا اور عرصہ دراز تک تندہی لگن اور جذبہ کے ساتھ اپنے آبائی سلسلہ کو پھیلاتے رہے۔

آپ نے ۱۴ جمادی الاول ۱۰۲۳ھ (۲۲ جون ۱۶۱۴ء اتوار) کو وصال فرمایا۔ آپ کو مکاشفہ میں آپکے وصال کا وقت بتایا گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے ۱۳ جمادی الاول ۱۰۲۳ھ (۲۱ جون ۱۶۱۴ء ہفتہ) کو غسل تازہ فرمایا۔ اور نماز پڑھی، پھر بہت دیر تک سر بسجود رہے۔ اور اہل خانہ اور جملہ اہل عقیدت و ارادت کے لئے دعائے خیر مانگی۔ دونوں صاحبزادوں حضرت شاہ گدا رحمٰن عباس اور حضرت شاہ محب اللہ الیاس زہدی (قدس اللہ اسرارہم) کو طلب فرمایا۔ اور انہیں نصیحتیں اور تلقین فرمائی، پھر وہ تبرکات عالیہ جو خواجگان قادریہ سے سلسلہ بسلسلہ چلے آرہے تھے اور حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے آپ کو مرحمت فرماتے تھے۔ دونوں صاحبزادوں کو عنایت فرمائے۔ اس کے دوسرے روز طلوع آفتاب کے بعد آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کو حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ مزار سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر دفن کیا گیا۔ وہیں مزار شریف ہے آپ کی نماز جنازہ میں نقباء، نجباء، اغواث، ابدال، اوتاد، اقطاب، اولیائے ہم عصر، جنات اور رجال الغیب شریک ہوئے۔ ان کے علاوہ لاکھوں افراد نے شرکت کی۔

جب آپ کے وصال کی خبر آپ کے مریدین اور خلفاء کو ملی، تو وہ فوراً کیتھل پہنچے۔ اور نماز جنازہ میں شرکت کی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری شیخ اسلام بہاری اور دیگر حضرات

کافی عرصہ تک کیتھل میں آپکے مزار شریف پر مقیم رہے۔

آپ کی تاریخِ وصال کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپ کا وصال ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء میں ہوا۔ اور بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کا سالِ وصال ۱۰۲۳ھ بیان کیا ہے۔ مؤلف مسالک السالکین نے ۱۰۲۳ھ ہی سالِ وصال بتایا ہے۔ مولوی عبدالستار سسہرامی نے ذیل کے درج ذیل قطعہ کے آخری مصرعہ سے مادہ تاریخ ۱۰۲۳ھ نکالا ہے۔

حضرت شاہ سکندر قطبِ دین	چوں ز دنیا شد سوئے خلدِ بریں
گفت سالِ وصل ہاتف پاکباز	شد سکندر سوئے یار دلنواز

آپ کا مزار مبارک سادگی و شکوہ کا مرقع ہے۔ مزار مبارک کی کرسی زمین سے ڈیڑھ گز بلند اٹھائی گئی ہے۔ اور مزار شریف کا کل احاطہ ایک مربعہ اراضی پر مشتمل ہے۔ اور مزار عالیہ کے جنوبی طرف زائرین اور درویشوں کے لئے حجرے تعمیر کئے گئے ہیں۔ مزار شریف کے صدر دروازے پر یہ رباعی مرقوم ہے۔

نورِ چشم مصطفیٰؐ و راحتِ جان علیؓ	مصدرِ فیض و کرامت واقفِ رازِ خفی
منبعِ لطف و عنایت مخزنِ جود و سخا	چشمۂ فیض ہدایت شاہ سکندر قادری

آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفا باقاعدگی سے آپ کے مزار شریف پر حاضر رہتے رہے۔ اس کے علاوہ دیگر اولیائے کبار بھی آپ کے مزار شریف پر حاضری دینا اپنے لئے باعث فخر و مباہات سمجھتے۔ وصال کی نسبت سے ہر سال ۱۴ جمادی الاول کو آپ کا عرس نہایت شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ جو تین دن تک رہتا ہے۔ آج بھی یہی عالم ہے آج بھی آپ کا مزار شریف فیوض و برکات اور انوار تجلیات کا گہوارہ بنے۔ جس کی زیارت کے لئے بلا امتیاز مذہب و ملت لوگ آکر روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔ پیر بہادر شاہ اپنی تصنیف مجمع الاسرار میں لکھتے ہیں۔ کہ جب میں حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کے روضہ مبارک میں جا کر فاتحہ کے بعد مراقبہ میں بیٹھا تو آپ نے ایک سفید رنگ کی کلاہ عنایت کی۔ آواز آئی کہ جس طرح یہ کلاہ تجھے عنایت کی ہوئی ہے۔ اسی طرح بزرگوں سے پہنچی ہے۔

آپ راست قامت اور میانہ قد تھے۔ جسم بھرا ہوا تھا۔ پیشانی فراخ کشادہ ابرو، بینی دراز و بلند بڑی بڑی سیاہ آنکھیں، چہرہ مبارک پُرنور، داڑھی بمطابق سنتِ نبوی۔ لباس عموماً سادہ ہوتا تھا۔ جو لباس بھی پہنتے وہ موزوں بیٹھتا۔ سبز رنگ کا عمامہ سر پر ہوتا تھا۔

حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ صاحبِ مکاشفہ و صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی کرامات و خوارق بکثرت ہیں۔ آپ ایک روز حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے مزار شریف کے احاطہ کے باہر ایک

اونچے ٹیلے پر مصروفِ عبادت تھے۔ آدھی رات کے وقت چار چور چوری کی غرض سے آئے۔ آپ نے انہیں قریب بلایا۔ اور ان چاروں کو اپنے دامن میں لے لیا۔ ایک ہی نظرِ جمال سے انہیں صاحب کمال بنا دیا اور انہیں مختلف مقامات پر صاحبِ ولایت کر کے تعینات کر دیا۔

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص شہاب نامی حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ حاکم شہر نے مجھے بلا وجہ شہر بدر ہونے کا حکم دیا ہے۔ میں عیالدار ہوں اپنے بچوں کو لے کر کہاں جاؤں۔ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ قدرے توقف کے بعد آپ نے فرمایا وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ بلا تکلف چلے جاؤ۔ چنانچہ جب وہ اپنے شہر گیا۔ تو معلوم ہوا کہ حاکم شہر گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو چکا ہے۔

آپ کی خدمت میں ایک ہندو عقیدت سے آیا کرتا تھا۔ روزانہ آپ کی محفل میں شریک ہوتا۔ ایک دفعہ کچھ عرصہ نہ آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ تو پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے۔ آپ اس کی عیادت کو گئے۔ آپ کو دیکھتے ہی کلمہ طیبہ اس کی زبان پر جاری ہو گیا۔ اور مر گیا۔ آپ واپس آ گئے۔ اس کے لواحقین نے چتا تیار کر کے جلانا چاہا لیکن آگ نہ لگی آخر اسے دفن کر دیا گیا۔

آپ کے خلفا کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جن میں کچھ حسب ذیل حضرات کے نام نمایاں ہیں۔

۱۔ حضرت شاہ گدا رحمٰن عباس فرزندِ اولؒ
۲۔ حضرت شاہ محب اللہ الیاس زاہدیؒ فرزند دوم
۳۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ
۴۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوریؒ
۵۔ حضرت شیخ نور محمد پٹنیؒ
۶۔ حضرت شیخ محمد اسلام بہاریؒ
۷۔ حضرت میاں شاہ غازیؒ (راجپوتانہ)
۸۔ حضرت ملا عبدالرحمٰن قادری لاہوری (کوٹلی پیر عبدالرحمٰن لاہور نقلی)
۹۔ حضرت شاہ محمود عالم لاہوریؒ
۱۰۔ حضرت ملا حسین لاہوریؒ
۱۱۔ حضرت قاضی صدرالدین لاہوریؒ
۱۲۔ حضرت ملا ابوالفتح لاہوریؒ
۱۳۔ حضرت ملا امام الدین لاہوریؒ
۱۴۔ حضرت شیخ ادریس سامانویؒ
۱۵۔ حضرت باوا بال پوریؒ
۱۶۔ حضرت حافظ نور جمال قادریؒ

ایک روز غوثِ صمدانی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو مراقبہ میں القا ہوا، کہ آپ سے پانسو سال بعد ایک بزرگ وحید امت پیدا ہو گا جو دنیا سے شرک والحاد کے نام کو نابود کر دے گا۔ اور دین محمدی کو نئے سرے سے تازگی بخشے گا۔ اس کی صحبت کیمیائے سعادت ہو گی، اس کے صاحبزادے اور خلفاء بارگاہِ احدیت کے صدر نشین ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے خرقہ کو خاص اپنے کمالات سے مملو کر کے اپنے صاحبزادہ حضرت عبدالرزاق کے سپرد کیا اور ارشاد فرمایا۔ کہ جب ان بزرگ کا ظہور ہو تو یہ ان کے حوالے کرنا۔ اس وقت سے

صاحبزادہ موصوف کی اولاد میں وہ خرقہ یکے بعد دیگرے اسی طرح سپرد ہوتا رہا جب حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے وصال کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے وہ خرقہ آپ کو دے کر ہدایت کی کہ یہ شیخ احمد سرہندی کو سلوک قادریہ کی تکمیل کے بعد عطا کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ خرقہ حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ کے ہاتھوں حضرت مجدد الف ثانیؒ کو پہنچا۔ حضرت مجدد الف ثانی اس خرقے کو پہن کر خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی نگاہوں میں حضرت شاہ سکندر قدس سرہٗ کا ادب و احترام بہت زیادہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہٗ سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی کے یہاں تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ کہ ایک صاحبزادہ مجھ کو عنایت فرمائیں۔ کہ ہمارے سلسلہ کا ناد دیوانہ رہے۔ اتفاقاً اس وقت شیخ محمد یحیٰی موجود تھے۔ آپ نے فرمایا، اسی کو لو۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ نے اپنی نسبت ان کو القا کی۔ اور فرمایا۔ کہ آج سے اس مخدوم زادہ کو شاہ جیو کے نام سے پکارا کریں۔ اس دن سے آپ کا لقب شاہ پڑ گیا۔ . . . اور حضرت یحیٰی کو نسبتِ قادریہ بھی حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ کے ذریعے اس وقت حاصل ہوئی تھی۔

حضرت شاہ سکندرؒ کیتھلی قدس سرہٗ کے دامنِ ارادت سے دو ایسی عظیم القدر ہستیاں وابستہ ہو گئی تھیں۔ یعنی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ[۱] (قدس اللہ اسرارہم) جن سے سلوک کے دو عظیم الشان سلسلے منشعب ہوئے۔ یعنی سلسلہ مجددیہ قادریہ اور سلسلہ طاہریہ قادریہ ان سلاسل کے بزرگوں نے اپنے دور کی معاشرتی مذہبی سیاسی اور ادبی اقدار پر گہرا اثر مرتب کیا۔ اور دین اسلام کی ترقی و ترویج اور تجدید کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان حضرات نے دو قومی نظریہ کو مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کر دیا۔ اور تشدد تد کے ساتھ اس کی تبلیغ کی چنانچہ مسلمانوں میں جذبۂ قومیت بیدار ہوا۔ اور آج انہی اکابرامت کی کوششوں کی بدولت ہم ایک آزاد ملک پاکستان میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہٗ سلسلہ عالیہ قادریہ کے اولیائے کبار میں ایک منفرد مقام حاصل ہے آپ کی آب مبارک میں ایسا نور درخشاں تھا۔ کہ اس کے نوری جلوہ کے سامنے آفتاب ذرہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ گویا ؎

بگردِ روئے او صد آفتاب است کزاں کونین تا بے بر نتابد!

عظیم القدر اولیاء اللہ بھی اس کی برداشت اور تحمل کی استعداد و توفیق سے عاجز تھے، جیسے آفتاب کے

---

[۱] حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے نامور خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوری کے مریدین اور معتقدین کی تعداد سے شاہجہاں بہت خائف تھا اس نے آپ کو ہندوستان سے نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں ۱۰۵۳ھ میں وصال فرمایا۔ (مؤلف)

طلوع کے وقت چاند اور ستاروں کی روشنی مدھم پڑجاتی ہے۔ اسی طرح آپ کے جلوۂ لقا کے سامنے نجوم اولیاء کے انوار مفقود ہوجاتے ہیں، وقت کے بڑے بڑے کامل بزرگ آپ کی ارادت کو فخر سمجھتے تھے۔ اور سارے وقت آپ کی عتبہ بوسی اور نعلین برداری کو سعادتِ دارین تصور کرتے تھے۔ آپ علم و عمل، زہد و تقویٰ اور عرفان و تصوف میں اپنے جد امجد کے نقشِ قدم پر تھے، حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے ساتھ آپ کی طبیعت نہایت مناسب رکھتی تھی، فرق صرف اتنا تھا۔ کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کا ظاہر جلال سے آراستہ تھا، باطن جمال سے اور آپ کا ظاہر جمال سے اور باطن جلال سے معمور تھا۔ اس لئے کوئی سائل آپ کے درِ اقدس سے خالی نہ لوٹتا۔ جلال کی وجہ سے تصرفات اور کرامات ظہور پذیر ہوتے، اور جمال کی وجہ سے سینہ انوارِ الٰہی کا گنجینہ ہوجاتا۔ گویا ایک طرف اپنے شموس نما قلب سے کدورتوں کو مٹا کر عوارض باطنی کو دور کرتے اور جمال کی وجہ سے محبت الٰہی کا جوش اندر بھر دیتے۔ ارادت مندوں اور معتقدوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے، یہی وجہ تھی جو سائل یا طالب آپ کی خدمت میں آجاتا آنِ واحد میں صاحبِ منزل ہوجاتا۔ آپ نے ہزیمت نفس اور جلائے روح کے لئے بے نظیر مجاہدے کئے ... غرض آپ کی ذاتِ ستودہ صفات سے نہ صرف سلسلہ قادریہ کو بڑا فروغ نصیب ہوا بلکہ برصغیر پاک و ہند کی معاشرتی، مذہبی، سیاسی، اخلاقی اور ادبی زندگی پر بھی گہرا اثر پڑا۔

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری قدس سرہ آپ کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کبیر ملک العشاق حضرت شاہ کمال کیتھلی اور رئیس الاولیاء حضرت شاہ سکندر محبوب الٰہی (قدس اللہ اسرارہم) ان فقید المثال اور صاحبِ تصرف بزرگوں میں سے ہیں جن کی نظیر متقدمین اولیاء اللہ میں بھی کم ملتی ہے"

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

"میں آفتاب کی طرف بلا خیرگیٔ چشم دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن حضرت شاہ سکندر کے قلبِ منور کو اشعاع نور کے وفور کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتا"۔ ... گویا ؎

بشر چہ حوصلہ دارد کہ بنگرد برخت	کہ قدسیاں ز جمالِ رخِ تو حیران اند

زبدۃ المقامات میں حضرت عبد الاحد سرہندی کا بیان مرقوم ہے، کہ

ایک روز حضرت شاہ کمال قادری (قدس سرہ) نے فرمایا، کہ اگرچہ لوگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور بابا فرید الدین گنج شکر (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے واقف ہیں۔ لیکن ہمارے صاحبزادوں کے حالات کی انہیں خبر نہیں۔ ورنہ یہ مشائخ عظام سے کم نہیں"۔ اور ... یقیناً ان صاحبزادوں سے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی مراد حضرت شاہ موسیٰ ابو المکارم اور حضرت شاہ سکندر کیتھلی (قدس اللہ اسرارہم) تھے۔

حضرت شیخ نظام الدین بلخی تھانیسری قدس سرہ فرماتے ہیں:

"حضرت شاہ سکندر کیتھلی اولیائے وقت میں جتنی فضیلت رکھتے ہیں وہ بہت کم دیکھی گئی ہے۔"

اور حضرت شاہ موسیٰ المکارم قدس سرہ نے فرمایا۔

"حضرت شاہ سکندر قادری سالکین کے پیشوا، عارفوں کے امام اور دنیائے طریقت کے نورِ آفتاب ہیں، عبادت و مجاہدے میں آپ کا پایہ بلند ہے۔" ایک دفعہ ایک مجلس میں حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہٗ کا ذکر آیا، تو حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ۔

"حضرت شاہ سکندر قادری کی شہرت آسمان پر زمین کی نسبت زیادہ ہے۔ ملاء الاعلیٰ میں آپ عبداللہ کے نام سے مشہور ہیں۔"

ایک متبحر عالم دین قاضی صدرالدین لاہوری کا بیان ہے، کہ

"آپ کا اندازِ بیان دل کش تھا۔ آواز بلند و صاف تھی خشک سے خشک مضمون کو بھی فصاحت و بلاغت سے ادا کرتے تھے۔ آپ کی زبان کسی کی غیبت سے آلودہ نہیں ہوتی تھی، اس لئے سامعین مجلس سے اٹھتے تو اپنے قلب کو پاکیزہ اور ذہن کو مصفا پاتے۔"

ایک مرتبہ لاہور کے قیام کے دنوں میں آپ کا گذر ملا ابوالفتح لاہوری کے مدرسے کے قریب سے ہوا، جس طرف آپ گزرے لوگوں پر ایک والہانہ کیفیت سی طاری ہو جاتی۔ اسی اثنا میں ملا ابوالفتح، عبدالجلیل اور ملا امام الدین نے آپ کو گزرتے ہوئے دیکھا چہرۂ مبارک پر نظر پڑی تو دل انوارِ روحانی سے منور ہو گیا۔ اور وہیں باضابطہ ارادت حاصل کی۔

۲۔ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی (قدس سرہٗ) آپ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے والد ماجد ہیں۔ اور حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے نامور خلیفہ ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب چھبیسویں پشت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد فنِ سپہ گری کے ماہر تھے، چنانچہ آپ کے خاندان سے ایک فرد شیخ محمودؒ کو خلیفۂ وقت نے ایک لشکر کا سردار مقرر کر کے ترکستان کی مہم پر بھیجا، جہاں سے آپ فاتح اور کامیاب ہو کر آئے، پھر قلعہ غزنین پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا تو خلیفۂ وقت نے وہاں کی حکمرانی سپرد کر دی۔ آپ کے انتقال پر آپ کے صاحبزادے شیخ نصیرالدین قلعہ غزنین کے تخت پر بیٹھے، انہوں نے کابل فتح کر کے اسے اپنا دارالحکومت مقرر کیا۔ اور وہیں قیام پذیر ہو گئے شیخ نصیرالدین کے انتقال پر ان کی اولاد میں سے شیخ شہاب الدین المعروف بہ فرخ شاہ کابلی رحؒ اپنے والد کے جانشین قرار پائے اور تختِ کابل پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے غزنہ و کابل سے آکر برصغیر پاک و ہند پر حملہ کیا۔ اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی۔ آپ نے برصغیر پاک و ہند میں اسلام کو رواج دیا۔ بت خانے منہدم کرائے اور مسجدیں تعمیر کرائیں،

اسی وجہ سے آپ کے خاندان کے لوگ کابلی کہلاتے ہیں اور شیخ عبدالاحد کابلی اس خاندان کے فرد فرید تھے، برصغیر پاک و ہند کے بعد آپ نے ایران و توران اور بدخشاں و خراسان کی طرف توجہ دی۔ صاحب سلطنت ہونے کے باوجود آپ صاحب باطن بھی تھے، اور حکمرانی کے زمانے میں بھی عوام و خواص آپ سے کسب فیض کرتے تھے۔ عمر کے آخری حصہ میں اپنے بڑے صاحبزادے شیخ یوسف کو نظام سلطنت سپرد کر کے ایک درہ میں جو کابل سے تھوڑے فاصلے پر ہے اور آج تک درہ فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہے، گوشہ نشینی اختیار کی وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ (متوفی ۶۶۴ھ ۱۲۶۵ء) کے بھی ہم عصر ہیں۔ آپ کے اخلاف میں رفیع الدین مشہور ہیں جو علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری کے خلیفہ تھے۔ حضرت رفیع الدین نے ہی سرہند شریف کی بنیاد رکھی یہیں آپ کا مزار شریف ہے۔

حضرت رفیع الدین کی چھٹی پشت میں حضرت شیخ عبدالاحد کابلی سرہندی قدس سرہ سرہند شریف میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام شیخ زین العابدینؒ تھا جو اپنے وقت کے مشائخ کبار میں شمار ہوتے ہیں عین عالم جوانی میں تحصیل علم میں مشغول تھے کہ آپ کو جذبۂ الٰہی و عشق خداوندی کے غلبے نے سلوک و تصوف کے راستے پر ڈال دیا۔ اور آپ نے درویشی اختیار کر لی جب آپ کے والد نے یہ دیکھا تو آپ کو حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی نے حضرت عبدالقدوس گنگوہی سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔ تھوڑے عرصے بعد حضرت شیخ عبدالقدوس قدس سرہ کا وصال ہو گیا۔ تو ان کے صاحبزادے حضرت رکن الدین قدس سرہ سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کر لی، اور سلسلہ چشتیہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ سے بھی پیر بھائی ہونے کی وجہ سے بہت صحبت رہی، اور زمانہ جالست میں ہی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے بھی ملاقات ہوئی، ان دونوں بزرگوں میں الفت و موانست اس حد تک بڑھی کہ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ مع اہل و عیال آپ کے مکان پر کئی کئی دن قیام فرماتے اور آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے عجیب و غریب معاملات اور خرق عادت کمالات مشاہدہ فرماتے۔ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ سے بیعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی وساطت سے سلسلہ قادریہ عالیہ کا فیض خاندانی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کے خاندان میں بھی جاری و ساری ہوا۔

ل حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنا سلسلہ عالیہ قادریہ کا شجرہ طریقت بیان کرتے ہوئے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ اور اوراد فتحیہ (ص ۱۰) میں لکھا ہے۔ کہ:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

آپ کی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے ملاقات کا حال زبدۃ المقامات میں اس طرح لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ ایک روز حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی فوجی وردی میں ملبوس مجلس میں آیا۔ اور شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ کے ساتھ معانقہ کر کے بیٹھ گیا۔ شیخ جلال الدین تھانیسری نے اسے سپاہی سمجھ کر بادشاہ کا حال پوچھا۔ اس شخص کو غصہ آیا۔ اور کہنے لگا کہ اے شیخ اگر کوئی مسکین اس مجلس میں آبیٹھے تو اس سے بادشاہ کے متعلق پوچھنا آپ کے مناسب حال نہیں ہے اگر تمہیں ایسی خبروں کی خواہش ہے تو راستے میں بیٹھ جاؤ اور آنے جانے والوں سے معلوم کرتے رہو۔" حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہٗ حلم و بردباری کی وجہ سے خاموش ہو گئے معذرت کی حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ نے جب اس مرد کے جذبے اور بے تعلقی کو دیکھا تو فیصلہ کر لیا کہ جب یہ شخص باہر نکلے گا تو اس سے اس کا نام پتہ پوچھوں گا چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس مرد نے بتلایا "میرا نام کمال ہے۔" اپنے وطن و مسکن سے بھی آگاہ کیا اور فرمایا "اکثر و بیشتر پائل میں مقیم رہتا ہوں اگر ملاقات کی خواہش ہو تو وہاں تشریف لا سکتے ہو۔" جب حضرت شیخ عبدالاحد سرہندیؒ سرہند کو روانہ ہوئے تو پھر پائل گئے اور وہاں حضرت کمال کیتھلی قدس سرہٗ سے ملاقات کی۔ تو مجلس صحبت گرم ہوئی۔ اور محبت و الفت یہاں تک بڑھی کہ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ مع اہل و عیال حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ کے گھر تشریف لائے۔ اور وہاں کافی عرصے مقیم رہتے۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کی مجالست و مصاحبت سے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کو بے شمار فوائد حاصل ہوئے۔ اور آپ ان سے عجیب و غریب معاملات اور خرق عادت کمالات مشاہدہ فرماتے۔

حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ نے ایک شب نماز تہجد کے بعد مراقبہ میں دیکھا کہ تمام عالم میں تاریکی پھیل گئی ہے۔ خوک و بندر اور ریچھ وغیرہ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اس اثنا میں ایک نور ان کے سینے سے نکلا جس سے تمام جہان منور ہو گیا۔ اور اس نور سے ایک بجلی نکلی جس نے تمام درندوں کو جلا کر

(بقیہ صفحہ سابقہ) بیعت و صحبت و خرقہ و تلقین و اجازت کے لحاظ سے اس فقیر کا ارتباط اپنے والد بزرگوار سے ہے اور انہیں خرقہ و تلقین و صحبت و اجازت کے لحاظ سے سید عبداللہ سے ارتباط ہے، انہیں شیخ امام آدم بنوری سے، انہیں شیخ احمد سرہندی سے، انہیں شیخ عبدالاحدؒ سرہندی سے، انہیں شاہ کمال کیتھلی سے انہیں سید فضیل سے انہیں سید گدا رحمٰن سے، انہیں سید شمس الدین عارف سے، انہیں سید گدا رحمٰن سے، انہیں سید ابی الحسن سے، انہیں شمس الدین صحرائی سے انہیں سید عقیل سے انہیں سید بہاؤ الدین سے انہیں سید عبدالوہاب سے انہیں سید شرف الدین قتال سے، انہیں سید عبدالرزاق سے، انہیں امام طریقہ و ولی محمد شیخ عبدالقادر جیلانی سے رحمہم اللہ تعالیٰ۔

دکھا دیا۔ پھر اسی نور میں سے ایک تخت نمودار ہوا جس پر ایک بزرگ مسند نشین ہیں۔ اور ان کے گرد ہزار ہا نورانی مرد اور ملائک مودب کھڑے ہیں اور تمام ملحدوں، زندیقوں ظالموں اور جابروں کو لا لا کر ان کے حضور میں پیش کر کے بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر رہے ہیں۔ اور ایک شخص یہ آیت باآواز بلند پڑھ رہا ہے۔

وقل جآء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ہ [اے پیغمبر آپ کہہ دیجیئے کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ واقعی باطل مٹنے ہی والا تھا۔]

آپ نے یہ واقعہ اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ سے عرض کیا۔ اور اس کی تعبیر و تشریح چاہی تو آپ نے متوجہ الی اللہ ہونے کے بعد فرمایا۔ کہ آپ کے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ جو ضلالت و گمراہی کو مٹا دے گا۔ اور اس کے زمانے میں دین اسلام کو فروغ ہوگا۔

گلزار خوارق میں ہے، کہ ایک دفعہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے یہاں مجلس منعقد تھی، مریدین باصفا اور دوسرے عقیدت مند آپ کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے، کہ آپ نے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ سے فرمایا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک فرزند عطا کرے گا۔ جو بڑے بڑے شہنشاہوں کو نیچا دکھائے گا۔ جب وہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو تو مجھے مطلع کرنا۔ جب تک میں نہ آؤں تب تک کوئی دنیاوی چیز اسے نہ دینا۔ آخر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت عمل میں آئی، حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ کو اپنے مرشد کا فرمان یاد آیا۔ لیکن پریشان تھے۔ اتنے میں آپ سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ دوڑے دوڑے گئے۔ قدم بوس ہوئے، اور بچے کو آپ کی آغوشِ مبارک میں ڈال دیا۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے اپنی انگلی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو چسائی[1]۔ اور فرمایا کہ یہ بچہ تجدید دین کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعے خلق خدا کو فیض پہنچے گا۔ یہ ہمارا معنوی فرزند ہے۔

ایک مرتبہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ زمانۂ رضاعت میں علیل ہو گئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی دعا دم کرانے کی غرض سے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کو لے کر آئے۔ انہوں نے دم کرنے کے بعد بہت دعائیں دیں۔ اور فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اس بچے کی عمر دراز کرے یہ تو عالم باعمل عارف کامل ہے۔ بزرگوں کی بڑی تعداد اس سے فیض حاصل کرے گی۔ اور تا قیام قیامت اس کی ہدایت و ارشاد کا نور روشن رہے گا۔ یہ بدعت و گمراہی دور کرے گا۔ اور سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو زندہ کرے گا۔ بعد ازاں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے فرطِ محبت سے اپنی زبان مبارک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے دہنِ مبارک میں دیدی[1]۔ تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے آپ کی

---

[1] بعض روایات میں ہے، کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے اپنی انگلی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو چسائی تھی۔ (مؤلف)

زبان کو خوب چوسا اور اپنے منہ میں دبائے رکھا۔ آخر حضرت کمال کیتھلی قدس سرہٗ فرمانے لگے کہ بس کرو بیٹا میں بھی صاحبِ اولاد ہوں"۔

حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ کو نسبتِ فردیت، کہ جس سے اولیاء اللہ کا آخری عروج مخصوص ہے، حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ سے حاصل ہوئی۔ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ عمر کے آخری حصے تک سرہند ہی میں مقیم رہے، کہ رات کو گریہ وزاری اور عبادات میں گزارتے۔ اور دن میں طالبانِ علمِ دین کو نہایت تحقیق و تدقیق سے کتب معقول و منقول کا درس دیتے۔ اپنے زمانہ کے علامہ وقت تھے۔ آپ کتب صوفیاء مثلاً عوارف المعارف، فصوص الحکم وغیرہ کا درس نہایت ذوق و شوق سے دیتے تھے۔ شیخ مبرک جو شہزادہ دارا شکوہ کے استاد تھے۔ علمِ ظاہری و باطن میں آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کو سنتِ نبوی کا خیال بہت زیادہ رہتا تھا۔ کوئی سنت سننِ عادیہ میں سے ترک نہ کرتے تھے۔ اور جس درویش کو ذرا بھی خلافِ شریعت پاتے، اس کی صحبت فوراً ترک کر دیتے، اور اس کے ولی ہونے کا اعتبار ہرگز نہ کرتے۔ لباس میں تہبند باندھتے اور نعلین ذوقبالین پہنتے، اور طاعاتِ مسنونہ کے بعد دعواتِ ماثورہ اور بعض وظائف و اوراد بھی پڑھتے۔

حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ کا نے اسی سال کی عمر میں ۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۹ء ۱۲ فروری بھفتہ کو وصال فرمایا۔ بعض نے ۱۸ جمادی الآخر ۱۰۰۷ھ (۵ جنوری ۱۵۹۹ء) بھی لکھا ہے۔ آپ کا مزار شریف سرہند شہر کے شمال کی طرف تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ذیل کے قطعے میں شیخ زمن سے مادہ سالِ وصال برآمد ہوتا ہے۔

آں شیخ کہ بود اُعلمَ اندر ہر فن ! جانش گہر سرِ ازل را معدن !
چوں شیخ زمانہ بود در علم و عمل ! تاریخ سالِ آں بگو شیخ زمن !

حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ کے سات صاحبزادے تھے۔ ان میں سے چوتھے صاحبزادے امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانیؒ تھے۔ جنہیں بچپن میں حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ نے فیضانِ روحانی سے نوازا تھا۔ ان کے علاوہ شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ کے صاحبزادے شیخ شاہ محمد، شیخ عبداللہؒ، شیخ غلام محمد، اور شیخ مودود (رحمۃ اللہ تعالیٰ) حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے اور ساتویں صاحبزادے شیخ محمود سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔ علم شریعت وطریقت میں آپ نے کئی رسالے تصنیف فرمائے جن میں اسرار التشہد اور کنوز الحقائق مشہور ہیں۔

زبدۃ المقامات میں ہے، کہ ایک دن حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہٗ کا ایک سچا مخلص حبیب آپ کے حجرے میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے، کہ آپ مقتول ہیں۔ اور آپ کے تمام اعضاء الگ الگ پڑے

پڑے ہیں، اس درویش نے خیال کیا۔ کہ شاید کسی دشمن یا چور سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہے، وہ بے اختیار روتا پیٹتا باہر نکل آیا۔ اور ایک دوسرے درویش کو یہ بات بتائی۔ اور جب وہ دونوں درویش اندر گئے تو دیکھا، کہ آپ صحیح و سالم زندہ ہیں۔ اور مراقبہ میں بیٹھے ہیں۔ یہ حضرات حیران ہو کر آپ کے قدموں پر گر پڑے، آپ نے ان سے فرمایا جب تک ہم اس دنیا میں زندہ ہیں، یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ ان دوستوں نے اس کا راز دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا، کہ یہ ایک ایسا امر تھا جس کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

۳۔ حضرت ملا مدرسؒ سندھی (قدس سرہٗ)

اکثر و بیشتر مخالفین کو بھی اپنے حریفوں کے جھنڈے تلے پناہ لینا پڑتی ہے، اور پھر وہ حریف بھی دریائے بخشش کو ان پر کھول دیتے ہیں۔ اور یہ عادت اخلاق کے عمدہ ترین درجات میں سے ہے برصغیر پاک و ہند میں آنے کے بعد ابتدائی ایام میں حضرت ملا سید محمد مدرس سندھیؒ شیخ بجن قاضی عبدالرحمٰن دیپالپوری (قدس اللہ اسرارہم) اور بہت سے دوسرے لوگوں نے حضرت اقدس کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا۔ جو ایک مخالف دوسرے سے روا رکھا کرتا ہے، لیکن حضرت اقدس کا ابرِ فضل و کرم ہر ایک پر شب و روز اطمینان و سکون کی بارش برسا رہا تھا۔ اور ہر کہ و مہ اس الطاف عمیم کے فیض سے متمتع ہو رہا تھا۔

حضرت ملا مدرس سندھی قدس سرہٗ کون تھے۔ اور وہ کس طرح دولت مریدی و سرمایۂ خلافت سے مشرف ہوئے، یہ سب کچھ عطیہ شیخ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

۴۔ حضرت شیخ بجن قدس سرہٗ

حضرت شیخ بجنؒ کے متعلق کسی قدر حالات "ابتدائی عمر اور تعلیم" کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔ مزید یہ کہ جب کبھی حضرت اقدس اپنے مرشد کامل حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہٗ کی بارگاہ میں تشریف لے جاتے تو کمال ادب و احترام سے زمین دبوس ہو جاتے شیخ بجن بھی حضرت اقدس کے ہمراہ ہوتے، لیکن وہ تعظیم و تکریم کی شرائط کما حقہ بجا نہ لاتے تھے۔ جب حضرت اقدسؒ شیخ بجن سے فرماتے "یہ ہمارے پیر و مرشد کی بارگاہ ہے پھر تو کس لئے ان کی تعظیم و تکریم نہیں کرتا، یہ تیری کم نصیبی" تو شیخ بجن جواب دیتے۔ کہ مجھ جیسے جنگلی اور جاہل شخص کو جو فیض حاصل ہوا ہے، وہ آپ کی ذات بابرکات کے طفیل ہے۔ مجھ پر تو آپ ہی کا احترام لازم ہے۔ حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہٗ چونکہ شیخ بجن قدس سرہٗ کے اعتقاد کی پختگی اور وفاداری کی استقامت سے پوری طرح باخبر تھے۔ اس لئے فرمایا کرتے "بجن صحیح عقیدہ اور اعلیٰ خدمات بجا لانے والا ہے۔ تم اس کے طرز عمل میں مخل نہ ہو، وہ جس طرح بھی آئے منظور و قبول ہے۔" شیخ بجن قدس سرہٗ جلوت و خلوت میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر رہتے۔ بارگاہِ کمال میں شیخ کا تقرب اس قدر تھا۔ کہ جن لوگوں کو بارگاہِ کمالی میں عرض معروض کرنا ہوتی۔ وہ شیخ ہی کے ذریعے

سے کراتے تھے۔ شیخ سجن قدس سرہ حضرت اقدس کی بے حد اطاعت و خدمت کیا کرتے تھے۔ اور حضرت اقدسؒ بھی شیخ پر بہت ہی شفقت و عنایت فرماتے تھے۔ شیخ سجن قدس سرہ حضرت کے لنگر خانے* کے داروغہ تھے۔

شیخ کا مزار شریف حضرتِ اقدس کے روضہ مبارک کے قریب ایک احاطے میں بائیں جانب جنوب میں واقع ہے۔

۵۔ حضرت شاہ یوسف بھکری قدس سرہ

حضرت شاہ یوسف غوث بھکری قدس سرہ زہد و اتقا اور علم و فضل میں بے مثال تھے۔ جب حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ علاقہ ملتان پرگنہ سنگھڑ میں تھے۔ تو حضرت یوسف غوث قدس سرہ حضرت اقدسؒ کی خدمت میں رہنے لگے، حضرت اقدس کے فیوض و برکات سے اس قدر جلد مراحل و مراتب طے کئے کہ غوثِ زماں کا مرتبہ حاصل کر لیا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک رات جب آدھی رات بھیگ چکی تھی۔ تو حضرت شاہ یوسف بھکری قدس سرہ ایک بھٹی میں جو حضرت کے مکان کے قریب ہی واقع تھی گھس گئے۔ صبح کے وقت بھٹی والا بھٹی سلگانے کے لئے آیا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص مقتول بھٹی کے اندر پڑا ہے۔ وہ شور مچانے لگا۔ اور آسمان سر پر اٹھا لیا۔ کہ میری بھٹی میں کسی نے کسی کو قتل کر کے پھینک دیا ہے۔ آن کی آن میں لوگوں کا ہجوم بے کراں اکٹھا ہو گیا۔ اتنے میں حضرت شاہ یوسف بھکری قدس سرہ بھٹی کے اندر سے باہر نکل آئے۔ بھٹی والے نے جو یہ ماجرا دیکھا۔ تو عجز و انکساری کرنے لگا۔ اور کہا۔ "افسوس میں نے آپ کے مرتبے کو نہ پہچانا اپنے کئے پر نادم ہوں۔ اور معافی کا طلبگار" بھٹی والے کی آواز حضرت اقدس کے گوش مبارک تک پہنچی، آپ باہر تشریف لائے، حضرت شاہ یوسف قدم بوس ہوئے، حضرت اقدس نے فرمایا۔ یوسف تم میرے عطیے کو رائگاں گنوا رہے ہو۔ یہ خود بینی و خود رائی انسان کو خراب کرتی ہے، تمہارے ظرف کے مقابلے میں یہ عنایت بڑی ہے۔ اب کہ تم نے لوگوں میں اپنے دام شہرت کو پھیلانے کا ارادہ کیا ہے۔ وہ امانت جو تمہارے سپرد کی تھی۔ واپس لیتا ہوں، کہ تم اس مرتبے کے قابل نہیں ہو، حضرت شاہ یوسف چونکہ آپ کی شانِ جلالت اور رتبہ سے واقف تھے، اس لئے کانپ اٹھے، اور اپنی پگڑی اتار کر حضرت اقدس کے قدموں پر رکھ دی، اور معافی کے طلبگار ہوئے، حضرت اقدس نے معاف فرما دیا۔ اور یہ دعا دی کہ حق سبحانہ تعالیٰ تمہارے مراتب اور بلند کرے؟ حضرت شاہ یوسف بھکری قدس سرہ نے قدمبوس ہو کر اجازت رخصت طلب کی، اور وہاں سے چل کھڑے ہوئے ملتان کے علاقے ادوے پور میں اپنے ایک پرانے واقف دوست فتح خاں لنگاہ کے مہمان خانے میں جا مقیم ہوئے۔ کچھ عرصہ ہی وہاں ٹھہرے تھے۔ کہ فتح خاں کی بغی و طغیان کے باعث شہنشاہ اکبر نے اس پر حملہ کر دیا۔ شاہ یوسف قدس سرہ اس لڑائی میں شہید ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں مرتبہ غوثیت اور شہادت عظمیٰ سے نواز دیا۔ حضرت موصوف کا مزار بھکر میں دریائے سندھ

کے کنارے ایک بہت ہی پرفضا مقام پر مرجع خلائق ہے ۔

۶۔ حضرت شیخ جلال الدین کہکھہ قدس سرہ

حضرت شیخ جلال الدین کہکھہ قدس سرہ ۸۹۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے، اپنے زمانے کے عظیم المرتبت بزرگ و تارک الدنیا درویش ہو گزرے ہیں، حضرت اقدس کی بزرگی اور کمال کی وجہ سے آپ کی محبت اختیار کی حتیٰ کہ سلسلۂ قادریہ کی بیعت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ حضرت کی محفل میں اکثر شریک ہوتے تھے۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ شیخ جلال الدین کو سفر کعبہ کا شوق دامن گیر ہوا۔ تو عرض کی کیا ہی اچھا ہو اگر آپ بھی رفاقت کریں"۔ حضرت نے فرمایا" اگر یہ سعادت فقیر کے نصیب میں ہے۔ تو ضرور ساتھ ہوگا۔ فی الحال تم خود مسافرت بیت اللہ اختیار کرو"۔ جب شیخ تیار ہو کر آئے تو حضرت نے دعائے خیر کی، اور وہ روانہ ہو گئے، جب شیخ کا قافلہ قندھار میں پہنچا، تو انہوں نے حضرت اقدس کو اپنے سے پہلے وہاں موجود پایا۔ دست بوس ہوئے اور کہا تفریق محبت کا موجب کیا ہے؟ فرمایا" اس احوال کی تفریق انتہائی جدائی ہے، جو ہمارے تمہارے درمیان واقع ہے۔ اس کا کوئی خیال نہ کرو۔ بالآخر وہاں سے روانہ ہو کر اصفہان پہنچے، وہاں بھی حضرت کو پہلے سے موجود پایا۔ شیخ جلال نے پھر عرض کی" شاہا ہم کو فیوض صحبت سے محروم رکھنا اخلاق سے بعید ہے" فرمایا" اس دردسری اور تکلفات سے ہم کو معاف رکھو"! جب قافلہ قطع مراحل کرتا ہوا بغداد شریف پہنچا۔ تو حضرت وہاں یوں موجود تھے۔ گویا یہیں کے باشندے ہیں۔ کیونکہ وہاں کا ہر فرد حضرت کو بخوبی جانتا تھا اور پہچانتا تھا۔ حضرت نے شیخ جلال الدین قدس سرہ کو اپنا مہمان بنایا اور انواع و اقسام کے کھانے دسترخوان پر چنے۔ کھانا کھانے کے دوران میں شیخ جلال الدین قدس سرہ نے ایک درویش سے حضرت اقدس کے بارے میں دریافت کیا کہ انہیں کب سے جانتے ہو، انہوں نے فرمایا، یہ بزرگ مدتوں سے جوار درگاہ میں اقامت پذیر ہیں۔ شیخ جلال الدین قدس سرہ بہت حیران ہوئے جب کعبۃ اللہ میں پہنچے اور میدان عرفات میں نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو حضرت اقدس شیخ جلال قدس سرہ کے ساتھ کھڑے تھے۔ مقامات مقدسہ کی زیارت کے بعد واپسی پر حضرت اقدس شیخ جلال الدین قدس سرہ سے پہلے ملتان میں موجود تھے۔ وہ بہت متعجب ہوئے، ان کی عقیدت و ارادت میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا اور وہ شب و روز حضرت اقدس کی خدمت میں رہنے لگے۔ حتیٰ کہ خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے۔

حضرت شیخ جلال الدین قدس سرہ نے ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء میں وصال فرمایا۔

۷۔ حضرت شیخ فتح علی خان ابوالفتح سامانوی (قدس سرہ)

آپ کا سلسلہ نسب نوشیرواں عادل سے ملتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار ایران سے ہندوستان آئے۔ اور سامانہ میں سکونت اختیار کر لی، آپ نے اپنے علم و فن کی بدولت مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر

کے دربار میں عزت و منزلت پائی آپ کو تصوف و عرفان سے گہری دلچسپی تھی. چنانچہ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحؒ کے دامن ارادت سے وابستہ ہو گئے، اور درجہ کمال کو پہنچے. ۹۹۹ھ / ۱۵۹۱ء میں وصال پایا مزار شریف علاقہ پٹیالہ میں واقع ہے.

ہماری عظیم مملکتِ خداداد پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خاں آپ ہی کے اخلاف میں سے تھے. رؤسائے پنجاب کے مصنف نے آپ کے خاندان کے بارے میں لکھا ہے، کہ یہ منڈل خاندان تحریک آزادی ۱۸۵۷ء کے زمانے میں سامانہ سے کرنال میں آکر آباد ہوا. ایک زمانہ میں سامانہ اور اس کے قرب و جوار میں انکا بڑا عروج رہا تھا. بندہ بیراگی کے ہاتھوں تنگ آکر سامانہ سے نقل مکانی کر کے قصبہ پہیوا کے گرد و نواح میں آباد ہوئے. اس خاندان کے قلعہ جات اور محلات مرتضیٰ پور میں پیہوا اور تھانیسر کے درمیان واقع ہیں. بعد ازاں اس خاندان کے افراد یہاں سے کرنال اور سہارنپور میں جا کر آباد ہو گئے. انگریزی عہد اقتدار میں نواب احمد علی خاں اس خاندان کے سربراہ تھے.

۸۔ حضرت شاہ ہاشم بنوتوی (قدس سرہٗ) پرگنہ بنوت علاقہ گجرات (کاٹھیاوار) میں واقع ہے. جہاں خاندانی سادات العظام کے بہت سے گھرانے آباد تھے تصفیہ باطن اور تزکیہ نفس میں مشہور خلائق تھے. حضرت شاہ ہاشم اس علاقے کے ایک سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے. اور وہاں کے رئیس تھے. آپ علم و فضل میں علم معقول و منقول اور علم حدیث سے بھی متصف تھے. کشف باطنی میں بے مثل تھے. ان کا بیان ہے. کہ ایک دن ہم شکار کھیلتے ہوئے دور نکل گئے. وہاں پیاس نے بیحد غلبہ کیا. اِدھر اُدھر دیکھا. تو کنواں نظر پڑا میں نے کنوئیں میں پہنچ کر پانی نکالا. پیالہ بھر کر پینا چاہتا تھا، کہ ایک کتا دکھائی دیا جس کی زبان شدت پیاس کی وجہ سے نکلی پڑتی تھی. ہم نے پیالہ اس کے آگے رکھا. وہ کتا پینے لگا. ہم تقریباً پانچ کوس تک یونہی پیالہ تھامے چلتے گئے. کتا کہنے لگا. کہ میں ایک کتا ہوں، تم جاؤ اور کام کرو." ہم نے کہا." جب تک یہ پانی نہ پی لوگے. ہم یہاں سے نہیں جائیں گے." بمشکل یہ الفاظ ہمارے منہ سے نکلے ہی تھے. کہ وہ ایک آدمی کی صورت میں نمودار ہو گیا. اور چند گھونٹ بھر لئے. اور نظروں سے اوجھل ہو گیا. حضرت شاہ ہاشم قدس سرہ بے خود ہو گئے اور اسی اثنا میں مجذوب کامل کے درجے کو پہنچ گئے. جذب و استغراق کی حالت میں جنگلوں میں پھرنے لگے. اس واقع کی اطلاع شہر میں جب آپ کے بھائی سید مبارک کو ملی. تو وہ بڑی جستجو اور تلاش کے بعد انہیں شہر میں لائے. ایک روز حضرت اقدس رحؒ بحالت سواری جا رہے تھے. اور سید ہاشم پا برہنہ فتراک میں ہاتھ ڈالے ساتھ ساتھ چلے جا رہے تھے. سید مبارک کو خاندانی غیرت آئی. اور انہیں ملامت کی. شاہ ہاشم قدس سرہ نے کہا تمہیں اس مرد خدا کی کیا

خبر ہے۔ سید مبارک بھی نیک سیرت اور بڑے زہد و اتقا کے مالک تھے۔ ان کی عادت خاص تھی۔ کہ جب کسی کے ضمیر پر واقف ہونا چاہتے۔ تو جنگل میں چلے جاتے۔ اور دوگانہ پڑھتے۔ ہاتف اس شخص کی حقیقت حال سے انہیں آگاہ کر دیتا چنانچہ اس دفعہ بھی حسبِ معمول جنگل میں جا کر دوگانہ ادا کیا۔ تو آواز آئی "تو اس مستِ جامِ شرابِ محبت درویش کی حقیقت سمجھنے سے عاری ہے"۔ یہ سن کر سید سے حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر قدموں ہو گئے۔ اور اپنی گستاخی کی معافی مانگی۔ حضرت اقدسؒ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مریدوں کے سلسلے میں داخل ہوئے سید ہاشم سے کہنے لگے کہ "تم تو پابرہنہ حضرت کی رکاب تھامے ہی ساتھ ساتھ چلتے ہو۔ لیکن اب میں سر پر دیگ رکھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا کروں گا" چنانچہ جب کبھی سید مبارکؒ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے۔ تو پہلے کھانا پکواتے۔ اسے دیگ میں ڈالتے، سر پر رکھتے، اور پابرہنہ خدمتِ پیر و مرشد میں حاضر ہوتے۔

۹۔ حضرت شیخ نور جمال (قدس سرہ)

آپ نواب علی قلی خاں شیبانی حاکم ملتان کے امراء میں سے تھے۔ گھریلو ماحول مذہبی تھا۔ اس لئے ابتداہی سے طبیعت پر مذہبی رنگ غالب رہا۔ لیکن سلوک و عرفان کی طرف زیادہ رجحان عمر کے بیالیسویں سال کے بعد ہوا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ فنائی اللہ و فنائی الشیخ ہو گئے۔ اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ علوم دینوی کے علاوہ علم لدنی سے بھی بہرہ ور تھے۔ چنانچہ مذہبی مسائل کو بڑی خوبی سے سلجھاتے۔ اور دور و نزدیک کے بڑے بڑے علماء آپ سے کسب فیض کے لئے آتے۔ نظر میں بلا کی تاثیر اور قلب میں شدید جذب تھا۔ آپ کے مناقب بہت بلند ہیں۔ شیخ نور جمال کی وجہ سے ہی نواب علی قلی خاں سلسلہ عالیہ قادریہ میں منسلک ہوا تھا۔

شیخ نور جمال قدس سرہ ملتان کے نواح میں ۸۹۹ھ / ۱۴۹۳ء میں متولد ہوئے اور ۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ء میں وصال کیا۔

شیخ نور جمال قدس سرہ جب بھی علی قلی خان کی محفل میں اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے کشف و کرامات اور تصرفاتِ غیبی کا ذکر کرتے تو علی قلی خاں جواب دیا کرتا۔ کہ یہ آپ کا حسنِ ظن ہے۔ ایسے کمالات کے بزرگ ہوتے ضرور ہیں۔ مگر آج ہندوستان میں اس شان کے اور اس مقام کے بزرگ نہیں ہیں جب بھی شیخ نور جمالؒ اپنے مرشد کا ذکر کرتے علی قلی خاں یہی جواب دیا کرتا۔

ایک مرتبہ نواب موصوف کو کسی سرکاری کام کے سلسلے میں شاہ دہلی کے روبرو حاضر ہونا پڑا۔ اس نے شیخ نور جمالؒ سے کہا کہ میں دہلی جا رہا ہوں۔ چونکہ کیتھل بھی دہلی کے نزدیک ہے، اس لئے میں آپ کے مرشد کی زیارت بھی کروں گا۔ نواب موصوف شیخ نور جمال قدس سرہ کو اپنے ہمراہ لے چلے۔ دہلی سے فارغ

ہو کر معہ خدم و حشم کیتھل کو روانہ ہوئے۔ راستے ہی میں تھے۔ کہ رات کے وقت نواب موصوف کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ ارشاد نبوی ہوا "کہ اے علی قلی! یہ تمہارا شیخ ہے" نواب موصوف نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضرت نو رجمال قدس سرہٗ ان کا ذکر کرتے رہے ہیں۔ اس لئے خواب میں ان کا تصور ہو گیا۔ پھر سوچا کہ شیطان حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اس شش و پنج میں نواب موصوف کیتھل کی صدود میں داخل ہو گیا جب درِ دولت پر پہنچا۔ تو اس وقت حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ صدر دروازے ہی میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا "تیرا اب تک یہی خیال ہے۔ کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ جب تمام مردانِ خدا دنیا سے اٹھ جائیں گے۔ تو قیامت آجائے گی" علی قلی خاں ہیبت سے کانپ گیا اور اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اس نے قدموں پر سر رکھ لیا۔ آپ نے اس کا سر اٹھایا۔ اور اسے بیعت سے سرفراز فرمایا۔

۱۰۔ حضرت شیخ طیب قدس سرہٗ شیخ طیب قدس سرہٗ کا شمار حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے جلیل القدر خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ نو مسلم تھے۔ اول آپ کا اصلی نام مبدنی مل تھا۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے دستِ حق پر اسلام قبول کیا۔ حضرت اقدس نے طیب نام تجویز کیا۔ آپ کے مناقب بہت بلند تھے۔ ریاضات شاقہ کی وجہ سے جسم گھل کر محض استخواں رہ گئے تھے۔ زہد و تقویٰ اس قدر تھا۔ کہ راضی برضائے الٰہی رہتے تھے۔ اور دنیاوی تعلقات پر تکیہ کرنے کو عبث خیال کرتے تھے۔ روپے پیسے سے طبعی طور پر نفرت ہو گئی تھی۔ ایک مرتبہ سکہ رائج الوقت سے ہاتھ مس ہو گیا۔ تو آپ نے ہاتھ فوراً جھٹک دیا۔ اور ساری عمر افسوس کرتے رہے۔ کہ میں نے روپے کو کیوں چھوا۔

آپ کے نام پر کیتھل میں ایک محلے کا نام محلہ شیخ طیب ہے۔ آپ نے اکبر بادشاہ کے زمانے میں کیتھل میں ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جسے مسجد شیخ طیب کہتے ہیں۔ اس مسجد کا ذکر پیچھے گذر چکا ہے۔ "دربار قادریہ میں لکھا ہے۔ کہ کیتھل کے قریب ڈھوڈنامی تالاب تھا۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ اس طرف سیر و سیاحت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے صاحبزادے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ اور خادموں کے ہمراہ اس تالاب پر تشریف لے گئے۔ ایک شخص ایک بکرا، ایک من آٹا، آدھ من چاول، دو من دودھ اور دیگر سامانِ کھانا تیار کرنے کے لئے لے کر آیا۔ ایک ہندو یاد فروش نے کہا "آپ تو صرف چار ہیں۔ اور کھانے کا سامان اس قدر زیادہ ہے۔ جس سے سو آدمی سیر ہو کر کھا سکتے ہیں۔" حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے فرمایا "یہ دونوں جوان ابوالمکارم اور طیب ہی سیر ہو کر نہ کھائیں گے۔" کھانا تیار ہو گیا۔ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم اور حضرت شیخ طیب حسبِ ارشاد دسترخوان پر بیٹھے تو وہ تمام کھانا کھا گئے۔ یہاں تک کہ پانی بھی نہ پیا۔ وہاں سے سوار ہو کر خانقاہ میں پہنچے ہی تھے۔ کہ ایک طالب علم کے یہاں سے دس آدمیوں کا کھانا آیا۔ وہ بھی مذکورہ حضرات کھا گئے

اور بھوک کی شکایت کی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے فرمایا "باورچی خانے میں جس قدر کھانا ہے وہ بھی لے آؤ" وہ کھانا بھی ایک من کے قریب ہوگا۔ اسے بھی وہ دونوں حضرات کھا گئے۔ اور پھر بھی بھوک بھوک پکارتے رہے پھر یہ دونوں حضرات، حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ بھوک دور نہیں ہوتی، آپ نے اپنے پینے سے بچا ہوا پانی انہیں پلایا جس سے ان کی تسکین ہوئی۔ بادفروش یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور اس نے آپ کے کمال کا چرچا دور دور پھیلا دیا۔

۱۱۔ حضرت قاضی عبدالرحمٰن دیپالپوری (قدس سرہٗ)

آپ ۹۰۳ھ / ۱۴۹۷ء میں دیپالپور میں پیدا ہوئے۔ قاضیوں کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ علوم معقول و منقول کی تحصیل . . . کے بعد سلوک و تصوف کی دنیا میں داخل ہوئے۔ اور ۹۲۸ھ / ۱۵۲۲ء میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ سے بیعت کی حضرت قاضی عبدالرحمٰن قدس سرہٗ اپنے علاقے کے پابند شریعت بزرگ تھے۔ اور غیر اسلامی قول و فعل کے جانی دشمن تھے، اگر کوئی شخص کتاب اللہ کے خلاف کوئی کام کرتا نظر آتا۔ تو وہ اس کے سخت مخالف ہو جاتے تھے، علوم عقلی و نقلی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اور اسی وجہ سے آپ کے علم و فضل کی شہرت دور دراز تک پھیلی ہوئی تھی۔ جب حضرت اقدسؒ اپنے وطن مالوف سے ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور دیپالپور میں قیام پذیر ہوئے۔ اور ہزارہا اشخاص آپؒ کے گرویدہ ہو گئے۔ اور قاضی ممدوح یہ ماجرا دیکھتے۔ تو وہ اکثر وہاں کے بڑے بڑے آدمیوں کو بلا کر یوں خطاب کرتے کہ "تم کو خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرنا چاہیئے۔ کہ اس مجذوب اور تارک الدنیا شخص کی ہم نشینی روا رکھتے ہو، خبردار ایسے شخص کے قریب ہرگز نہ پھٹکنا۔ لیکن حضرتِ اقدس کے مریدوں پر قاضی عبدالرحمٰن کی تقریر کا مطلق اثر نہ ہوتا۔ اب قاضی موصوف نے غیرتِ شرعی کی بنا پر تنگ آکر شرعی سزا دینے کا عہد کر لیا۔ اور اس علاقے سے حضرت اقدس کو نکال دینے کا فیصلہ کیا۔

ایک روز انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں جنگل کی طرف نکل گئے۔ حضرت اقدس سامنے سے تشریف لا رہے تھے۔ رعبِ ولایت و شان جلالت کا قاضی عبدالرحمٰن پر ایسا غلبہ ہوا۔ کہ ساری تقریر بھول گئے۔ اور جرأت سخن نہ ہوئی، حیران و پریشان دست بستہ خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا "عبدالرحمٰن ہماری رفاقت میں آ۔ اور ضرورت کے مطابق ہمارے ساتھ چل"۔ چند گز طے کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا، کہ عبدالرحمٰن دیکھو، جب تک میں نہ آؤں یہاں سے ایک قدم آگے نہ بڑھانا . . . . اور . . . . . عبدالرحمٰن حکم کے مطابق وہیں کھڑے رہے۔ بہت دیر گزرنے پر قاضی موصوف کو پریشانی لاحق ہوئی۔ اور خیال کیا۔ کہ اس محرم خلوت سرائے راز مجذوب کا یہاں آنا ناممکن ہے، واللہ اعلم عالم جذب و مستی میں کس طرف نکل گئے ہیں

اس لئے میرا یہاں ٹھہرنا بے سود ہے۔ مجھے اپنا کام کرنا چاہیئے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ وہاں سے چل کھڑے ہوئے۔ لیکن تھوڑی دور ہی چلے تھے۔ کہ ایک شیر زیاں دکھائی دیا۔ سامنے ایک درخت تھا۔ مفر کا راستہ تلاش کرنے کے لیے اس درخت پر چڑھ گئے۔ لیکن وہاں ایک خوفناک اژدہا شاخ پر نمودار ہوا۔ جسے دیکھتے ہی اوسان خطا ہو گئے۔ نہایت پریشان ہوئے۔ کہ اگر راستہ اختیار کروں تو شیر کا لقمہ بنتا ہوں، اور اگر درخت پر چڑھتا ہوں تو اژدہے کی خوراک۔ قریب ہی ایک کنواں تھا۔ خود کو اس میں گرا دینا چاہا۔ لیکن دیکھا کہ کنواں پانی سے خالی ہے۔ اور ایک مقتول شخص اس میں پڑا ہے۔ ساری آب و تاب جاتی رہی۔ ڈر کے مارے زبان سے حکم تک نہ نکلتا تھا۔ ہوش اڑ گئے اور ہلاکت کا پورا پورا یقین ہو گیا۔ اسی عالم اضطراب اور بے چینی میں تھے۔ کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی نے پکارا "عبدالرحمٰن ہوش میں آ۔ کس وہم میں مبتلا ہے"۔ حضرت قاضی عبدالرحمٰن نے نگاہ اٹھائی، تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ نہ وہ ہولناک کنواں ہے اور نہ وہ خونخوار شیر اور نہ ہی درخت پر وہ ہیبت ناک اژدہا۔ یہ ماجرا دیکھ کر یک لخت علم ظاہری کا سارا غرور جاتا رہا۔

حضرت قاضی عبدالرحمٰن علوم ظاہری میں تو ممتاز مقام کے حامل تھے، لیکن دولت باطنی سے محروم تھے۔ اور اولیاء اللہ کے وجود کے منکر تھے۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے آپ کے قلب پر خاص توجہ فرمائی اور جب انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ غلطی پر ہیں۔ تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی اور حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ اور عرفان و سلوک کی تمام منزلیں طے کر کے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

حضرت قاضی عبدالرحمٰن ۹۹۵ھ (۱۵۸۷ء) میں وصال کیا۔ اور دیپالپور میں ہی دفن ہوئے، جہاں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

۱۲۔ حضرت باوا اسیتل داس قدس سرہٗ

صاحب تذکرہ غوثیہ کے مطابق باوا اسیتل داس بھی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے تربیت یافتہ اور جلیل القدر اور باعظمت خلفا میں سے ہیں۔ انہوں نے مشرف بہ اسلام ہو کر ہندوستان کے اطراف و اکناف میں اس کی ترویج و ترقی میں سرگرم اور پرجوش حصہ لیا۔ باوا اسیتل داس اصلی نام ہے۔ لیکن باوا اسیتل پوری کے نام سے مشہور ہیں۔ باوا صاحب کے آباو اجداد صدہا سال سے کیتھل میں آباد تھے۔ باوا صاحب ابھی بچے ہی تھے۔ کہ ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ باوا صاحب ایام طفولیت میں اکثر جذبات کی حالت میں رہا کرتے تھے۔ کئی کئی روز تک اسی حالت میں جنگلوں میں پھرا کرتے۔ اس دوران میں آپ فکر خور و نوش سے بے فکر رہتے تھے۔ باوا صاحب کو لوگ ان کی عادات کی وجہ سے سیتو باؤلا کے نام سے پکارا کرتے تھے۔

باوا صاحب کی والدہ ماجدہ محنت مزدوری کر کے اور مقامی زمینداروں کی بھی خدمات سرانجام

دے کر اپنا اور اپنے بچے کا پیٹ پالا کرتی تھیں۔ ایک روز وہ اپنے اور اپنے بچے کے کپڑے دھونے کے لئے گاؤں[1] کے باہر جوہڑ پہ تشریف لے گئیں۔ گاؤں کے ایک بد دماغ اور سرکش جاٹ نے باوا صاحب کی والدہ کو بے آسرا اور غریب دبلی کس جان کر اپنی فرعونیت کے نشہ میں برا بھلا کہا۔ دھکے دیئے۔ اور جوہڑ پر سے بھگا دیا۔ وہ گھر آ کر رونے لگیں اتنے میں باوا صاحب بھی اپنی صحرا الوردی سے تشریف لے آئے۔ والدہ ماجدہ کو گریہ وزاری کرتے دیکھا تو مضطرب ہو کر اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ جس ماں کی تم جیسی نا کارہ اولاد ہو، اس کو جو شخص بھی چاہے۔ برا بھلا کہہ سکتا ہے۔ اور پھر ساری داستان کہہ سنائی۔ یہ سن کر باوا صاحب پر جلال کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی معاً ....

...... تمام جوہڑ اس طرح خشک ہو گیا۔ کہ گویا برسہا برس سے اس میں پانی تھا ہی نہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ بستی لدانہ کے تمام کنویں بھی خشک ہو گئے۔ باوا صاحب اپنی والدہ کو ہمراہ لے کر کیتھل کی طرف چلے آئے۔ اُدھر گاؤں کے لوگ پانی نہ ہونے کی وجہ سے بے تاب ہو گئے۔ مویشی مرنے لگے۔ اور انسان پانی کی بوند بوند کو ترس گئے۔ آخر ان لوگوں پر حقیقت کھل گئی۔ اور انہیں باوا صاحب کی عظمت کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے کیتھل میں آئے۔ اور باوا صاحب کے حضور عجز و انکساری سے پیش آئے۔ اپنے کئے پر ندامت کا اظہار کر کے معذرت خواہ ہوئے۔ اور عرض کیا کہ گاؤں میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے گاؤں کے بچے بوڑھے مستورات اور چرند، پرند بے تاب ہو رہے ہیں۔ لہٰذا ان پر رحم فرمایا جائے۔" باوا صاحب نے ازراہِ شفقت ان لوگوں کی بات مان لی۔ اور ان کی بہتری اور بھلائی کے لئے دعا کی۔ دعا مستجاب ہوئی۔ جب لوگ گاؤں میں واپس آئے تو جوہڑ، تالاب اور کنویں اس طرح پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ جیسے کبھی خشک ہی نہیں ہوئے تھے۔

باوا صاحب نے باقی عمر کیتھل شریف میں ہی گزار دی۔ اور طبابت کا کام کرتے رہے۔ ہندوؤں کے حلقے میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ جب حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کیتھل میں تشریف لائے۔ تو آپ کی شہرت باوا صاحب کے کانوں تک بھی پہنچی۔ لیکن انہوں نے وقت کی اس آواز پر کان نہ دھرا۔ آخر کار یہ آواز اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ اور باوا صاحب کو کمالی درگاہ پر سر جھکاتے ہی بنی۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی سے باوا صاحب کی عقیدت کیسے بڑھی اور کیسے پختہ ہوئی، یہ سب کچھ گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ باوا صاحب کو حضرت شاہ کمال کیتھلی کی صحبت سے جو فیضان حاصل ہوا وہ حیطۂ تحریر سے باہر ہے۔

---

[1] بعد میں اس گاؤں کا نام باوا صاحب کے نام کی نسبت سے "بابا کا لدانہ" مشہور ہوا۔ یہ گاؤں کیتھل شریف سے مغرب کی طرف تقریباً سات آٹھ میل کے فاصلے پر اور بستی سیہرٹا سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ (مؤلف)

تذکرہ غوثیہ میں ایک گفتگو درج ہے۔ جو حضرت میراں شاہ بھیک اور باوا سیتل داس (قدس اللہ اسرارہم) کے درمیان ہوئی۔ اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ کمالی نظر نے باوا صاحب کو کس ارفع و اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا تھا۔
تذکرہ غوثیہ میں لکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت میراں شاہ بھیک قدس سرہ نے باوا سیتل داس کی خدمت میں یہ ہندی شعر لکھ کر ارسال کیا۔ ؎

چلتے چلتے جگ گیو اور بھیک دوارے دور

خرچی نبڑی پگ تھکے کوئی جا کہے حضور !

باوا سیتل داس نے اس پہیلی نما شعر کا جواب شعر میں اس طرح دیا ؎

جن بٹیں تم جات ہو ان بٹیں ہے دور   ست نام سیتل پوری جو سن لکھ رہے حضور رح

حضرت میراں شاہ بھیک قدس سرہ نے منازل سلوک و عرفان اس طرح طے کیں جس طرح ایک مرد بزرگ تقاضائے عمر کی وجہ سے لاٹھی کا سہارا لے کر ٹھہر ٹھہر کر چلتا ہے۔ لیکن کمالی نظر کی وجہ سے باوا سیتل داس رح نے منازل اس طرح طے کی ہیں جس طرح کوئی شخص کار میں بیٹھے فراٹے بھرتا چلا جا رہا ہو، یہی وجہ تھی کہ حضرت میراں شاہ بھیک قدس سرہ وقتاً فوقتاً باوا سیتل داس رح سے بعض مسائل میں صلاح و مشورہ کرتے رہتے تھے۔ اور آپ باوا سیتل داس رح سے خاص انس رکھتے تھے۔ مندرجہ بالا شعر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

تاج الدین محمود انصاری نے باوا سیتل داس رح کے بارے میں فرمایا ہے ؎

باوا سیتل داس را از عارفاں حق بداں !

زانکہ او از خاندان قادری نوشیدہ جام !

باوا سیتل داس رح نے ۹۸۱ھ/۱۵۸۳ء میں وصال پایا۔ باوا سیتل داس قدس سرہ اگرچہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن ان کی وفات پر ہندوؤں نے انہیں ہندو ہی تسلیم کیا۔ اور ہندو رسوم کے مطابق تجہیز و تکفین عمل میں لائی گئی۔ چنانچہ بقول مصنف دربار قادری حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے مزار مقدس کے نزدیک ہی تالاب کے کنارے ایک مڑھی آپ کی یاد میں تعمیر کی گئی۔ جہاں ہندو ہر سال درشن کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

باوا سیتل داس رح کے وصال کے بعد آپ کے عقیدت مند اور گدی نشین آپ ... موقع پر پہلے "بابا کالدار" جا کر حاضری دیتے ہیں۔ اور بعد میں آ کر کیتھل شریف میں آپ کی سمادھی پر حاضری ادا کرتے ہیں۔ بابا کالدار میں ہر سال باوا صاحب کی یاد میں ایک میلہ منعقد ہوتا ہے۔ جہاں دور دراز سے لوگ آ کر شرکت کرتے ہیں۔ میلہ کے خاتمے پر سب لوگ کیتھل شریف آ کر باوا صاحب کی

سمادگی پر حاضری دیتے ہیں۔

باقی خلفاء ہم نے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے خلفائے کرام کے بارے میں کافی کاوش سے حالات مہیا کیے ہیں لیکن ہمیں اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ ہمیں اس ضمن میں تمام خلفاء کرام کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ اور جن حضرات کے حالات ہم نے درج کئے ہیں انہیں بھی اگرچہ جامع تو نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم نہایت تحقیق کے بعد ان چند اصحاب سے متعلق جو کچھ بھی میسر آسکا وہ ہدیہ قارئین کیا جا سکتا ہے۔

جن اصحاب سے متعلق حالات دستیاب نہ ہو سکے۔ ان کے متعلق اس قدر ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ان میں اکثر حضرات بیرونی ممالک میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے زمانہ سیر و سیاحت میں سلسلہ مریدی میں منسلک ہو کر خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے ان میں سے بعض حضرات برصغیر پاک و ہند میں بھی تشریف لائے اور کیتھل شریف میں کافی عرصہ مقیم رہے۔ خواجہ الحق، حضرت مودود محمود سالوسی، اور خواجہ امان اللہ حسینی قدس اللہ اسرارہم علاقہ کیتھل کے باشندے تھے۔ اور مقربان خاص کا درجہ رکھتے تھے، زہد و اتقا، علوم دینی و دنیوی تصفیہ باطن و تزکیہ نفس میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایثار و استغناء، امداد غربا، تسلیم و رضا صبر و شکر اور عبادت و ریاضت الٰہی ان حضرات کا طریقہ تھا۔

کتابیات

۱۔ اخبار الاخیار۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

۲۔ اسرار الاسرار۔ شہاب الدین مخاطب بنظام۔

۳۔ الہام (ہفت روزہ) بہاولپور۔ مشائخ نمبر ۲۱ فروری ۱۹۷۵ء۔

۴۔ انیس القادریہ۔ بہاء الحق قادری۔

۵۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ اوراد فتحیہ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔

۶۔ بحر التصوف۔ شیخ نظام الدین بن عبدالشکور العمری انانیسری۔

۷۔ تحفۃ الابرار۔ مرزا آفتاب بیگ عرف محمد نواب مرزا بیگ دہلوی۔

۸۔ تحقیقات چشتی۔ مولوی نور محمد چشتی لاہوری۔

۹۔ تذکرۂ اولیائے ہند۔ مرزا محمد اختر۔

۱۰۔ تذکرۂ شرائف غوثیہ۔ خواجہ غلام غوث بٹالوی۔

۱۱۔ تذکرہ غوثیہ ۔ شاہ محمد غوث پانی پتی ۔ مرتبہ گل حسن ۔
۱۲ ۔ تاریخ پنجاب ۔ عبدالکریم
۱۳ ۔ تذکرۃ الملتان ۔ نامعلوم الاسم
۱۴ ۔ تاریخ اُچ شریف ۔ امین ۔
۱۵۔ تاریخ فرشتہ ۔ محمد قاسم ہندو شاہ استر آبادی ۔
۱۶ ۔ تاریخ فیروز شاہی ۔ ضیاء الدین برنی ۔
۱۷۔ تواریخ کیتھل ۔ (قلمی) محمد باقر ۔
۱۸ ۔ تواریخ بزرگان کیتھل (قلمی) ۔ محمد شاکر ۔
۱۹ ۔ جواہر مجددیہ ۔ فقیر احمد حسین خاں ۔
۲۰ ۔ جواہر علویہ ۔ شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی ۔
۲۱ ۔ حضرات القدس ۔ بدر الدین سرہندی ۔
۲۲ ۔ حیات مجدد ۔ محمد فرمان ۔
۲۳ ۔ حدائق الحنفیہ ۔ فقیر محمد جہلمی ۔
۲۴ ۔ خزینۃ الاصفیا، ج ۱ ۔ مفتی غلام سرور ۔
۲۵ ۔ در بارِ قادری ۔ محمود علی مائل ۔
۲۶ ۔ روسائے پنجاب (اردو ترجمہ) سید لوازش علی ۔
۲۷ ۔ روضۃ القیومیہ ۔ خواجہ کمال الدین احسان ۔
۲۸ ۔ زبدۃ المقامات ۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی
۲۹ ۔ سفینۃ الاولیا ۔ شہزادہ دارا شکوہ ۔
۳۰ ۔ سکینۃ الاولیا ۔ شہزادہ دارا شکوہ ۔
۳۱ ۔ سیر العارفین ۔ محمد جمالی ۔
۳۲ ۔ سبع اسرار ۔ خواجہ محمد معصوم نقشبندی دہلوی ۔
۳۳ ۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی ۔ سید محمد میاں ۔
۳۴ ۔ قصر عارفاں ۔ احمد علی ۔
۳۵ ۔ کلیات جدولیہ فی احوال الاولیاء ۔

۳۶- گلزار خوارق (قلمی) خواجہ حبیب اللہ سرہندی۔

۳۷- گنج بخش (ماہنامہ) لاہور مئی ۱۹۵۶ء۔

۳۸- مناقب غوثیہ۔ محمد صادق شہابی سعدی قادری۔

۳۹- مخازن القادریہ۔ شمس الدین ابن ولی اللہ۔

۴۰- مناقب الاولیاء۔ بدرالدین سرہندی۔

۴۱- مناقب الحضرات۔ محمد امین بدخشی۔

۴۲- مفتاح التواریخ۔ بیل ودانشور۔

۴۳- مقامات احمدیہ۔ خواجہ محمد امین۔

۴۴- مکتوبات حضرت شاہ کمالؒ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ۔

۴۵- مبدا و معاد۔ شیخ احمد سرہندی المعروف حضرت مجدد الف ثانی

۴۶- مجدد الف ثانی۔ نظام الدین توکلی۔

۴۷- مجمع الاسرار (اردو ترجمہ) پیر بہادر شاہ۔

۴۸- مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین۔ مولوی محمد عبدالستار سہرامی۔

۴۹- مشاہیر اسلام۔ محمد الدین فوق۔

۵۰- نزہۃ الخواطر۔ مولانا عبدالحئی۔

۵۱- نفحات الانس۔ عبدالرحمٰن جامی۔ ❊ ❊

52. Chiefs and Families of note in the Punjab : H. Label Griffin & Col. Massey.
53. Encyclopaedia Britanicca Vol. 13.
54: Gazetteer of the Karnal District. : A Punjab Govt. Publication. 1883-84.
55. ,, ,, ,, ,, ,, 1892 ,, ,, ,,
56. ,, ,, ,, ,, ,, 1904 ,, ,, ,,
57. ,, ,, ,, ,, ,, 1912 ,, ,, ,,
58. ,, ,, ,, ,, ,, 1915 ,, ,, ,,
59. ,, ,, ,, ,, ,, 1935 ,, ,, ,,
60. ,, ,, ,, Montgomery District. ,, ,, ,, 1935
61. ,, ,, ,, ,, ,, 1940 ,, ,, ,,
62. History of the Punjab. Syed Mohammad Latif.
63. A Hand Book of Travellers in India, Pakistan, Burma and Ceylon : RushbrooK Williams.
64, Settlement Scheme of Karnal District, A. M. Stow.
65. The Annals of Karnal C. H. Buck.
66. Riwaj-i-Am of Tahsil Kaithal of Pargana Indri in the Karnal District. Dovie.
67. Ancient Geography—General Cunningham.
68. Culcutta Review (Oct. 1844) Article on Kaithal by Lawrence.

دنیائے حاضر کی مفید ترین کتاب :-

"جینے کی اہمیت" کے بارہ میں چند رائیں

- "امپورٹنس آف لِونگ" دنیا کی ہر ترقی یافتہ زبان میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ اور صرف انگریزی میں چالیس مرتبہ شائع ہوئی ہے۔ جتنے لوگوں پر مسرت اور زندہ و رواں دواں زندگی کے دروازے اس کتاب نے کھولے ہیں کسی کتاب نے نہیں کھولے۔ اس کتاب نے لاکھوں انسانوں کی زندگی کے ایک ایک لمحے کو پُر مسرت بنایا ہے۔ میں "جینے کی اہمیت" کو دنیائے حاضر کی مفید ترین کتابوں میں سے ایک سمجھتا ہوں۔

  ——— (میاں) بشیر احمد، مدیر: ہمایوں

- "جینے کا فن کیا ہے؟ اس کی بنیادی قدریں کیا ہیں؟ ان کے تال میل میں کیا حسن ہے؟ ان کے گڈمڈ ہونے میں کیا قبح ہے؟ یہ سب کچھ لین۔یو۔تانگ نے "جینے کی اہمیت" میں کھنگال کر رکھ دیا ہے۔ ایک خشک فلسفی کی طرح نہیں۔ بھرپور زندگی کے دلدادہ اس فن کار کی طرح جسے جینے کی ہر ادا سے عشق ہے۔

  ——— ڈاکٹر حمید الدین، صدر شعبہ نفسیات و فلسفہ گورنمنٹ کالج لاہور

- لین۔یو۔تانگ نے بالتفصیل اور عملی انداز سے بتایا ہے کہ زندگی سے بیش از بیش حظ کیسے اٹھایا جا سکتا ہے۔

  ——— روزنامہ نوائے وقت لاہور

- "جینے کی اہمیت" دوپہر سے زیر مطالعہ ہے اور میں بہ مشکل تمام شام تک اپنے آپ کو آمادہ کر سکا ہوں کہ اسے بند کر دوں۔ زندگی کے خشک مسائل پر اتنی دلچسپ کتاب آج تک میری نظر سے نہیں گزری۔

  ——— نیاز فتح پوری، ایڈیٹر: نگار

- لین۔یو۔تانگ کا طرز فکر ایشیائی ہے یہی وجہ ہے کہ جب ہم اسے اردو کے قالب میں دیکھتے ہیں تو اس کے لوچ اور اظہار میں کسی قسم کی اجنبیت نہیں پاتے۔ اگر لین۔یو۔تانگ کا انداز تحریر تیز طرار اور پرخلوص ہے تو مختار صدیقی نے بھی اپنے ترجمے میں بے ساختہ شگفتگی اور مناسب الفاظ کے برمحل استعمال کو اپنایا ہے۔

مکتبہ میری لائبریری لاہور ۲

سید خورشید حسین بخاری کی عظیم تحقیقی تصنیف!

تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی

یہ کتاب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قادری مرشد حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلیؒ کا مفصل تحقیقی تذکرہ ہے اس شخصیت کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا تھا:

"میں آفتاب کی طرف بلا خیرگیٔ چشم دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن (حضرت) شاہ سکندر کیتھلیؒ کے قلب منور کی طرف وفورِ اشعاعِ انوار کی وجہ سے نظر نہیں اُٹھ سکتی۔"

قاری کو اس کتاب میں صاحبِ تذکرہ کی شخصیت، اُن کے خاندان، اولاد، خلفاء اور ان کے اصلاحی کارناموں کا مبسوط تذکرہ ملے گا۔ ساتھ ہی اس دور کی مذہبی اور معاشرتی جھلک بھی دکھائی دے گی۔

تاریخ تصوف سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے معلومات افزا کتاب

•

قیمت ۱۵/-

مکتبہ میری لائبریری - لاہور

آل بشیر پرنٹرز لاہور ۱۷